

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_I 188941

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۷۳۵۲ Accession No. ۲۱۶۲۷

Author ن / ج
نامق کمال باب

Title حلال الدین خوارزم شمس

This book should be returned on or before the date last marked below.

جلال الدین خوارزم شاہ

(ایک تاریخی ڈراما)

ترجمہ از ترکی

از

سید سجاد حیدر

عرضِ ترجمہ

نامتو کمال بکارت کی ادبیاتِ جدیدہ کے زندہ جاوید نیوں میں سے ہے۔
 وہ وہ ہے جس کو معنی آفریں قلم نے بقول پروفیسر براؤن کے ”وطن“ کے عام لفظ
 کو محض اولیوم کے مفہوم سے بلند کر کے عشقِ ملک و ملت وینڈمبکا حاصل کر دیا۔
 میں اس ٹرائے سے جتنا متاثر ہوا ہوں، اگر اس کا شتمہ بھی ناظرین کے
 دل میں پیدا کر سکا، تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت وصول ہو گئی۔

سید سجاد حیدر

مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ
 ۲۵ ستمبر ۱۹۲۵ء

نور الدین ہنشی ۔ ۔ (جلال الدین کے وزرائیں سے ایک وزیر)
 براق حاجب ۔ ۔ (دولت قرہ خطائی کا بانی)

سیف الدین ۔ ۔
 بدر الدین ۔ ۔
 امیر نوشتگیں ۔ ۔
 عماد الملک
 خادم خاں

غزیز الدین قزوینی ۔ ۔ مہر جہاں کا محرم
 قوام الدین بغدادی ۔ ۔ قاضی تبریزی
 سلمان ۔ ۔ اول ملک نصرت کا بعد میں براق حاجب کا تابع
 جابر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مبارک ۔ ۔ مہر جہاں کا خواجہ سرا
 نیرۃ الاقبال ۔ ۔ جلال الدین کی پہلی ملکہ
 مہر جہاں ۔ ۔ جلال الدین کی دوسری ملکہ
 زاہدہ ۔ ۔ غیاث الدین کی ماں

پردہ اول

جزیرہٴ افسکوں میں ایک شاہانہ مگر پُرانا خیمہ

مجلس اول

جلال الدین نیرۃ الاقبال

نیرہ - آفتاب ابر کے پردہٴ ماتم سے نکل کر جس طرح تاباں ہوتا ہے، اسی طرح یہ چہرہ بھی ایک زمانہ میں نوبہار سے مشابہ تھا ہمیشہ اس کے گرد نور بھرے شفق اور تبسم سے کھلے ہوئے غنچے نظر آتے تھے۔ اس چہرے پر جس کی نظر پڑتی، اس کا دل صفائے روحانی، اور اس کی آنکھیں اشکِ مسرت سے بھر جاتیں۔ آفتاب کو گسن میں آتے تو میں نے دیکھا ہی لیکن میں کبھی یہ خیال نہ کر سکتی تھی کہ آپ کے جلالِ نورانی پر یہ سیاہی غم چھا جائے گی۔ اب تو بھول کر بھی ایک لمحہ کے لئے مُکراتے تئیں۔ ایک زمانہ تھا کہ اپنی نیرہ کو دیکھتے تھے تو مسرتِ تازہ حاصل کرتے تھے۔ اب وہی ہوں کہ آپ مجھے دیکھتے ہیں تو اس طرح جیسے کہ ایک زخمی شیر جس کے جگر میں تیر گھس گیا ہو آتشِ بالہ نظروں اور قدر کے ہونٹوں سے اپنے صیاد کو دیکھتا ہے، ایک وقت تھا کہ آپ نے

جس نے کبھی آسمان کے سامنے بھی سر نہ چھپایا تھا۔ میری خاطر سے اپنے پادشاہ والہ کے قدموں پر سر رکھ کر سلطنت فارس کو میرے خاندان میں باقی رکھا تھا۔ کیا اب اس دل تپا اُس توجہ اور اس محبت کا ذرہ برابر بھی اثر نہ رہا ؟

جلال الدین ۔ وہ محبت ایک ذرہ برابر بھی کم نہیں ہوئی میں نے تجھے پہلی نظر میں جیسا چاہا ہی ہر نظر میں اُس سے دگنا چاہتا ہوں ۔

نیرہ ۔ اگر یہ بات ہی تو پھر آپ ہر وقت رنجیدہ کیوں رہتے ہیں ۔ کیا دنیا میں کوئی غم ایسا ہے جسے محبت مغلوب کر سکے ؟ تو اُس دنیا کے غم کو اس دنیا کے لئے چھوڑ دوں اور صرف اپنی محبت کو تازہ کریں کیا یہ نہیں ہو سکتا ؟ ہم ایسی مصیبت کے زمانہ میں ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کبھی ختم ہی نہ ہوگی آج کل فلک مصیبت کے دنوں کو برسوں کی طرح اور غم کی گھڑیوں کو عمروں کی طرح طول دے رہا ہے سچی محبت زندگی کی سب سے بڑی لذت ہے ۔ اگر ان کٹھن گھڑیوں کو جتنا ممکن ہو محبت میں گزاریں تو فلک سے تھوڑا سا انتقام لے سکیں گے ، لہٰذا مجھے یوں محزون نظروں سے نہ دیکھئے ۔ میں کہتی ہوں ہم آسمان سے بدلہ لے سکتے ہیں ہم ایک دوسرے سے دنیا کی تمام خوشیاں حاصل کر سکتے ہیں ۔ آہ ! نہ معلوم کیا بات ہو کہ آپ کے دل میں تو سارے عالم کا فکر جمع ہو گیا ہو مگر میرے دل میں سوائے آپ کے کسی اور چیز کی جگہ نہیں ۔ سوائے آپ کے کسی اور چیز کے خیال کو وہ قبول ہی نہیں کرتا ۔ آپ کے

یاد ہی ہم نے ایک دوسرے کو پہلی دفعہ کب دیکھا تھا؟ تو اوروں نے شفق پیدا کر رکھا تھا۔ ہلال سی سی خون کے اندر سے چمک رہا تھا۔ گرزخوں چوسنے کے لئے اُڑدہوں کی طرح لہلہا کر سروں کو چمٹ رہی تھیں۔ تیر محبت کی طرح جگروں میں گھسے جا رہے تھے ہاتھی ان برجوں کی طرح جن میں فوجیں بھری ہوں لیکن جو شدید زلزلے سے متحرک ہوں۔ ہمارے اوپر فلاخن، تیر، اور نیزے نعرے اور واویلا کی بوچھاڑ کرتے ہوئے آ رہے تھے۔ شاید میں آپ کو اپنی باتوں سے تھکا رہی ہوں؟

جلال۔ نہیں کئے جاؤ کئے جاؤ۔ میرے سامنے وہ نقشہ لا رہی ہو جسے میں تمہاری ہی طرح چاہتا ہوں۔

نیرہ۔ والد مرحوم جب لڑائی کے لئے روانہ ہوئے تھے تو مجھے اپنے ہمراہ لیتے گئے تھے۔ میری مرحوم والدہ بیچاری عورت ذات، کس قدر پریشان ہوئی تھیں۔ خدا بخشنے والد سے کہنے لگیں، کہیں اٹھا را برس کی لڑکیاں لڑائیوں میں جاتی ہیں۔ اسلئے مجھے دو لڑکے دیے ہیں۔ انھیں لے جاؤ۔ خدا کرے ایک تمہاری زرد کا کام لے اور ایک تمہاری سپر کا اگر ان کے جسم میں چاروں طرف خون آلود تیر لگے ہوں تو میں سمجھوں گی کہ وہ پھول کے درخت ہیں جن کی شاخیں اوپر سے نیچے تک پھولوں سے لدی ہیں اور ان پر ہیں فخر کروں گی۔ مگر لڑکی کو لے جا کر کیا کرو گے۔ اُسے میرے

پاس چھوڑ جاؤ۔

آہ ! اولاد میں لڑکے جوتے ہیں تو وہ سات آٹھ برس کے ہوتے ہی اپنی
 دید کو ترسانے لگتے ہیں کیا لڑکی کو بھی مجھ سے چھین لو گے۔ کیا اولاد میں لڑکے ہوں
 یا لڑکیاں، مائیں انھیں پیٹ میں رکھیں، گودوں میں پالیں، بیمار ہوں تو شام سے صبح
 تک کھڑے ہو کر ان کی تیمارداری کریں۔ لیکن ان پر تصرف اور امر و نہی کا اختیار صرف
 باپوں کا ہو، والدہ مرحومہ روئیں، خوشامدیں کہیں والدہ مرحوم کے پاؤں سے پستانیں
 مگر کوئی نتیجہ نہ ہوا۔ اس تمام آدہ بکا پر وہ صرف تھوڑا سا مسکرائے۔ وہ تو آپ بھی
 دیکھ چکے ہیں مرحوم جب چاہتے کہ کسی بات کا جواب نہ دیں، تو بطور جواب کے تھوڑی سی
 مسکراہٹ ہونٹوں پر ہوتی تھی پھر کہنے لگے کہ جو شخص نسل شاہی میں سے ہو اُس کے
 لئے یہ زیبا ہو کہ فداکاری میں رعایا کے لئے نمونہ بنے۔ میں اپنی اولاد کو، گو وہ لڑکی
 ہی ہو، اپنے ملک پر قربان کرنے کے لئے مجبور ہوں اگر میں اپنی لڑکی کو خطرہ میں ڈالوں گا
 تو ہر شخص خواہ مخواہ اپنے لڑکوں کو تیر و تنگ کے سامنے ڈال دیکھا اس پر بھی والدہ
 مرحومہ کے چہرہ کو آدہ رجا پا کر زرد سے کہنے لگے۔ عورتیں پادشاہوں کے کاموں میں
 دخل نہیں دیا کرتیں اور یہ کہتے وقت انھیں حقیقت میں غصہ آگیا تھا۔ اُن کے رونگٹے
 کھڑے ہو گئے تھے آنکھیں آگ کی طرح سرخ تھیں اور چمک رہی تھیں۔ میں نے ڈرتے

ڈرتے اپنی آنکھیں ان کے چہرے پر ڈالیں تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک شیر کا چہرہ نظر آ رہا ہے۔ سچ کہنے گا اپنی باتوں سے آپ کو اُکتا تو نہیں رہی ؟

جلال۔ کئے جاؤ۔ کئے جاؤ۔ تم ایک ایسے باپ کا نقشہ کھینچ رہی ہو جس کی مجھے ہمیشہ تنہا ہی اُس کے مرد ہونے کو سوچتا ہوں تو میرا دل تھوڑی سی تسلی پاتا ہے۔ کاش کہ میں بھی تمہاری طرح خوش قسمت ہوتا تو میرا باپ خوف کے مقام میں سلطنتِ قربان کرنے کی بجائے سلطنت کی جگہ مجھے قربان کرتا۔

نیرہ۔ میں بھی کیسی بے سمجھ ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے فکروں کو دُور کروں۔ مگر میری باتوں سے اُنھیں اور قوت حاصل ہو جاتی ہے۔

جلال۔ سترچپ نہ ہو۔ تمہاری باتیں سننا ہوں تو میرے قلب میں وہ نسلِ پید ہوتا ہے گویا تیرے دہن کو چومتا ہوں۔

نیرہ۔ توجو حکم۔ خیر تو میرے والد کا جب یہ حال ہوا تو والدہ مرحومہ بالکل ڈر گئیں گویا اُن کے ہونٹ اور اُن کی پکیں سی گئیں۔ پھر نہ ایک کلمہ کہنے اور نہ ایک دفعہ میرے چہرے پر نظر ڈالنے کی اُنھیں ہمت ہوئی۔ چپکے سے حرم کی طرف اُٹھ کے چلی گئیں۔ میں بالکل حیرت میں رہ گئی۔ والدہ مرحومہ بھی اُسٹے اور دیوان خانہ شاہی کی طرف چلنے لگے۔ ایک دفعہ اُنھوں نے میرے چہرے پر نظر ڈالی۔ ان کی آنکھیں

گویا کمر با تھیں اور میرا جسم گھاس میں بے اختیار اُن کے پیچھے ہولی۔ میں جانتی ہوں کہ میں میدان جنگ تک کیسی نفرت و عذاب میں آئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میری گردن میں زنجیر ڈال کر پتھریلی زمین پر مجھے گھسیٹے لئے جارہی ہیں۔ لیکن میرا رنج و الم بچوں کے رنج و الم کا سا تھا جو عدم سے دُنیا میں آتے وقت روتے ہیں۔ اللہ مجھے اصل زندگی تو اس وقت سے عطا کر رہا تھا! اور میں اس زندگی کے استقبال کے لئے جارہی تھی۔ میں وہاں اپنے جلال تک پہنچنے کو تھی۔ لڑائی شروع ہوئی۔ ابتدا ہی میں ہمارے لشکر نے شکست کھائی۔ لڑکیوں کو اور ہم جیسی لڑکیوں کو جو اپنی ماؤں کے پہلوؤں سے نئی جدا ہوئی ہوں یہ حال کیا و مہشت انگیز ہوتا ہے! آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ سواروں میں سے جس پر نظر ڈالتی تھی معلوم ہوتا تھا کہ موت مجسم ہو کر دوڑتی ہوئی میری طرف آرہی ہے۔ والد مرحوم کو دیکھا کہ ہزاروں تلواروں اور ہزاروں نیزوں کا اُن پر ہجوم ہے۔ کبھی جگہ سے زخمی ہو گئے ہیں ان کا لباس خون کے قطروں سے گلدار کی کھال معلوم ہو رہا ہے۔ فحشائے عالم میں بھی سیاہی پیدا ہو گئی ہے۔ گرج غصب الہی کی خلق کردہ جہنم کی طرح، خوف ناک طریقے سے آوازیں دے رہی تھی۔

بجلی منٹ منٹ میں ایک آتشیں اثر دہری کی طرح بادلوں کو بھاڑ رہی تھی اور کبھی

کسی درخت پر گر گئی تھی یا کسی کوئے یا سیاہ جانور کو جسم کر دیتی تھی۔ ہزار ہا آدمی زرد
 پن کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے دلوں کو بھی لوسے کا کر بیٹھے ہیں اور جان لینے میں
 عزرائیل سے بازی لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک طرف دیکھو تو ایک سپاہی ہے
 کہ دوسرے سپاہی کی جان کو نہایت حرص نہایت غصے سے لینے کی کوشش کر رہا ہے
 گویا وہ جان اس کی تھی اور اب وہ اُسے واپس لینا چاہتا ہے جدھر نظر ڈالو تیر، تلوار
 خنجر، نیزہ، آتش، منجیق، صابغہ، بھائیوں کو دیکھتی تھی تو زخموں سے ایسے چورتھے کہ
 یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کون سی مخلوق ہیں۔ ماں یہاں سے دُور دنیا کے ایک
 گوشے میں پڑی ہوئی۔ نوکر میدان میں جاں فروشی کر رہے تھے، کنیزیں خوف سے
 بے ہوش پڑی تھیں، طوفان نے خیمہ کو ایک طرف پھینک دیا تھا جسم سردی سے
 بارش سے خزاں کے پتے کی طرح تھر تھرا نہپ رہا تھا۔ یہ غلط ہے کہ انسان خوف اور بے
 سے مر جاتا ہو۔ اگر یہ صحیح ہوتا تو اس دن زندہ رہ سکتی تھی ؟

جلال الدین - آہ تمہیں کیا معلوم کہ مرد ایسی بلا ایسی دہشت میں اپنے تئیں
 پائے اور جو اپنے کو، اپنے دوست کو بلکہ اپنے دشمن کو مردانہ مار موت کے پہنچے
 چھڑنے کی کوشش کرے تو اس کی زندگی کو کیسی بالیدگی حاصل ہوتی ہے اور اس کا
 دل کیسا بڑھتا ہے۔

نیرہ۔ ہاں مجھے معلوم ہی نہیں نے اُس محاربہ میں اس قیامت میں آپ کو دیکھا ہے اس لئے مجھے معلوم ہی ہے۔ سب میری آنکھوں کے سامنے ہی ہمارے فوج پر حملہ کرنے والی فوج میرے خیمہ کی طرف آئی تھی۔ اس وقت نیزوں کی بارش شروع ہوئی۔ سب پاہیوں میں سے ایک کا سر دوسرے کے تنے سے ٹکرا رہا تھا اور وہ میرے خیمہ کے گرد چکر کھا رہا تھا۔ میں ہر دقیقہ میں عزرائیل کا انتظار کر رہی تھی کہ سامنے سے ایک گرد پیدا ہوئی۔ گودہ مجھ سے ابھی کئی سو قدم کے فاصلہ پر ہی تھی کہ تیز ہوا آئی اور اُس نے فضا کو صاف کر دیا۔ گرد چھٹ گئی۔ میں کیا دیکھتی ہوں کہ اس سیاہ گرد کے بادل سے ایک چاند چاند نہیں ایک گل چہرہ انسان شامل فرشتہ نکلا، ایک فرشتہ جس نے گو انسان کی شکل اختیار کر رکھی تھی پھر بھی اس کا فرشتہ پن اُس کے بشرے سے عیاں تھا میں اپنی آنکھیں اس کے جمال سے ہٹانہ سکی۔ بے خودی کے عالم میں حیراں رہ گئی۔ میں اُس کے طرز اس کے طور اس کی ادا کو دیکھ رہی تھی۔ میں اس قدر مبہوت تھی کہ خیمہ میں کشتوں کا خون بہا تو میرے پاؤں تک آیا اور میرے دامنوں کو بھگو دیا۔ پھر بھی مجھے کچھ خبر نہ ہوئی۔ یہ ایک آپ میری سامنے سے غائب ہو گئے میں اپنے حال کو بھول گئی اور آپ کی جستجو کرنے لگی۔ میں چاروں طرف نظر دوڑا رہی تھی کہ میرے کابو میں ایک دل فریب آواز آئی۔ آپ نے میرے پاس آکر میرے

تختِ رِواں کے لئے حکم دیا تھا۔ میں نے آپ کے جمالِ جہاں آرا کو دیکھا اور بے ہوش ہو گئی۔ مجھ میں اتنی تاب بھی نہ رہی کہ اپنے ہونٹوں کو ہلا کر شکریہ کا ایک لفظ آپ سے کہوں۔ ہمارے درمیان میں چار پانچ قدم کا فاصلہ ہی تھا نا؟ اگر اس وقت آپ مجھ پر ایک تیر حلاوتے تو یقین مانے آپ کی محبت سے پہلے دل میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پھر بھی کہنے کو آپ کہتے ہیں آپ نے مجھے قیدی نہیں کیا تھا؟ کون کنیز، میری طرح آپ کی کنیزی کرے گی؟

جلال الدین (چھیڑ کر) آزاد ہونا چاہتی ہو؟

نیرہ۔ اللہ مجھے آپ کا اسیر رکھے۔ میں نے عمر بھر میں اس خیال سے کہ میں آپ کو زرا ہنداؤں اک زاسی چھیڑ کی، آپ اُس کے مقابلے میں مجھے رُلانا چاہتے ہیں۔

مجلس دوم

نیرہ۔ جلال الدین قطب الدین

قطب الدین۔ اماں جان آپ کی آنکھوں میں کیوں آنسو بھرے ہیں۔ اگر میں کبھی روتا ہوں تو آپ ناراض ہوتی ہیں۔ کیا دنیا ایسی بدل گئی کہ مائیں روئیں اور اُن کے بچے انھیں تسلی دینے کے لئے ان کے آنسو پونچھنے کی کوشش کریں۔

نیرہ - میری آنکھوں میں آنسو ہیں؟ آنکھوں میں مٹی پڑ گئی ہوگی۔ برا نکھ جس سے
 پانی نکلے روتی نہیں۔ ہاں میرے شیر بچے۔ باہر جاؤ۔ کھیلو۔ تیر پھینکو۔ اپنی چھوٹی
 تلوار سے وار کرو۔ شعر پڑھو۔ غرض کہ کھیلو دل بھلاؤ۔ یہاں تم دق ہو گے۔
 قطب الدین۔ اپنے بادشاہ اپنے باپ اور ماں کے پاس ہوں۔ کیوں دق
 ہوں (قطب الدین باہر جاتا ہی)

جلال الدین۔ کوئی مذاق کی دل بھلانے کی بات بھی نہیں کہتیں۔
 نیرہ۔ اس طرح دُور دُور رہ کر بھی مذاق ہوا کرتا ہی؟
 جلال۔ تمہارے چہرے پر تو مُردنی چھا گئی۔ میری رُوح۔ میری جان سے
 پیاری! دُنیا میں تم سے ہٹنا تم سے جدا ہونے کی خواہش کرنا کیا میرے لئے ممکن
 ہی؟ سدا ایسے تو ہمت ایسے خیالات میں مبتلا نہ ہو۔ اپنے ہی دل سے پوچھو اپنے
 ہی ضمیر سے دریافت کرو۔

نیرہ۔ سچ کہتی ہوں۔ قسم دیتے ہوئے ڈرتی ہوں اگر جھوٹ کہوں تو خدا میری
 محبت کی مجھے سزا دے۔ آپ کا حال دیکھ کر میرے دل میں سینکڑوں قسم کے وہموں
 کا گزر ہوتا ہی مگر میرا دل ابھی تک اس بات کا قائل نہیں کہ آپ مجھ سے اُکتا گئے ہیں
 اللہ نے آپ کو اپنے جمال سے متعلیٰ کیا ہی۔ اور اگرچہ آپ کو اپنا بندہ پیدا کیا ہے لیکن

ایسا پیدا کیا ہو کہ اگر مجھ سی آپ کو دیکھیں تو آفتاب کو چھوڑ کر آپ کی پرستش کریں اور اس اپنے بندے کو مجھے غایت کیا۔ میں اس اللہ کی درگاہ میں التجا کرتی ہوں جس نے انسان سے عاجز مخلوق میں ”جلال“ جیسا وجود عالی پیدا کیا۔ اور اس عالی وجود کے دل میں مجھ جیسی بے قیمت چیز کی محبت ڈالی اور جس طرح کانٹوں میں اور مٹی میں پھول پیدا کرتا ہے اس طرح مجھ میں سے قطب الدین سا فرشتہ پیدا کیا۔ اس اللہ کی درگاہ میں اس کی عظمت اور قدرت کا واسطہ دے کر التجا کرتی ہوں کہ مجھے جلال کی محبت سے مایوس اس کے التفات سے محروم نہ کرے۔

جلال الدین۔ نیرہ! کیسی حزیں دعا کر رہی ہو۔ تم نے مجھے بھی اپنا جیسا کر لیا اگر قطب الدین اس وقت مجھے دیکھے تو یہی خیال کرے میں بھی رو رہا ہوں جس وقت میرے والد نے سلطنت اپنے ہاتھ سے کھوئی اس وقت بھی میری آنکھیں اس قدر غم آلود نہ ہوتی تھیں۔

نیرہ۔ آہ یہ سلطنت! آپ کی نظروں میں تو سوائے سلطنت کے کسی چیز کی قدر و قیمت نہیں۔ آپ کی پادشاہت نہیں آپ کی پادشاہت کی امید خطرہ میں پڑ گئی ہے بس اب دنیا میں چاہنے کے قابل کوئی چیز آپ کو نظر نہیں آتی۔

جلال الدین۔ تم کیسی نادان ہو۔ کیا میں اپنے لئے افسوس کر رہا ہوں؟

کیا میں بادشاہت کرنے کے لئے اس کا محتاج ہوں کہ اپنے باپ سے وراثت میں ملک حاصل کروں؟ کیا وہ تلوار جس نے میرے آبا و اجداد کو سلطنت دلوائی میرے ہاتھ میں آکر کچھ کام نہ کرے گی؟ کیا میں اس کا بھی اقتدار نہیں رکھتا کہ کم سے کم اتنا ملک حاصل کر سکوں جتنا میرے والد کے پاس ہے جنہوں نے دشمن کا منہ دیکھے بغیر خوف میں ایسی ہمارت ظاہر کی کہ دنیا میں رہ کر عدم کا سا ایک گوشہ اپنے لئے پیدا کر لیا؟ ان کا ملک پادشاہت کے لئے کافی ہو گا یا اپنی پیاری نیرہ کی قسم جس کے ناخن کے برابر میں دنیا کی قیمت نہیں سمجھتا، جلال کے ہاتھ میں تلوار ہو اس کے سینہ پر زہر چمکتا ہو اور وہ دنیا کے کسی حصے میں جائے انشاء اللہ وہ اپنے لئے ایک سلطنت پیدا کر لے گا۔ اور پیدا نہ بھی کر سکے تو دولت شہادت تو ضرور حاصل کر لے گا۔ میں جس بات کے غائب ہونے کا بےخ کر رہا ہوں اس کا دوبارہ حاصل ہونا مشکل ہے۔ وہ سلطنت ہاتھ سے گئی جواب دوبارہ نہیں مل سکتی۔ اس کے سبب، اس کے بےخ کی وجہ سے ماتمی لباس، انہیں نہیں کفن پہنے جنازہ کی طرح پھرتا ہوں۔ آہ میرے خاندان کی ناموس برباد ہو گئی۔ تمہیں کچھ خبر ہے۔ ظلم کی آگ نے اقبالیم دنیا کو جلا رکھا ہے اور اس کا دھواں آسمان تک سر اٹھا رہا ہے۔ دشمن کی تلوار مردوں پر، عورتوں پر، بڈھوں پر، بچوں پر چل رہی ہے۔ شہیدوں کا خون زمین کے

سب سے نیچے طبقے تک پہنچ گیا ہے۔ دشمن کے اور ہمارے درمیان صرف اس قدر فاصلہ ہے کہ ہوا یہاں تک انسان کے لاشوں کی اور انسان کے جلنے کی بولار ہی ہے زمین سے اگر سُنو تو میتوں کی فریاد سنائی دیتی ہے پانی میں اگر دیکھو تو شہیدوں کا خون نظر آتا ہے۔ آج دُنیا میں جس قدر کمالات جس قدر بدائع ہیں وہ عربِ عجم میں جمع ہو گئے تھے۔ لیکن جہالت اور وحشت اور ظلم سے بھرا ہوا ایک خنزیر انسان کے چھ ہزار سال کے مُردِ حیات کو بالکل محو کر کے اس کی جگہ انسانوں کی کھوپڑیوں سے بنے ہوئے تو دوں اور مظلوموں کے خون سے لکھے ہوئے مرثیوں کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑنا چاہتا۔ ہم ان درسگاہوں کے محافظ تھے، مگر اب ان کے بانیوں کی ہزار ہا سال سے مزاروں میں گڑھی ہوئی ہڈیوں کو زمین سے نیچے اضطراب میں لارہی ہیں۔

نیرہ۔ اللہ ہمارے حال پر رحم کرے۔

جلال الدین اللہ سے کس کے لئے رحم چاہتی ہو؟ کیا ہمارے لئے؟ تمہاری دُعا کس طرح مقبول ہو؟ آج کے دن کا سفر سے لے کر مغرب کے آخر تک ہر شخص اپنے اپنے دین میں اللہ کی عبادت کرتا ہے، لیکن آج ایک کتاب جو ایک فاحشہ کے مُردار خون سے پیدا ہوا ہے، اپنے قابلِ نفرت بُہود کو نعوذ باللہ خدا سے زیادہ قابلِ عبادت

سمجھتا ہو اور دنیا سے اللہ کے نام کو محو کر کے اس کی جگہ اپنے ملعون نام کو قائم کرنا اور اللہ کے جتنے عبادت گزار بندے ہیں ان سے اپنی پرستش کرانا چاہتا ہو۔ ہم ان عبادت گاہوں کے مساجد کے دیوار محافظت تھے مگر اب ان کے شکستہ پتھر اور سائیدہ خاک کے برابر بھی کام نہیں آتے، منہ چھپائے ہوئے کونوں میں پڑے ہیں۔

نیرہ۔ خدا کے واسطے چپ رہے۔ آپ کے پہرے کو دیکھ کر میں اس کی دشت اور غضب سے خوف کھاتی ہوں۔ میں بے ہوش ہو جاؤں گی۔

جلال الدین۔ سنو میرے بولنے کا باعث تم ہوئیں وہ آگ جسے میں اپنے سینہ میں چھپانے کی کوشش کر رہا تھا تم نے اسے بھڑکا دیا، اس کے بعد مجھے ضبط نہیں ہو سکتا۔ اسلام پر اس بلا کو لانے والے ہم ہوئے۔ پھر دشمن کو دیکھتے ہی سب پہلے ہم بھاگے پہلی لڑائی تو بیشک ہم لڑے اور اس میں ہم غالب رہے، دشمن نے ہم سے منہ موڑا لیکن گویا تاتار کا سامنا انسان تھا اور اس کی پیٹھ اچل تھی کہ جو نہی ہم نے اُس کی پیٹھ دیکھی ہم نے بھاگنا شروع کر دیا۔

ہزار بار کروڑ ہا انسان جو ہم کو صاحبِ ہمت، صاحبِ کفایت، غیورِ الحاصل

اپنے سے بڑا شمار کرتے تھے، ہمارے قدموں کو اپنے سروں سے اونچا سمجھتے تھے
 ہماری تلواروں کو جانوں سے عزیز رکھتے اور ایک سو سال سے ہماری تلوار
 زمانہ کی ہر قسم کی جھاڑوں کے مقابلہ میں اُن کی حمایت کرتی تھی۔ ایسی رعایا کو ہم
 یہ کہہ کر چھوڑ دیا اور یہ کہتے وقت ہم نہ شرمائے ”دشمن آ رہا ہی ہم بھاگتے ہیں۔
 تمہارے سر جو کچھ پڑے اس کا علاج خود کرنا“ اُس قہار و منتقم حقیقی کے حضور
 میں عبادت کرنے والے جس قدر بندے تھے، اُن سب کے ہلاکت کا سبب ہونا
 اور اپنے پر وبال بچا کے بھاگنا، یہ اخلاق، یہ ہمت ہو؟ ہمارے زمانہ میں جس شخص
 پر انسان کے لفظ کا اطلاق ہو اُن میں سے ننانوے فی صدی کے ناحق خوں یزی کا
 دھبہ ہمارے ماتھے پر ہی، آہ یہ کیسی ذلت ہو تم اپنے ذہن میں اس کا اندازہ کر سکتی
 ہو؟ ہم خدا کے حضور میں نمودوں، فرعونوں کے برابر قابلِ مواخذہ ہوں گے۔
 آئندہ دُنیا میں جس قدر مُسلمان جس قدر انسان پیدا ہوں گے، یزید و شیطان کی
 بجائے ہم پر لعنت بھیجیں گے۔

نیرہ۔ اُف میں نے آپ کو کبھی اس حالت میں نہیں دیکھا بات کرتے وقت
 آپ کے مُنہ سے آگ برس رہی ہو، کیا آپ کے دل میں ملائکہ آتش بیٹھے ہوئے ہیں؟
 چنگیز کے حملے میں آپ کا کیا دخل ہو۔

جلال الدین - میرا گرزہ برابر بھی دخل ہوتا، اور چنگیز کو دست بستہ میرے سامنے بھی لاتے تو میں اُسے چھوڑ کر اپنے تئیں قتل کرتا افسوس کہ اس حملہ کا باعث میرے والد ہوئے ہیں۔ اس سب کا وہی باعث ہوئے اور پھر میں کچھ نہیں کر سکتا کہ وہ میرے باپ میرے بادشاہ ہیں۔ اُن کی والدہ شہزادہ کی بڑھیا ہو کر ملک کی حفاظت کر رہی ہیں اور یہ پینتالیس برس کے جوان ہو کر ایک قزاق سے جس کا نام نکل گیا ہے، ایک درندہ جانور سے جو نہایت غلیظ سندھ اس میں پیدا ہوا ہے۔ اس طرح بھاگ رہے ہیں گویا وہ آسمان سے اُتری ہوئی قضاے مبرم ہے۔ اور اُنہوں نے اپنے تئیں ایک ایسے تنہا گوشہ میں لاکے چھپا دیا ہے جس میں جب کہ دُنیا پیدا ہوئی انسان کا قدم نہیں پڑا، اور یہ خیال کیا کہ اپنی جان بچانے کے لئے ایک ایسی جگہ چھپنا جو قبر کی سی تنہائی رکھتی ہو بہتر ہو اگر کہیں برق صاعقہ خوف نہ ہوتا تو وہ آسمان پر چلے جاتے، آہ خود بھی بھاگے اور مجھے بھی اپنے ساتھ گھسیٹ لائے کیا کروں میرے والد ہیں بادشاہ ہیں، دونوں وہوں سے اُن کی اطاعت کے لئے مجبور ہوں، ورنہ لڑائی شروع ہوتے وقت حکم میرے ہاتھ میں ہوتا تو خدا عظیم ہی کہ اب سرحد سے کئی گھنٹوں کے فاصلے پر پہنچے پڑے ہیں اس وقت اس سے دُکنا آگے ہوتے۔

نیرہ۔ آہ آپ کے ذہن میں تو ملک فتح کرنے کے سوا کوئی فکر ہی نہیں سماتا
 کاشٹے ہم اس خمیہ کے آدھے کے برابر ایک جھونپڑے میں ہوتے تاکہ آپ کا فکر
 اس قدر وسیع، نیرادل اس قدر تنگ نہ ہوتا۔

جلال الدین۔ کاشٹے کاشٹے! اس وسیع دنیا میں تیرے دل کا بندہ ہوں
 لیکن کیا کروں جس گھر میں پیدا اس میں میرا گوارہ کئی سلطنتوں کے تختوں کے
 ٹکڑوں سے جنھیں میرے آباؤ اجداد نے اپنے قدموں سے توڑا تھا بنایا گیا تھا،
 میری نیرہ ہم نے اللہ کی طرف سے جو عنایت، خلق کی طرف سے جو اطاعت دیکھی تھی
 اس کا اقتضایہ تھا کہ ہم اللہ کے لئے اور اس کی مخلوق کے لئے جان قربان کر دیتے
 مگر ہم ایک جاذا ربّت بنے بیٹھے ہیں، نعوذ باللہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ خدا کی قدرت پر
 غلبہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ خدا کے خوف کو چھوڑ کر جنگیر کے خوف میں مبتلا ہو رہے
 ہیں اور اس قبر میں اپنے تئیں دفن کر کے جہنم کے دروازے کے کھلنے کا انتظار
 کر رہی ہیں، نیرہ رو اچھی طرح رو تیرا حلال رحم کا سزاوار ہے۔ کاشٹے اللہ نے جس وقت
 مجھے اس دُنیا میں بھیجا اُسی وقت جہنم میں ڈال دیا ہوتا، شاید وہاں کا عذاب
 اُس اذیت سے جو میری رُوح اس وقت برداشت کر رہی ہو۔ آسان ہوتا۔

مجلس سوم

جلال الدین۔ نیزہ قطب الدین

قطب الدین۔ دادا جان ہوا خوری سے واپس آ رہے ہیں۔ اسی طرف کو
نُج ہے۔

جلال الدین۔ آئیں۔ میں مجبور ہوں میں انھیں نامرد کا دل رکھنے والا مرد
کہوں گا یا شاہیں کے انڈے سے نکلی ہوئی فاختہ۔ وہ مجھے وطن و ملت کی خدمت
سے منع کرتے ہیں میں بھی غالباً ان کی اطاعت سے انکار کرنے کے لئے مجبور ہو جاؤں گا۔

(محمد علاء الدین داخل ہوتا ہے)

علاء الدین۔ یہ تم دونوں کا کیا حال ہے۔ ایک کی آنکھوں سے برسات
کی جھڑی لگی ہوئی ہے، دوسرے کی چہرے سے سجلیاں چمک رہی ہیں۔

جلال الدین۔ اس سے آپ کو تعجب ہوتا ہے؟ آپ کے طفیل میں جو خون
بے جھونک آگ سے جلائے گئے، یہ اُس کی یاد میں، وہ اُس کے برنج میں ہے۔

علاء الدین۔ جب تم یہاں آئے ہو، اشارہ سے کنایہ سے مجھ پر اعتراض
ہی کرتے رہتے ہو۔ ناق و ہدف تعریف ہونا ہر بد بخت کے نصیب میں ہوتا ہے

یہ خیال کر کے میں خاموش رہتا تھا۔ زمانہ جو چاہے کرے۔ دنیا کے کلمے کو میں حقارت کی نظر سے بھی جواب دینے کے قابل نہیں سمجھتا لیکن تم ذمی نعم انسان ہو۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ میری طرف سے غلط خیالات اپنے دل میں رکھو۔ اچھا کہو میرے متعلق کیا کہنا چاہتے ہو؟ میرا کیا تصور ہے۔

جلال الدین سبجان اللہ۔ آپ چاہتے ہیں کہ میں بے ادبی پر مجبور جاؤں درندہ جانوروں کا ایک گروہ جو اپنے ہاتھ سے تراشے پتھروں کی پرستش کرتا ہے؟ موحہدوں کو زمین میں دفن کرنے تو حید کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کر رہا ہے ہمارے مسجدوں میں گھوٹے باندھ رہا ہے، وہ اس قدر شراب لٹٹھا رہا ہے کہ ہمارے شہیدوں کے خون آلود کفنوں کو بھی ترک کر دیا، وہ شخص جو ان ملکوں کا بادشاہ ہے، جس نے ایک وقت میں اسفندیار اور دیشیرغز نومی بنو جیسے بادشاہوں کو جہانگیر کا لقب دلوایا، جو شخص کہ دنیا میں اس وقت سب سے بڑا بادشاہ تھا اسلام و انسانیت کا سب سے بڑا المجا و مادی تھا وہ آسمان کو لوح محفوظ، بنجیوں کو ہاتھبند خیال کرتا ہے۔ اور عماد الملک جیسے آدمی کو صلاح کا رقرار دیتا ہے جس کا خون اقلمی شراب سے بنا ہے اور جس کا ذہن وزارت کی شکل میں سلطنت کرنے کی ہوس سے بھرا ہوا ہے یہ بادشاہ اس شخص کی صلاح پر عمل کر کے ایسے گوشہ میں آپرٹا ہے جیسے

اگر یہ کہا جائے کہ عالم عدم نے وجود کی شکل اختیار کر لی ہے تو بجا نہ ہوگا، ایسا گوشہ کہ شیطان جو اپنے افعال سے شرمندہ نہیں ہوتا اگر اپنے تئیں انسانوں اور فرشتوں کی نظروں سے چھپانا چاہتا تو شاید یہی جگہ اُس کے خیال میں آتی، اب بھی آپ اپنا تصور تجھ سے پوچھتے ہیں۔

علاء الدین۔ یہ کام کہ ہر سخومی کی بات کا یقین کیا جائے۔ آسمان میں جو تارا نظر آئے اُسے تو بہ تو بہ خلاق عالم تصور کیا جائے، چنگیز ہی کے ہیں تو یا تلووار یا کتاب میں مشغول رہ کر اس عمر کو پہنچا، علم اور تجربہ سے یہ یقین رکھتا ہوں کہ ہماری اوپر اللہ کے سوا دنیا پر حکم چلانے والی کوئی قوت اور نہیں ہے، معصم کی عمو دیہ کی لڑائی ابو تمام کا تبریک نامہ بھی میں نہیں بھولا ہوں۔

جلال الدین لیکن۔۔۔

علاء الدین۔ مجھے فقرہ تو ختم کرنے دو پھر بولنا تم خیال کرتے ہو کہ میں یہاں اس لئے آیا کہ میں نے عماد الملک کی ہڈیاں آمیز راؤں پر عمل کیا، تم میری اولاد میں سب سے بڑے بزمیرے ولی عہد ہو، تمہیں میں نے اس قابل دیکھا کہ کسی وقت اپنے سے جدا نہ کیا، لیکن عماد الملک کو اپنے بیٹے کی خدمتگاری سے زیادہ قابل نہ سمجھا۔ اب تک میں نے ہر کام میں تمہاری رائے کو دخل دیا ہے اس علم کے باوجود تم کہتے ہو

کہ میں اُس کی رائے کا تابع ہوں؟
 قطب الدین۔ دادا جان! اگر یہ بات ہو تو آپ ہمیں یہاں کیوں لائے؟
 کیا موت سے ڈر گئے؟

نیرہ۔ قطب الدین باپ رہ بادشاہ کے سامنے بات میں دخل دینے کی
 تیری کیا مجال ہے۔

علاء الدین (نیرہ سے) بولنے بھی دو اُس کے باپ کے ذہن میں جو خیالات
 پوشیدہ ہیں اُن کا عکس بچہ کے دل میں ہوتا ہے، اور وہ اس کی زبان سے نکلتے ہیں
 (جلال سے) تم کس بنا پر بزدلی کا الزام مرے سر پر لگاتے ہو؟

جلال الدین۔ لڑائی سے بھاگنے والوں کی اور کس طرح توصیف کروں۔
 علاء الدین۔ کیا میں ہی وہ نہ تھا جس نے غوریوں سے خراسان کو چھڑا سنا
 وقت شاد بادشاہ کے خندق میں سب سے پہلے گھوڑا ڈالا، سب سے اول اس کے قلعہ کے
 برج پر اپنا علم گاڑا۔ تمہاری عمر اس وقت قطب الدین کی عمر سے کچھ زیادہ تھی، تمہیں
 ضرور یاد ہو گا خراسان کی دوسری لڑائی کو بھول گئے؟ اس مہم کو میں نے ہی سر
 کیا تھا۔ قرہ خطا کو اس طرح میں نے پامال کیا، جس طرح کوئی سرجس پر کبلی گرے زمین پر
 آپڑے۔ میں جس وقت اس پر یورش کرتا جا رہا تھا تو تم میں سے کسی کو اس سے

زیادہ وقت نہ ملتا تھا کہ مجھے خطرہ میں نہ پڑنے دینے کے لئے میرے گھوڑے کے سمنوں کی خاک کے پیچھے پیچھے دوڑے۔ اس عظیم الشان فتح کی تاثیر اب تک تمہارے چہرے سے ظاہر ہوتی ہی میں نے فیروز کوہ جیسے، غزنین جیسے مقامات کو فتح کیا کوہ قاف کے لوگوں کو فتح کیا جنھیں لوگ جن خیال کرتے تھے۔ اس فتح کی ثمرت خود چنگیز کی زبان پر بھی ہے۔ میں کہاں کہاں کا ذکر کروں۔

جلال الدین۔ اگر ذکر کرنے سے آپ کی زبان نہ تھکے تو سب کو گنائیے۔ آپ وہ تھے جنھوں نے بائیس سال کے عرصہ میں خوب خوب تیغ آزمائی کی تھی، چالیس پچاس لڑائیاں جیتی تھیں، کہیں کہیں ہزیمت کا منہ بھی دیکھا تھا۔ عرض کہ آپ تلخ و شیریں تجربہ رکھنے والے ایک جہانگیر تھے۔ یکایک آپ نے اپنے وطن، اپنے ملک، اپنے ناموں، اپنے دین کو آتش میں، ایک درندہ جانور کے منہ میں، دشمن کے پاؤں کے نیچے اور شیطان کے ہاتھ میں ڈے دیا اور ایک شکست خوردہ فوج کے مقابلے سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ انسانوں سے معمور آدھی دنیا کی ہلاکت کا سبب ہوئے۔

علاء الدین۔ اپنی واہمی تباہی باتوں پر خود ہی غور کرو۔ کیا تم مجھے بالکل فائر لٹھل سمجھتے ہو کہ یہ خیال کرتے ہو کہ میں نے منجھوں کی باتوں پر عوام و الملک کی ہفوات پر یقین کیا، ایک شکست خوردہ فوج سے بھاگ کھڑا ہوا۔ کیا تمھیں خبر نہیں

کہ عساکر تار تار تنے تھے کہ اگر اپنے ہاتھوں کی قیچوں ہی کو ہمارے قلعوں کی خندقوں میں ڈال دیتے تو وہ بھر جاتیں۔ ہماری فوج پچاس ہزار کے لگ بھگ ہو گئی پھر ہی اُس نے وہ خوں ریزی کی کہ ہمارے گھوڑے گھٹنوں گھٹنوں تک خون کے کیچڑ میں گھس گئے تھے۔

جلال الدین۔ کاشکے گھوڑوں کے ساتھ ہم بھی زمین میں دھس جاتے۔
 علاء الدین۔ انسان سے کیا ہو سکتا ہے۔ اللہ نے ہی مقدر کیا تھا کہ بہت ملک تباہ ہوں لا تعداد انسان مارے جائیں۔ زلزلہ اور طاعون کی طرح اس نے یکایک چنگیز کو پیدا کر دیا۔ اس قصائے مہر کے مقابلے میں سب سے اول ہم لا ڈالے گئے۔
 جلال الدین۔ یا اٹھی تو مجھے صبر عطا کر میں پاگل ہو جاؤں گا۔ اگر آپ کا یہ خیال تھا تو آپ نے تار سے جنگ ہی کیوں کی اسلام کے حق میں آپ کا کیا قصدا؟
 علاء الدین۔ خدا کے بندوں کے حق میں (میرے حق میں نہیں) بغداد کے خاں کا سو قصد تھا۔ میں نے چنگیز پر ابدانہ کی۔ مغلوں کی طرف سے غارتخاں کو جو تاجراتے چنگیز نے جو لپٹی میرے پاس بھیجے۔ یہ سب کے سب جاسوس تھے۔ اس نے انہیں قتل کرایا۔ اگر میں انہیں قتل نہ بھی کراتا۔ تو چنگیز کسی دوسرے بہانے مجھ پر حملہ کرتا۔ ناصر بھی اپنے تئیں سایہ خدا۔ یہی نہیں بلکہ خدا کی ایک مثال مشخص کہ

منوانا چاہتا ہو اور یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں جتنے مسلمان ہیں سب اسی عقیدہ کے ساتھ اس کی پرستش کریں۔ وہ یہ خیال کرتا ہو کہ انسان اس لئے پیدا ہوا ہے کہ غلاموں کی طرح اس کی سفاہت کے کام میں آئیں۔ نعوذ باللہ۔ اسلام اس لئے دنیا میں آیا ہے کہ ساری دنیا سے خدا کی عظمت کے سوا سجدہ کرانے میں اس کے ساتھ رعایت کی، مگر توبہ توبہ وہ رعایت عبادت کے درجہ تک نہ تھی میری ذات سے انتقام لینے کے لئے اس نے محمدؐ کو واسطہ قرار دیا اور چنگیز جیسے قہر آلود کو خلق خدا پر مستط کر دیا۔ سمجھے؟

جلال الدین سُبْحان اللہ! اگر چنگیز، ناصر کی تحریک سے ہم پر حملہ آور ہوا تو بھی اس سے فرار کرنا کس طرح لازم آتا ہے۔ کیا ہماری سلطنت، ناصر کی مدد سے قائم تھی۔ اگر اب بھی ہم یہاں سے اٹھ کھڑے ہوں تو مجھے یقین ہے کہ ہم اپنے جھنڈے کے نیچے اس قدر فوج جمع کر سکتے ہیں جو اس وسیع دنیا کو فتح کرنے کے لئے کافی ہوگی۔

علاء الدین۔ ہاں! ہم ایک دستہ فوج جمع کر سکیں گے۔ فرض کرو کہ ہمارا خیال صحیح ہے، ہم فوج جمع بھی کر سکتے تو کیا آپ کے یہ مٹھی بھر ہمارے لاکھوں تاتاریوں کا مقابلہ کر سکیں گے سوچو تو ہمارے سپاہی، ہمارے افسر، ہمیں مرتد و مٹرو دیا

کرتے ہیں۔ چوں کہ ناصر کو ایک ایسا مبعود سمجھ لیا گیا ہے جو زمین پر نازل ہو گیا ہے
 لہذا خود ہماری رعایا ہمیں جنگیر سے بھی زیادہ ملعون خیال کرتی ہیں اس واقعہ کو کچھ
 زیادہ دن نہیں گزرے۔ ہمارے افسروں میں سے آوے، فوج سے بھاگ کر دشمن
 کے جھنڈے کے نیچے چلے گئے۔ اور ان سب کا سر دار کون تھا ”بدر الدین“ وہ بدلتا
 کہ اگر اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں تو اس کے اندر سے سوائے ہمارے نمک
 اور ہماری نعمت کے اور کچھ نہ نکلے گا۔ کتابھی اُس آدمی سے بے وفائی نہیں کرتا جو اُسے
 روٹی کا ٹکڑا دیتا ہے۔ بخشنہ ریہی اُس درخت کو اپنے دانتوں سے نہیں اکھاڑتا جس کے
 سایہ تلے وہ آرام لیتا ہے۔ مگر یہ لوگ اپنے ہی وطن اپنے ہی ملک پر کلہاڑی لے کر
 دوڑے، باقی جو رہی اُنھوں نے زخم خوردہ فوج کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ اور
 وہ اس طرح زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ ہر ایک کے ذہن میں ہر ایک دل میں خود غنائی
 کے ادعا کے سوا اور کچھ نہیں۔

میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں زندہ ہی ہوں اور تمہارے بھائیوں نے میری
 میراث آپس میں تقسیم کر لی۔ اگر میں یہاں سے نکل کے جاؤں اور ان تک پہنچوں تو وہ مجھے
 اس طرح حیرت سے دیکھیں گے۔ گویا میں قبر سے نکل کھڑا ہوں۔ ناصر دشمن اسلام،
 ممالک اسلام کے پادشاہ خود اولاد و اقربا حریص، امر اخا، فوج غافل، اور رعیت

عاجز کیا ان ہتھیاروں سے صرف تجھ کو ساتھ ساتھ لے کر میں چنگیز خان کا مقابلہ کروں جس کے پاس لاکھوں سپاہیوں سے معمولی سیوں مکمل فوجیں ہیں؟

جلال الدین - واہمہ نے آپ کے ذہن و فکر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس لئے آپ بدھ نظر ڈالتے ہیں آپ کو مصیبت اور خیانت دکھا دیتی ہے۔ اگر آپ چنگیز کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تو کیا اس کے مقابلہ میں اپنی شایان شان موت بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ ایک شاہانہ مزار۔ اس ممکن مذلت سے کیا بہتر نہیں ہے؟

علاء الدین - شاہانہ مزار کیسا۔ اگر میں لڑائی کے لئے مخلوب تو وہ مجھے خود پکڑ کے تالیوں کے سپرد کر دیں گے۔ میں برس سے۔ یہ سرد دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کا تاج بھر پور اٹھلے ہوئے ہے۔ اب چنگیز کے ٹھوکر کھانے کے لئے نہیں ہو سکتا۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ اس ناصر کو جو اس لائق ہے کہ اپنے ہی انہوں میں اپنے ہی خون میں غرق کیا جائے۔ یہ موقع دوں کہ میرا حال دیکھ کر خوشی کے مارے ہنستے ہنستے مر جائے۔

جلال الدین - میں اس حکیم مطلق اور قہار منقسم کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے ہماری سلطنت کو آپ کے وجود سے ذیل کیا ہے۔ یہ بہتر ہے کہ آپ کے سر کو چنگیز ٹھکرا بہ نسبت اس کے کہ آپ کا سر لاکھوں مومنوں کے ناحق خون کے وبال کا بوجھ اٹھا

آپ کو یہ خیال تو آتا ہی کہ اگر آپ لڑائی کے میدان میں جائیں گے تو آپ کو ایک شاہانہ مزار نصیب نہ ہوگا۔ آپ کی نظروں میں یہ تصویر بھی پھر جاتی ہے کہ اگر آپ چلنے کے ہاتھوں میں پڑ گئے تو بعد ا میں بیٹھا ہوا ناصر آپ کی حالت پر ہمتہ لگائے گا۔ مگر یہ تو سوچئے کہ اگر آپ یہاں رہے تو یہاں کی مٹی میں آپ کو ایک مزار بھی نصیب نہ ہوگا۔ اللہ کا دست قدرت یہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ اور وہ آپ کو ناصر کی نظروں ہی میں نہیں بلکہ قیامت تک شرق و غرب میں جس قدر انسان پیدا ہوں گے ان سب کی نظروں میں ذلیل کر سکتا ہے۔ کبھی آپ کا ذہن اس طرف بھی منتقل ہوا ہے۔

علاء الدین۔ تو نے یہ گستاخی کب سے سیکھی ؟

جلال الدین جس وقت سے کہ آپ نے عمدہ پدری چھوڑا۔

علاء الدین۔ یہ کس طرح ؟

جلال الدین۔ کیسے اُسے بھی باپ کہا جاسکتا ہے جو خدا کے بندوں کو دشمن کی تلوار اور غزرائیل کے پتھر میں سپرد کر کے خود حدود دشمن سے ہیمنوں کی راہ دور بھاگ جائے جو تین تین چار چار برس کے لڑکوں اور لڑکیوں کو وہاں چھوڑ کر جہاں تاتاری جانوروں کا پتھر سب سے پہلے انھیں پر پڑے۔ خود اپنی جان بچانے کے لئے ایک ایسے جزیرہ میں چھپ کر آبیٹھے جس پر نظرِ اصل بھی مشکل سے

پڑے۔ اب آپ کا منہ اس قابل نہیں کہ کسی کو دکھائیں چھ ہزار برس۔ سے اس
 وسیع دنیا میں جس قدر ذلیل انسان پیدا ہوئے۔ ذلت و خواری میں آپ نے
 ان سب پر فوقیت حاصل کی۔ میں اس نامردی سے بیزار ہوں۔ خدا شاہد ہو
 کہ بیزار ہوں۔

مجھ پر آپ کی اطاعت کیوں فرض ہو۔ آپ نے اپنی اولاد اور خدا کے
 بندوں کے حقوق کی جو اپنی اولاد سے زیادہ آپ کو عزیز ہونے چاہیے تھے۔
 کون سی رعایت کی کہ میں آپ کی اقتدا کروں اور آپ کے حق پد رمی کا خیال
 کروں اگر آپ اس وقت یہاں سے اٹھ کر دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلیں تو آپ کا
 پہلا سپاہی میں ہوں گا۔ ایک لمحہ کے لئے آپ سے جدا گا نہ ہوں گا۔ فرض کیجئے کہ
 ہمارے ساتھی ہمارا ساتھ چھوڑ دیں۔ ہم مغلوب ہو جائیں۔ تو بھی ہم ایک دوسرے
 سے علیحدہ نہ ہوں۔ آپ میری پشت پناہ ہوں۔ میں آپ کے قدموں میں رہوں۔
 ہم دونوں اپنی تلوار پر تکیہ کر کے شہید ہوں پھر نہ دنیا میں اسیر ہوئے کا خوف
 رہے اور نہ عاقبت میں ذلیل ہونے کا۔

علاء الدین۔ کیا شاعرانہ خیال ہو!

جلال الدین۔ خیال نہیں! حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ جو میں کہہ رہا ہوں

وہ اس قدر صحیح ہے جیسی لوح محفوظ کی تحریر۔ اگر آپ میری باتوں پر کان نہ دھریں گے تو میں تنہا جاؤں گا۔ لیکن اپنے باپ کے مقابلہ میں باغی ہو کر قیامت میں اللہ کی عدالت سے میرے لئے جو کچھ فیصلہ ہو اُس کے لئے میں راضی ہوں۔ لیکن دنیا میں قیامت تک ملعون ہونا میں قبول نہیں کر سکتا۔

علاء الدین (نیرہ سے) بیٹی! تم کیوں اس قدر متحیر نظروں سے دیکھ رہی ہو؟ میں نے جو کچھ کہا ہے۔ اس کا ایک ثبوت تو تمہارے سامنے موجود ہے۔ اگر جلال لدا کی باتوں پر اعتبار کیا جائے تو وہ میرے لئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے طیارہ ہے۔ حالانکہ ہوس سلطنت کو بھی قربان نہیں کر سکتا۔ میں مصیبت اور مغلوبیت کی حالت میں ہوں مگر زندہ ہوں۔ مرنے نہیں گیا۔ جلال میراث لینے کے لئے جانا چاہتا ہے۔ اس میراث کو حاصل کرنے کے لئے اپنے اعزاء اور اقربا میں سے ایک ایک کو چن چن کر مار ڈالنے کی کوشش کرے گا۔

جلال الدین - میں؟

علاء الدین - ہاں! تمہارا اگر مقصد حاصل ہو گیا تو اس سے کیا ہتمہ اگر نہ ہوا تو تم یا قرہ قرم کی طرف بھاگو گے یا بغداد کی۔ اور دُنیا پھر یا چنگیز یا ناصر کے دستِ ظلم کے نیچے رہے گی۔ ویران ہونے کے لئے تھوڑے سے مقامات اور باقی ہیں۔

جلال انسانی خون کے سیلاب سے انھیں بھی نیست و نابود کرنا چاہتا ہے۔ اُس کا کیا نقصان ہے خلقت کے نزدیک ملعون کسے جانے کے لئے کیا میں نہیں ہوں۔

جلال الدین خد نے آپ کو کیسا منحوس شکل پیدا کیا ہے۔ آپ کسی کی ذرہ برابر مدد نہیں کرتے اور اس پر یہ خیال کرتے ہیں کہ جو امداد کے طالب ہیں وہ صرف آپ ہی کا منہ تلکتے ہیں۔

سنا ہے چنگیز کی ماں جس دن سے چنگیز کو جنی ایک دفعہ بھی عمر بھر نہ مسکرائی اگر وہ زندہ ہوتی اور آپ کی باتیں سنتی تو مارے ہسنی کے بہوش ہو ہو جاتی۔

علاء الدین۔ تمھیں سب کچھ کہنے کا حق ہے۔ میں اس مصیبت میں ہوں جو دُنیا میں کسی پر نہیں پڑی۔ میری اس مصیبت میں میرا بیٹا مجھ پر ہنس رہا ہے۔ دشمن کیوں نہ ہنسنے۔

جلال الدین۔ آپ چاہتے ہیں میں حدت اور غصہ کے مارے مر جاؤں یہ آپ نے کیا بات کہی کہ جلال آپ کی بات پر ہنستا ہے۔ آپ کی طبیعت میں ذرہ برابر بھی انصاف نہیں رہا۔

مجلس چارم

اشخاص سابق اور قطب الدین

نیرہ قطب الدین سے مخاطب ہو کر تو کیوں منٹ منٹ میں خیمہ میں گھس آتا ہی؟
 قطب الدین۔ ابھی ایک آدمی آیا ہی۔ کتا ہے۔ دادا جان شاہ عالم پناہ کی
 قدمبوسی کروں گا۔ شاید اُسے کچھ ضروری خبریں دینا ہیں۔ کتا ہی۔ امیر اور خان نے
 اُسے بھیجا ہی آپ خفا ہو گئیں۔

علاء الدین۔ آمیری جان، میں جب تک زندہ ہوں کسی کی کیا مجال کہ تجھ پر
 خفا ہو۔ جاؤ بیٹے کہو جو آیا ہی اُسے یہاں بھیج دیں (نیرہ سے مخاطب ہو کر) تم اس قفا
 کے پیچھے چلی جاؤ۔ گو یہ خیمہ دھجیاں ہو گیا ہی پھر بھی ابھی اتنا ہی کہ عورت کو نامحرم کی
 نظر سے بچا سکتا ہی (جلال الدین سے مخاطب ہو کر) شاید یہ شخص تمہیں پادشاہت کا
 بیوہ دینے آیا ہی۔ ہم تو دنیا کی طرف سے مردود و منفور ہیں۔ اپنی بادشاہت کو اپنے
 ہاتھوں چھوڑ بیٹھے۔ ہمارے بعد وہ مسند تمہاری ہی۔ البتہ ہر شخص چاہتا ہی کہ اُس مندر
 بادشاہ حکمرانی کرے۔

جلال الدین جو سلطنت آپ کو اس حال اور اس جزیرہ میں چھوڑ کر حاصل ہو

خدا کی اس پر بیٹکا رہو۔ اے میرے بادشاہ! اس وجہ سے کہ میں اپنی قوم کا عشق رکھتا ہوں، اپنی قوم کی راہ میں اپنی جان فدا کرنا چاہتا ہوں، کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کی ذات اور آپ کی سلطنت کے حق میں خیانت کروں گا۔

مجلس پنجم

اشخاص سابق اور اوزبیک

قطب الدین (داخل ہو کر) بادشاہ عالی جاہ! آپ کا یہ غلام قدم بوسی کے لئے آیا ہے۔

علاء الدین (حیرت سے اپنے دل میں) یہ تو اوزبیک ہے (قطب الدین سے) بیٹے جاؤ۔ کمد و جوگشتی والا انہیں لایا ہے اسے انعام دیا جائے تم بھی اچھی طرح اس سے باتیں کرو (قطب الدین جاتا ہے) (اوزبیک سے) میں نے تجھے رکن الدین کی خدمت میں چھوڑا تھا۔ یہاں تو کیا کر رہا ہے۔

اوزبیک۔ میرے بادشاہ! نہ معلوم حضور کو کیا ہو گیا ہے۔ بائیس سال تک تو حضور کا یہ حال تھا کہ دشمن کی خبر آپ کے ملک تک نہ پہنچنے پاتی تھی کہ آپ کی شمشیر اس کے حلق تک پہنچ جاتی تھی یا اب یہ حال ہے کہ آپ اپنے ملک کی خبر اس

جزیرے میں بٹھیکر سُننا چاہتے ہیں جہاں دشمن کا وہم تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔

علامہ الدین - کیا تو بھی ادب بھول چلا۔

اوزبک - اُس نعمت رزق کی قسم جو میرے سامنے رکھا ہے، میں جس قدر بڑا بی
کروں معذور ہوں میں اپنے ملک کو دیکھ کر آ رہا ہوں۔ جو ملک اس دنیا میں مثبت
شمار کیا جاتا تھا اب وہ ایک عظیم قبرستان ہے۔ اس میں ہڈیوں کے اس قدر ڈھیر
ہیں اور لاشوں کی اتنی بو ہے کہ اس میں سے گزرا نہیں جاتا۔ میں نے اپنے ولی نعمت
زادہ رکن الدین کو بھی دیکھا۔ آہ رکن الدین! وہ حضور کا لڑکا تھا۔ مگر میری جان تھا
حضور نے صرف اس کی خوشیاں دیکھیں! مگر اس کا برنج میں نے سہا حضور کی تو
ادبھی اولاد ہی مگر میرے لئے تو صرف ایک شہزادہ رکن الدین تھا۔ آہ باطلوں نے
اُسے بھی میری آنکھوں کے سامنے شہید کر ڈالا۔

علامہ الدین - کیا خوب نمک حلال نوکر ہے۔ رکن الدین شہید کر ڈالا گیا۔ او
تو اپنے وجود مبارک کو صحیح و سلامت یہاں تک لاکر اس جگہ پاش خبر کو پہنچانے
آیا ہے۔

اوزبک - میرے آقا دبا دشاہ! بغیر تحقیق کے حکم لگا دینا، نہ آپ کی شان
نہ اس موقع کے مال کے شایاں ہے۔ میں اپنے شہزادہ کے بعد اگر زندہ رہا۔ تو اس لئے

زندہ رہا کہ اُن کے حکم کو بجا لاؤں۔ آپ عراق سے نکلے چلے آئے۔ مگر آپ کے ساتھ ہی راحت اور انتظام سلطنت بھی ایک قلم رخصت ہوئی۔ اپنے تئیں کجیا کرنے کی غرض سے ہم سب کرمان پہنچے۔ مگر ہمارے ساتھ ہمارے افسروں نے کوئی بدسلوکی اٹھانہ رکھی تھی۔ ان میں سے ہر اک خبیث، دنیا کی طرح دؤں تھا۔ رنگ بدلتے ہی اُن کے حال میں بھی تبدیلی نظر آنے لگی۔ گویا ہم ساحل تھے اور وہ موجیں، آہستہ آہستہ ہم تک آتے اور پھر ہم کو چھوڑ کر بھاگ جاتے۔ تھوڑی دیر بعد پھر جمع ہو کر ہم سے لپٹتے، اور پھر منتشر ہو جاتے۔ ہم نے دیکھ لیا اور جانچ لیا۔ ہوا چرب قدر اعتبار کیا جاسکتا ہے، اُن پر بھی اتنا ہی بھروسہ کیا جاسکتا تھا۔ ہم نے یہ کہہ کر کہ ”مک خدا تنگ نیست“ پائے مرا انگ نیست، کرمان کو بھی خیر باد کہا۔ اصفہان پہنچے، مگر یہاں قاضی کو بھی ناصر کا طرف دار پایا۔

علاء الدین۔ کاش کہ میرے جسم میں جتنے روئیں ہیں، خدا اتنے چنگیز پیدا کرتا مگر اس ناصر کی بلا کو ہم پر مسلط نہ کرتا۔ قاضی نے تم سب کے کفر کے لئے تم سب کے قتل کا حکم دیا ہو گا؟

اوزبک۔ اصفہان کے لوگوں نے جو ہمارے ساتھ اظہارِ خصومت کیا، وہ ہم نے تاتاریوں سے بھی نہ دیکھا۔ یزید نے اہل بیت کے ساتھ حجاج نے بیت اللہ کے ساتھ

جو کیا وہ ہی ہمارے ساتھ اصفہانیوں نے کیا۔ پھر بھی غلبہ ہمارا ہی تھا۔ لیکن شہزادہ رکن الدین نے کہا ”یہ کتے انسان کی موت کے لائق نہیں۔ ان کی اعانت اور ان کی مملکت ان کا مال اور ان کی جان سب چنانیز کو مبارک ہو۔“ یہ کہہ کے اُس نے اپنے گھوڑے کو ہمیں کیا اور تاتاریوں کو تلاش کرتا ہوا ان کی حدود کی طرف بڑھا۔

غلام الدین :- بیچارہ لڑکا ..

جلال الدین :- تجھ پر میری ہزار جان قربان ہو۔ تو اور کچھ نہ کر سکا لیکن تو نے خاندان کی عزت کی حفاظت کی۔

اوزبک :- رکن الدین پر آپ ہی نہیں کل دنیا فخر کرے گی اگر آپ فیروز کو میں اُس کے ساتھ ہوتے تو آپ دیکھتے۔ اس کی بہادری، اُس کی قہرمانی کس تک پہنچ گئی تھی۔ ہم تین سو ساڑھے تین سو آدمی تھے۔ تاتاری، ہمارے ایک آدمی کے مقابلہ میں تین سو آدمی تھے۔ لیکن ہم چھ مہینہ تک لڑتے رہے۔ ہمارے جموں بچے زخم لگے، ہر اک کے بدلے میں کم سے کم پانچ تاتاریوں کی قربانی ہو گئی۔ مگر آہ! غیرت، کثرت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آخر کار انہوں نے ملک ہم سے چھین لیا۔ مگر تینا رکن الدین سے دو گنہہ تک جنگ رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ غزنیہ اسل

شمشیر بر بہنے لے کر میدان میں آگیا ہی۔ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ ایک کوہ پیکر ملعون، رکن الدین کے ایک نعرہ سے زمین پر گر پڑا۔ اور فی النار و السقر ہوا۔

جلال الدین۔ میرا شیر بھائی۔ میں نے کیسی سخت غلطی کی کہ میں بجائے اپنے باپ کی مصاحبت کے تیرا ایک نفر سپاہی نہ ہوا۔ مجاہدہ دین اور فداکاری وطن و انسانیت کے وقت کیا چھوٹائی اور بڑائی دیکھی جاتی ہے۔ اس سے بڑھکر اور عظمت کیا ہو سکتی ہے کہ انسان حق کی راہ میں جان دینے والوں کی صفِ اوّل میں ہو؟

اوزبک۔ خدا حضور کو سلامت رکھے۔ اگر آپ مرحوم شہزادہ کے ساتھ ہوتے

تو غیرت دین حایت انسانیت، محبت وطن آپ جیسے قہمان سے محروم ہو جاتی۔ اگر فتح ممکن ہوتی تو کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ رکن الدین سا شہزادہ اُسے حاصل نہ کر لیتا تھا۔ میرے آقا اور بادشاہ! خدا جانتا ہے۔ جو شجاعت اُس نے دکھائی وہ اک

بست سالہ نازک شہزادہ کی شجاعت نہ تھی۔ وہ وہ شجاعت تھی کہ علاء الدین جہاں سونہ

نے یا کسی پہلوان نے کسی ہاتھی کے مقابلہ میں بھی کبھی نہیں دکھائی۔ مگر حاصل کیا ہوا

اس کا جسم پتھر اور لوہے کا بنا ہوا تو تھا نہیں۔ وہ جسم نازک چمبیس جگہ زخمی ہوا یہ

کمزور گوشت، یہ ٹوٹنے والی ہڈی، اتنی تلواروں کی کتنے گھسنے متحمل ہو سکتی تھی

کتنا ہی شجاع، کیسا ہی قادر انداز ہو۔ آخر انسان ہی۔ آخر کار اُس خون نے جو اُس کے

زخموں سے فواروں کی طرح نکل رہا تھا۔ اُسے ناپاقت کر کے گرا دیا۔ اور پاؤں چلنے سے اور تلوار کا ٹٹنے سے رہ گئی۔ تاتاریوں نے اُس زخم خوردہ بیتاب و توان شیر کو دیکھ کر شکاری کتوں کی طرح ایک جھنڈ بن کر اس پر حملہ کیا۔ میرا شہزادہ اپنے پاؤں تلے دبا کر تلوار توڑ رہا تھا۔ تاکہ دشمن کے ہاتھ میں اس کی تلوار نہ پڑے کہ اس کے ہر بازو، ہر پاؤں، بلکہ اک اک انگلی پر اک اک دشمن لپٹ گیا۔ اس پر بھی وہ کسی منٹ تک اُن سے لڑتا رہا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تاہی اُسے پکڑ کے مذلت کے ساتھ اپنے سرداروں کے خیموں میں لے گئے۔ آد بچا رہ شہید! آد بد بخت قمران۔

علاء الدین۔ تو کا ہی کو سپاہی ہوا تجھے تو نوحہ گر ہونا چاہیے تھا۔
 اوزبک (گویا اُس نے سنا نہیں) شہزادہ کے فدا یوں میں سے جو ایک شہید نہ ہوئے تھے وہ ۶۵ آدمی تھے یہ فدائی جس طرح سیاہ بادلوں میں بجلی چمکتی پھرتی ہو اس طرح تاتاریوں کے دل باؤل فوج کو پھاڑتے ہوئے میرے گرد جمع ہونا شروع ہوئے۔ ہم قلعہ سے لے کر تاتاریوں کے خیمہ گاہ تک گئے۔ مگر شہزادہ کو بچانہ سکے۔ بچا نکلیا، اُس کے قریب تک نہ پہنچ سکے۔ اُس کے گرد تاتاریوں کے کم سے کم ایک ہزار حلقے تھے۔ ہم ہزار کوششوں سے خیمہ کے

قریب تک پہنچتے تھے شہزادہ کو حکم دیا گیا کہ سرداروں کے سامنے سر نہ اٹھائے
مگر وہ سر اٹھانے میں سے نہ تھا جو جلاؤ کے سامنے جھک جائیں۔ ان کتوں کے
کے ساتھ شہزادہ نے حقارت کے سوا اور کوئی سلوک نہیں کیا۔ ملعونوں نے
جب دیکھا کہ میرا ولی نعمت زادہ اس قدر عالی جناب اور خود وہ اس قدر ذلیل
ہیں تو مارے غصہ کے گویا داء الکلب میں مبتلا ہو گئے۔ اور وہ تاتاری جو اپنے
سرداروں کے حکم بغیر رونی کا ٹکڑا نہ توڑتے تھے سرداروں کے منہ سے ایک
لفظ بھی نکلنے سے پہلے شہزادہ رکن الدین کو دانتوں سے اور پنجوں سے پارچہ
پارچہ کرنے لگے۔

علاء الدین - بیچارہ رکن الدین !

جلال الدین - وہ بے چارہ نہیں تھا۔ ہم بے چارہ ہیں۔ خدا اُس کا مزار

نور سے معمور کرے وہ شہید ہوا۔ ذلیل نہ ہوا۔

اوزبک - وہ شہید ہوا۔ اور کس طرح شہید ہوا۔ عزت و عظمت کے ساتھ شہید ہوا

ہم اس وقت اس کے خیمہ کی رسیوں تک پہنچ گئے تھے، مرحوم نے ہماری فرمائش
سُنیں تو میرے اوپر غصہ سے ایسی عصبانہ نظر ڈالی کہ قریب تھا کہ میں اُس کی دھت
سے بیہوش ہو جاؤں۔ اُسی اُس میں کیسی غیرت، کیسی فداکاری تھی۔ مرحوم دُنیا میں

اپنے لئے نہیں صرف اللہ کے لئے آیا تھا۔ اور اُس نے اللہ کے دین اور عباد اللہ کے حال کے سوا کسی اور خیال کو اپنے ذہن میں نہ آنے دیا۔ اُس کا آخری فقرہ اور آخری حکم یہ تھا: ”ایران میں فوج نہیں تم یہاں بے فائدہ اپنے تئیں تلف کر دو گے اُس دین کی حرمت کا واسطہ جس کی راہ میں شہید ہو رہا ہوں، جاؤ اور ایران کی امداد کو پہنچو۔“

تاتاری، اس خارقہ کے مقابلہ میں معجزہ دیکھے ہوئے منافق کی طرح ساکت و حیرت زدہ رہ گئے۔ وہ تاتاری جو ہماری بلیوں اور کُتوں تک کو زندہ نہ چھوڑتے تھے۔ ایسے بکے ہو گئے کہ اک چھوٹا سا تیرہ بی ہم پر چھوڑنے کی انہیں ہمت نہ ہوئی۔ جان جانا چاہتی تھی۔ مگر فرض بقائے زندگی چاہتا تھا۔ گویا ہم اجل کے پنجہ سے ایک دفعہ چھوٹ کر پھر پھانسی کے میدان میں جا رہے تھے اس طرح نہایت درجہ نا اُمیدی کے ساتھ ہم وہاں سے جدا ہوئے۔

علامہ الدین۔ رکن الدین، رکن الدین، بیچارہ رکن الدین، تو نے دنیا سے نبوہ و فاطمہؑ کی طرف اشارہ کر کے) اس وفا کا ایک نمونہ تو یہ موجود ہے۔ تو نے اپنی قسمت اور دلوں کے نفس واپسین کی وصیت پر کیا خوب عمل کیا۔ وہ تمہیں محافظتِ ایران کے لئے بھیج رہا ہے۔ اور تم یہاں خبر بد کی مژدہ رسانی کر رہے ہو۔

اوزبک۔ انسان کو دنیا کے حال سے اس قدر بے خبر ہونے کے لئے ایسے ہی منزوی گوشہ میں رہنا چاہیے۔ جو دنیا میں ہو کر دنیا سے خارج شمار کیا جائے آپ کو خبر بھی ہے۔ ایک مہینہ ہونے آیا کہ تاتاریوں نے ایران پر قبضہ کر لیا۔

علاء الدین۔ آہ اجلال ! دیکھ جس فوج پر تجھے بہت ناز تھا جن سرداروں پر تجھے بہت بھروسہ تھا انھیں دیکھ۔ ایک شیر جسے ہمیت ناک بُرج کو اس رفیع الشان قلعہ کو جس تک شاہیں کے بازو بھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔ انھوں نے تاتاریوں کے سپرد کر دیا۔ ان نمک حراموں نے اپنے بادشاہ کی ماں اور اولاد کو دشمنوں کے ہاتھ بیچ دیا۔

جلال الدین۔ آپ جیسے بادشاہ کی رعایا البتہ ایسی ہی ہوگی جس رعایا کو آپ نے دشمن کے حوالے کیا، یہ نمونہ دیکھی ہوئی، یہ تربیت پائی ہوئی رعایا، آپ کی والدہ یا آپ کی اولاد کا کیا خیال کرے گی ؟

اوزبک۔ آپ اپنے تئیں گناہ گار کر رہے ہیں۔ غازیوں پر بتان نہ باندھیں انھوں نے آپ کے نفس اور آپ کے قلب سے زیادہ صداقت برتی۔ تاتاریوں نے چاروں طرف سے انھیں گھیر رکھا تھا۔ کھانے پینے کو ان کے پاس کچھ نہ رہا تھا، آسمان سے وہ آگ برس رہی تھی کہ اس کی مانند کبھی دیکھا نہیں گیا۔ قلعہ کے کمنوؤں کا پانی ہم

سوکھ گیا تھا۔ دشمن کی تلوار نے ان کے جسم سے جواعضا کاٹ ڈالے تھے، بیچارے اپنے
 دھمک کھالے۔ اپنے زخموں سے جو خون نکلے وہ ناک پانی لئے اپنی غیرت کو امکان کی
 حد سے بھی آگے پہنچا دیا۔ تب وہ تسلیم ہوئے۔ جس دن قلعہ کو سپرد کیا، اُس دن
 میں ان آدمیوں کے ساتھ جنہیں میں جمع کر سکا خراسان کے دروازہ کے سامنے تھا
 قلعہ سے نکلنے والوں کو میں نے دیکھا ہی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قیامت آگئی ہے۔ اور
 مردے اپنی خشک ہڈیوں اور سُوکھی کھالوں کے ساتھ اپنی قبروں سے نکل رہے
 ہیں۔ نکلنے والوں کی کل تعداد تیس بتیں ہو گئی ان میں سے بھی بہت سے دشمن کے
 کیمپ تک پہنچتے پہنچتے بھوک اور کلیف سے ایک ایک اور دو دو کر کے گرے۔
 اور ہلاک ہو گئے۔ مگر اللہ نے ایک وزیر کو اس لئے بچا رکھا کہ اپنی دو معصوم فلاؤں
 کو تاتاریوں کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہوا دیکھے۔

علاء الدین۔ آہ۔

اوزبک۔ بیچارہ دیوانہ ہو گیا۔ فرط غضب اپنے دانتوں سے اپنے کندھوں
 گوشت نوجھا لیکن کسی طرح اپنے تئیں ہلاک نہیں کر سکتا تھا۔ آخر کار تاتاریوں نے اُس کے
 سر کو پتھروں سے پچل کے اُسے بھی شہید کر دیا۔

جلال الدین۔ بدبخت انسان! اپنے بادشاہ کی طرف سے تھوڑی سی غیرت بھی

دیکھتا تو نہ معلوم کیا کیا خدمتیں کرتا، کیا کیا فداکاری دکھاتا۔

علاء الدین - چپ رہ جلال - خدا کے واسطے چپ رہ۔ تیری ہر بات ایک تیرے جو میرے دل کے سب سے زیادہ دکھے ہوئے مقام پر آکر لگتا ہے۔

اوزبک - حضور کی والدہ توج رہیں، مگر بد بخت خاتون، دنیا میں رہ کر جہنم سے زیادہ عذاب اٹھا رہی ہے جو خاتون ہر روز اپنے دروازہ پر ایک ہزار فقیروں کو کھانا کھداتی تھی، آج جس وقت چنگیز کھانا کھاتا ہوتا ہے تو اس بیچاری کو ایک کتے کی طرح، ایک زنجیر میں بندے ہوئے کتے کی طرح اپنی زنجیر ہلا کے اپنے سر کو اپنے دونوں ہاتھوں پر رکھ کے اس خنزیر اس ملعون کے پھینکے ہوئے ٹکڑے کو اٹھا کر کھانا پڑتا ہے۔

علاء الدین - جلال! جلال! تجھے قطب الدین کا بیڑہ کا واسطہ مجھے اس شخص کی زبان سے نجات ملے۔

جلال الدین - ان خوف ناک باتوں کو سن کے بیہوش ہو جائے گا مگر اس کی آنکھوں کے سامنے اس قدر مصیبت کی تصویر کھینچی گئی ہے پھر بھی اس کے چہرے پر شرم یا غصہ سے زرا بھی سُرخ پیدا نہ ہوئی۔ شاید اس کی رگوں میں خون کی بجائے صفرا پیدا ہوا ہے۔

اوزبک۔ حضور کی دونوں محل بھی پنج رہیں اور غالباً اس میں سے ایک چنگیز خاں کے دابنے پہلو میں اور دوسری بائیں پہلو میں لیٹی ہوگی۔

علامہ الدین۔ آہ جلال تو جو کچھ کہتا ہی سچ کہتا ہے۔ میں دنیا کی لعنت اور خدا کے غضب کا سزاوار ہوں کہ اس فلاکت کو سہہ رہا ہوں۔ مگر کیا انتقام کی کوئی تدبیریں لیکن میں کس سے مدد چاہ رہا ہوں اگر دنیا میں میری ذات سے سب سے زیادہ نفرت کرنے والا کوئی شخص ہی تو کیا وہ (جلال کی طرف اشارہ کر کے) یہ نہیں ہی۔

جلال الدین۔ کیا میں نے میرے والد، میرے ولی نعمت میرے بادشاہ! میرے متبوع! آپ سے نفرت کرنے والا۔ خدا کی رحمت محروم ہو۔ لے میری بادشاہ! ایک مرتبہ میدان جنگ کا ارادہ فرمایا۔ اس قدر آدمی جس سے ایک کشتور بھر جائے آپ کے ساتھ جان دینے کو حاضر ہوں گے آپ کا سب سے پہلا نفر سپاہی ہی جلال ہوگا آپ کے ہر رونگٹے پر میری ہستی کا ہر ذرہ علیحدہ علیحدہ قربان ہو۔ خدا کے لئے آپ ارادہ میں ثابت قدم رہیے حرمت دین کے لئے اگر آپ کی رائے سے انحراف کوئی کرے۔ تو اس ملعون سے انتقام کی تدبیریں ہم کریں گے۔ اور اس سگ مردار کو ہم اپنے شہیدوں کے خون سے ڈبو دیں گے۔

علامہ الدین۔ آہ میرا شانہ۔ آہ یہ کیسا درد ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قضا و قدر

اپنے پنجے سے میرے داہنے بازو کو اکھاڑ رہی ہو۔ غالباً فلک یہ نہیں چاہتا کہ میرے جسم میں انتقام لینے کا کوئی ذریعہ رہ جائے۔ کوئی میرا بازو مروڑ رہا ہے۔ اور وہ اس قدر درد کر رہا ہے کہ اگر میں اپنے ناخن اپنی آنکھوں سے نہ دیکھتا۔ تو یہ خیال کرتا کہ میرے ناخن میرے جگر میں گڑے جا رہے ہیں۔

اوزبک (اپنے دل میں) کیا ان پر فالج گر رہا ہے۔ خدا کرے میرا خیال غلط ہو یا اتنی ہی میں یہ مصیبت نہ دکھلا۔

علاء الدین۔ یہ کون ہو۔ میرے سامنے کون کھڑا ہو؟ آہ کیا جنگیر ہے؟ جنگیر ملعون کی میں نے تصویر دیکھی تھی۔ میں اس کی شکل خوب پہچانتا ہوں۔

جلال الدین۔ میرے بادشاہ! آپ کو کیا ہو رہا ہو؟ خدا کے واسطے اپنے ہوش میں آئیے۔ آپ کے سامنے تو کوئی نہیں ہو۔

علاء الدین۔ کیسے نہیں ہو کیا تمہاری آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہو۔ دیکھو دیکھو کیا نہیں دیکھ رہے۔ اُس کی تلوار دیکھو۔ اُس کی تلوار سے جو خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں انہوں نے خیمہ میں خون کا دریا بہا دیا ہو۔ اُس کی آنکھوں سے شراب نکل رہی ہیں۔ آہ رکن الدین کے سر کو اپنے دانتوں سے چبا رہا ہو۔ اُس کے منہ خون ٹپک رہا ہو۔ وہ اڑ رہے کی طرح اُس کے جسم کو چمٹ رہا ہو۔

اوزبک - اے میرے بادشاہ آپ یہاں بیٹھ کے آرام کیجئے اُس سے ہم سمجھ لیں گے۔

علاء الدین - وہ سیدھا میری طرف آ رہا ہے میں اپنے بائیں ہاتھ سے اُس کتے کے جگر کو چیر کے پھینک سکتا ہوں۔ ایک تلوار لاؤ۔ کیا کوئی تلوار نہیں ہے؟ آہ! میرے داہنے بازو کو خدا کے انتقام کی تلوار ٹکڑے کر رہی ہے۔ اُس کے سوا کوئی تلوار نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ (گرتا ہے اور جاں بحق تسلیم ہو جاتا ہے) اوزبک - بادشاہ بے ہوش ہو گئے ہیں۔ کیا یہاں کوئی حکیم نہیں ہے۔ جاؤ جلدی بلا کر لاؤ۔ دیر نہ کرو۔

جلال الدین - اے دیوانے تو نے اُس کرب و عذاب کو نہیں دیکھا جس میں بادشاہ مبتلا تھا۔ اس قدر لڑائیوں میں شریک رہ کر بھی تو سکرات موت کو نہیں پہچانتا۔ ہمارے بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔

اوزبک - نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ انشاء اللہ نہیں۔

جلال الدین - بادشاہ نے انتقال کیا۔۔۔ اور ایسے وقت انتقال کیا جب کہ ان کی زندگی نہایت ضروری تھی۔ خدا مغفرت کرے۔ آہ کا شکے یا تو تاتا ہے جنگ کرنے سے پہلے وہ انتقال کرتے یا اب چند سال اور جیتے۔

. اوزربک (علاء الدین کی نعت شروع دیکھ کر) آہ میں باعث ہوا، اپنے بادشاہ کی
 موت کا میں باعث ہوا۔ چنگیز کی جو میں نے خدمت کی ہے، شیطان بھی نہ کر سکے گا
 (جلال الدین سے مخاطب ہو کر) اے میرے بادشاہ! اس مرحوم کی مٹی کی حرمت
 کیجئے۔ اور مجھے بھی عقی کو روانہ کر دیجئے۔ میں بھی قبر کے گوشہ میں کچھ آرام کروں
 اور اس دنی دینا کے ظلم و عدوان سے نجات پاؤں۔ آہ میں کیسے منحوس زمانہ
 میں اس دنیا میں آیا تین سال سے برابر جنگ کر رہا ہوں۔ اٹھارہ جگہ سے زخمی ہوا
 لیکن اُس کتے کے جسم سے ایک رُواں بھی نہ اُکھاڑ سکا۔ مگر چند فقرہ سے میں نے
 اپنے بادشاہ اپنے ولی نعمت کو مار ڈالا۔ میری تنہائی تھی کہ میں اپنے تئیں ان پر
 قربان کر دوں اور ان کے قدموں میں پڑا ہوا جان لے دوں۔ مگر وہ معزز وجود
 بیجان ہو اور میں ان کے سر پر زندہ وسلا مت کھڑا ہوا ہوں۔ آہ میں نے ہی نہیں
 مارا۔ لے میرے بادشاہ مجھے قتل کیجئے تاکہ میں اس مصیبت کے عالم سے نجات پاؤں
 جلال الدین چنگیز کی ایک خدمت کرنی باقی رہ گئی تھی۔ اور وہ یہ کہ ہم ایک
 دوسرے ہی کو مار ڈالنا شروع کریں۔ تو چاہتا ہی کہ میں اس خدمت کی ابتدا کروں
 سلطنت کرنے کے لئے کیا عمدہ کام کرنے کی تو مجھے صلاح دے رہا ہے۔ کس قاضی کے
 حکم سے میں تجھے قتل کروں اس مجنوں کو دیکھو۔ دشمن کو بالکل اپنے ذہن سے نکال کر

صرف اپنے وجود کو اس دنیا سے اٹھانا چاہتا ہی۔ میں پتھر سے، مٹی سے مسلمان پیدا کرنا چاہتا ہوں اور وہ مسلمان ہو کر اپنے تئیں پتھر اور مٹی کرنا چاہتا ہے۔ چل تیار ہو۔ مرحوم کو دفن کر۔ ہم غازیوں کی طرح لڑائی کو نکلیں گے۔

اوزبک۔ میرے بادشاہ آپ نے سچ فرمایا۔ سپاہی کو مرنے کے لئے دشمن کا مقابلہ زیب دیتا ہی۔ لڑائی کے لئے میں اپنے تئیں وقف کر چکا ہوں اور اس کے لئے حاضر ہوں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ میں خود نہیں سمجھتا تھا کہ اتنا تیار ہوں گا۔

مجلس ششم

اشخاص سابق

قطب الدین و نیرہ

اور تھوڑی دیر کے بعد کچھ نوکر

قطب الدین۔ لے مرے بادشاہ کشتی والا آپ کی قدمبوسی کرنا چاہتا ہے

جلال الدین۔ قطب الدین جا اس خیمہ میں جو کوئی ہوں اُن سے کہہ کہ

یہاں آئیں۔

تخت پر ایک ملعون تانا بٹھا ہوا ہے اور تم مٹی میں لیٹے ہوئے ہو۔
 جلال الدین - مت رو۔۔۔ اُس خیمہ والیاں بھی آرہی ہیں۔ اگر ان سے
 بھی ہین شروع کیا۔ تو میں بے اختیار ہو جاؤں گا۔

مجلس ہفتم

اشخاص سابق

قطب الدین اور خاں حسد

جلال الدین جو دنیا میں آیا ہے وہ ایک روز دنیا سے جائے گا۔ ہمارے
 بادشاہ نے انتقال کیا (سب رونا اور فریاد کرنا شروع کرتے ہیں) تم لوگ کیوں
 روتے ہو۔ کیا آنسوؤں سے جنازے دفن کئے جاتے ہیں؟ ہمارے بادشاہ نے
 تو اپنے تئیں خود اس مزار میں دفن کر لیا تھا جس وقت ان کی موت لازم تھی اس وقت
 وہ زندہ رہی اور جس وقت ان کا جینا ضروری تھا اس وقت وفات کی دیکھو
 ان کا جنازہ میرے سامنے پڑا ہوا ہے۔ اگر میت کی زبان ہوتی۔ تو وہ انتقام انتقام
 کہہ پارتی۔ ایسے بد بخت بادشاہوں کے ماتم میں آنکھوں کے آنسو نہیں، دشمن کے
 خون بہائے جاتے ہیں میں مرحوم کو دفن کر کے یہاں سے نکلتا ہوں اور اپنے

اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ یا مملکتِ اسلام کو تاریوں کے پنجہ سے چھڑاؤں گا۔
یا شہادت مجھے اس قسم سے خلاصی دے گی جو لوگ وطن اور ملت کو اپنی جان
سے زیادہ چاہتے ہیں۔ وہ میرے ساتھ آئیں جو اپنی راحت اور سلامتی
ڈھونڈھتے ہیں وہ جہاں چاہیں جائیں۔

اور خان۔ اے یاد شاہ! حضور کے جو غلام اس دنیا میں قبر تک حضور کے
والد سے جدا نہ ہوئے، کیا وہ میدانِ غزائیں یعنی دروازہ جنت میں حضور سے
جدا ہوں گے۔

جلال الدین۔ تم مختار ہو۔ اچھا جاؤ پانی لاؤ۔ قبر کھودو۔ اور جو لازم ہو
وہ کرو۔ ہم مرحوم کے جسم کو چنگیز جیسے ناصربیسے کتوں کی طرح گھوڑوں اور
پرندوں کے لئے نہیں چھوڑ دینا چاہتے (نوکر جاتے ہیں قطب الدین سے
مخاطب ہو کر قطب الدین یہاں آؤ۔ دیکھو تمہارے دادا کس حال میں پڑے ہیں
دو سال پہلے دنیا میں جس قدر انسان تھے ان میں سے ہر ایک کو وہ ایک
ایک خلعت شاہانہ دینے کا اقتدار رکھتے تھے۔ آج آٹھ گز کا گفن کا کپڑا دینے کے
لئے بھی ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ وہ مزار میں ان ہی بوسیدہ کپڑوں میں دفن کئے
جائیں گے۔ دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔

قطب الدین۔ ابا جان! اللہ اپنے بندوں کو ایسی مصیبت میں ڈالنے پر کیوں راضی ہوتا ہے۔

جلال الدین۔ بیٹے تم ان باتوں پر غور مت کرو۔ آہستہ آہستہ تم سب سمجھ جاؤ گے، یہ سب ہمارے ہی افعال کا نتیجہ ہی (اور بک کی طرف مخاطب ہو کر) ہمارے ہاتھ میں کوئی قلعہ بھی نہیں رہا۔ بلکہ کونسا چھوڑیں؟

نیرہ۔ اللہ میرے جسم کے ہر ذرے کو ایک دوسرے سے جدا کر دے لیکن مجھے آپ سے جدا نہ کرے۔ میرے لئے اگر کوئی قلعہ ہے تو آپ کا وجود اور کوئی پناہ گاہ ہے تو آپ کا بازو۔ آپ سے آپ کا سایہ جدا ہو جائے۔ لیکن میں آپ سے جدا نہ ہوں گی جیوں گی تو آپ کے قدموں میں جیوں گی اور مروں گی تو آپ کی آنکھوں کے آگے مروں گی۔

جلال الدین۔ اور قطب الدین کو کیا کریں؟
 قطب الدین۔ ابا جان ایک دفعہ یہاں آتے وقت ہم نے ایک شیر کو دیکھا تھا۔ اماں جان آپ کو یاد ہو گا۔ پیچھے ایک چھوٹا سا بچہ تھا کہ انہیں پھر قطب الدین آپ کے ساتھ کیوں نہ ہو۔ کیا اب میں حیوان کے بچے سے نفی بدتر ہوں؟
 جلال الدین۔ سچ کہتے ہو۔ تم دونوں سچ کہتے ہو۔ تاہم تاریخوں کے مقابلہ

کے لئے ہم سب چلیں گے۔ موت کے مقابلہ میں عورت، مرد، بچہ اور بڑے کا کوئی فرق نہیں ہے (علاء الدین کے جنازے کے قریب پہنچ کر) اباجان! میرے بادشاہ اباجان! میں اس وقت آپ کی جگہ اپنے تئیں پاتا ہوں۔ میں آپ کے حکم کا تابع ہوں۔ یقیناً آپ کی روح میری باتیں سن رہی ہے۔ اس مزار نما جزیرہ میں دفن ہونے والے جنازہ کے حضور میں اپنے خدا کے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ اپنے اللہ کی اپنے جنس کی اپنی ملت کی خدمت کو اپنی جان، اپنے آرام حتیٰ کہ آپ کے انتقام پر ترجیح دوں گا۔ آپ شہید ہیں آپ خدا سے التجا کیجئے کہ یا تو جلال کو اپنے عہد کو پورا کرنا یا اس کفن کے خشک ہونے سے پہلے آخرت میں آپ کے ساتھ ملاقات کرنی نصیب کرے (سب لوگوں کو مخاطب کر کے) تم میرے عہد کو سن رہے ہو؟ اوزربک، اورخان۔ ہاں ہم نے سنا۔ اللہ ہمارا مددگار ہو۔

جلال الدین۔ ہم اللہ کے کاموں میں دخل نہ دیں گے صرف اس کی راہ پر چلیں گے۔

(پردہ گرتا ہے)

پردہ دوم

مجلس اوّل

(ایوان شاہی خوارزم میں ایک نہایت مکلف اور وسیع کردہ جس کے دلہنے
جانب ایک دوسرا چھوٹا کمرہ بڑے کمرے میں ارق سلطان، براق حاجب، بدالدین،
عماد الملک، امیر نوشتگیں، ملک نصرت، چھوٹے کمرے میں اوزبک، اور حسان،
نور الدین منشی، نیرۃ الاقبال)

نیرو۔ (چھوٹے کمرے میں داخل ہو کر اوزبک سے کہتی ہے) تم کیا چاہتے ہو؟
کہو، کیا تم ایوان شاہی میں پھر کر مجھے سیر کرانا چاہتے ہو؟
اوزبک (نور الدین سے مخاطب ہو کر) بادشاہ سلامت سے جا کر عرض کرو
کہ حضرت ملکہ حضور سے ایک بڑی اہم معاملہ میں کچھ عرض کرنا چاہتی ہیں اور یہ درخواست
کرتی ہیں کہ حضور یہاں تشریف لائیں (نور الدین جاتا ہے) (ملکہ سے مخاطب ہو کر)
آپ اس دروازہ کے قریب تشریف لائیے اور سنے۔

(بڑے کمرے میں عماد الملک، ارق سلطان سے کہتا ہے) لے میرے بادشاہ!
حضور کے بھائی رکن الدین مرحوم کی شہادت کے بعد یہ علام حضور کی خدمت کے لئے یہاں آیا۔

حضور کے بھائی کا قیدی ہونے کے لئے نہیں آیا۔

نیرہ - ہائیں ۔ ۔ ۔

اوزبک - اچھی طرح سُنئے۔

براق حاجب - وہ ممالک جو حضور کے زیرِ نگیں تھے۔ اور اب بے حاکمیت پڑے ہوئے ہیں نہ معلوم جلال الدین نے انھیں چھوڑ کر کیوں صرف کشورِ خوارزم کی ہوس کر رکھتی ہو۔ جو حضور کا حصہِ وراثت ہو۔ مانا کہ وہ اکبر خاندان ہیں، لیکن کیا اپنا بزرگ خاندان ہونا وہ صرف اس طرح ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے چھوٹے بھائیوں کے حصوں کو حسد کی نگاہ سے دیکھیں۔

جس چنگیز نے دنیا کو فتح کر کے، دنیا کی حکمرانی حاصل کی ہو۔ کاش جلال اُسی کے خاندان سے عبرت حاصل کرے۔ چنگیز نے یہ وصیت کی ہو کہ میرے بعد میرے سب سے چھوٹے کو سلطنت ملے، اس پر بھی اُس کے بڑے بھائی جنھوں نے آدھی دنیا کو اپنی تلوار سے فتح کیا ہو، چنگیز کی حیات میں چنگیز سے زیادہ اُس چھوٹے بھائی کی حرمت و عزت کرتے ہیں۔

نیرہ - ملعون! چنگیز سادی دُنیا سے بڑا ہی۔ تو کیا نعوذ باللہ خدا سے بھی بڑا ہو کہ اُس کی وصیت کو شریعت کے حکم پر ترجیح دی جائے۔

براق حاجب۔ کہیں بغیر فوج کے بھی بادشاہت قائم ہو سکتی ہو؟ اور اگر یہ سلطنت ہماری اطاعت سے قائم ہوگی، تو ہم جلال کی اطاعت کرنے والے نہیں۔
نیرہ۔ آہ! کتے یا شیطان نے یہ شکل خستیا کر لی ہے۔

ارق سلطان (براق حاجب) تمہاری بات درست معلوم ہوتی ہے۔
نیرہ۔ تمہیں بھی اتنی تمیز ہو گئی کہ درست اور غلط میں فرق کر سکو۔

نوشتہ نگین۔ ارحم الراحمین الدین اقتضائے وقت سے واقف ہوتا تو کاہلو کو ایک ایسے جزیرہ میں چھپ کر بیٹھ جاتا جس میں ابتدائے آفرینش سے انسان کا قدم نہیں گیا، اور بجائے ایسے قیمتی وقت کو ضائع کرنے اور ایک کونہ میں بیٹھنے کے ہر قسم کی کوشش اور تدبیر کرتا کہ ہمارے سر پر جو بلا مسلط ہو گئی ہو اسے دفع کئے ایسے عاجز شخص کے زیرِ حکم ہو کر ہمیں کیا ملے گا۔

نیرہ۔ ملعون! تو بھی جہنم کی آگ سے بنا ہے۔

ارق سلطان۔ بھائی وہ کیا کرتا۔ وہ اپنے باپ اور اپنے بادشاہ کے حکم کو وہاں گیا تھا باپ اسے وہاں لے گیا تھا۔

نیرہ۔ اب سمجھا کتے؟ دس برس کا بچہ بھی تیزی باتوں پر یقین نہیں کرتا۔
عماد الملک۔ آپ کے والد کا معاملہ جڑا ہے۔ اُن کا وجود دنیا کے لئے لازم تھا،

اور وہ ہماری اتفاق رائے سے وہاں گئے تھے۔ آپ ابھی سن رشد کو نہیں پہنچے ہیں۔ اس لئے ہر معاملہ کی تہ کو نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ اور اس لئے معذور ہیں۔ ورنہ اگر کوئی اور شخص یہ بات کہتا تو وہ باغی خیال کیا جاتا۔ جلال الدین کی طرفداری کرنے سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ اپنے بھائی کے خلاف ہیں۔

ارق سلطان - مجھ پر کیوں ایسا اتمام لگاتے ہو؟ میرے ذہن میں ایک بات آئی وہ میں نے کدی۔ اگر وہ بُری تھی تو میں اپنے بھائی جان سے معافی مانگتا ہوں۔

نیرہ - اس شہزادہ کو دیکھو۔ ایک کتے کے سامنے کانپ رہا ہے۔ امیر نوشنگین - جلال الدین کے حال و افعال کا محاکمہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت ہم اس سلطنت کے ازکان ہیں اور سلطنت خوارزم ہماری تلوار پر تکیہ کئے ہوئے ہے اور اس پر قائم ہے۔

نیرہ - خدا اس تلوار کو تیرے کلیجے میں گھسا دے۔
 عماد الملک - اس میں کوئی شبہ کی گنجائش ہی۔

امیر نوشنگین - ایسی حالت میں ہم جلال الدین کے حضور میں اوزبک اور اورخان کی طرح نہ جا پڑیں گے۔ اوزبک کے پاس تو صرف اس قدر تھا کہ

اُس کے جسم میں اٹھارہ زخم تھے، مگر میرے زیر حکم ۳ ہزار تلواریں ہیں۔ اور خان نے فوج بے آگے ہو کر اپنے سینہ پر دشمن کا تیر لیا تھا۔ میں فوج کے آگے اپنے زرہ پوش سواروں کی ایک سداہنیں کھڑی کر سکتا ہوں۔ کہیں زد آدمی بجا بادشاہت کے قابل ہو جو زخم کو تلوار پر ترجیح دے۔ جلال الدین کی اطاعت قبول کر کے کیا ہم اپنے شہروں کو اسپتال اور اپنے گھروں کو قبرستان بنالیں۔ خادم خاں حقیقت میں اب مسئلہ کے اہم ترین پہلو پر نظر ڈالی جا رہی ہے، نیرہ۔ لو ایک افعی نے اور منہ کھولا۔ دیکھوں یہ کیا زہرا گلتا ہے۔

خادم خاں جلال الدین کو، ہوس ملک مبارک، ہمارے لئے تو لازم ہو کہ ہم دیکھیں کہ ہم اس کی اطاعت قبول کر سکتے ہیں یا نہیں۔ یہ فرض کر کے کہ اس ملک کو کوئی اور مستحق اور جائز مالک نہیں مل سکتا اور سلطنت خوارزم اسی فوات سے قائم ہو اور دنیا میں جلال الدین کے سوا کوئی دوسرا شخص بادشاہت کے لائق باقی نہیں رہا۔ ہم کو کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہیے۔ اُس نے تاتاریوں کے ساتھ لڑائی کرنے کی اپنے دل میں ٹھان لی ہے اور اس طرح اس ملک کو اور اس سلطنت کو جو ہمارے باپ دادوں کی قوت سے حاصل کی گئی تھی رائیگاں کرنا چاہتا ہے۔۔۔ جانتے ہو تاتاریوں سے جنگ کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ قضا سے

دست و گریباں ہونا، قدرت سے لڑنا تا تاریوں سے جنگ کرنا ہے۔
 تا تاری معمولی انسان نہیں ہیں۔ وہ ایک قوم ہو جو ہاتھی سے زیادہ پرہیزگار
 چیتے سے بڑھکر خوں ریز اور چوٹی سے زیادہ پُرکشت ہو۔ جب اُن کی فوج
 حرکت میں آتی ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہو کہ ملک کے اوپر ساری دُنیا اُٹھ اُٹھ
 اُٹھ رہی ہو۔ وہ لوگ جس وقت قطع منازل کرتے ہیں، تو اُن کے پاؤں کے نیچے
 زمین فریاد کرتی ہو اور ان کے دھماکے سے برج مسکوں میں ہل چل پڑ جاتی ہو۔
 باوجود اس کثرت کے نہ معلوم خدا نے انھیں دیو کی جنس سے پیدا کیا ہو یا
 اپنے غضب اور قہر سے۔ اُن کا ایک دستہ فوج ملکوں کے ملکوں کو نیست و نابود کرنے
 کے لئے کافی ہوتا ہو۔ اُن کی ایک عورت ہمارے ساٹھ مردوں کو قتل کر ڈالنے
 پر مقتدر ہو۔ .. اُن میں سے ہر ایک، ایک بلائے مجتمہ، ہر ایک، ایک قضا
 مبہم ہو۔ .. لڑائی شروع ہوئے ابھی کتنا زمانہ ہوا، مشکل سے چھ مہینے گزرے
 ہوں گے کہ اس مدت میں انھوں نے کیسے کیسے معمور ملک کیسی کیسی آباد بستیاں
 تباہ کر ڈالیں اور اس جہاں آباد کو عدم آباد کر دیا۔ جس ملک سے وہ گزرتے
 ہیں وہاں اُن کے پاؤں کی خاک سُورج کو چھپا دیتی ہے۔ اُن کا خوف ہر چار
 طرف موت پھیلاتا جاتا ہو۔ اُن کے گھوڑے عزرائیل کی رستی سے بندھے ہیں

جن کی دُموں میں جہنم آویزاں ہو، کیوں کہ ایک مرتبہ یہ جدھر سے گزر گئے وہاں
مزار اور آگ کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ تاتاریوں کی پہلی یورش کا میں نے
مقابلہ کیا ہی خدا جانتا ہے کہ اگر ہم میں سے ہر ایک کے پاس جُدا جُدا ایک سلطنت
خوارزم شاہی ہو تو بھی ہمیں چنگیز اس بات پر مجبور کر دے گا کہ ہم وحشت انگیز
بیا باؤں اور سنان جزیروں میں بھوک سے مر جائیں جو کوئی اپنے بچوں کو کھڑیوں
اور گدوں کے موہنوں میں اپنی عورتوں کی گردنوں کو دشمن کی زنجیروں میں دیکھنا
چاہتا ہو، وہ جلال الدین کا اتباع کرے۔ غارِ خاں پر جو بیٹی وہ میرے دل پہ
نقش ہو نا با با میں چنگیز سے جنگ نہیں کر سکتا۔

نیرہ۔ آہ کیا اُس شہید کی سرگزشت اس قابل تھی کہ تیرے دل پر کھئی
جائے؟ تیرا دل تو خود ایک دروازہ جہنم ہے۔ غارِ خاں کو دھوکہ دے کر
ہمارے اوپر بلا مسلط کرنے والا ملعون دیکھو اس وقت کیا باتیں بنا رہا ہے
راوزبک سے مخاطب ہو کر میں اب برداشت نہیں کر سکتی۔ ان کُتوں میں سے
ایک ایک کی زبان جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گی۔

خادمِ خاں۔ تم لوگ کیا فکرو کر رہی ہو۔ جنگ کے طلب گار ہو یا نہیں؟
راوزبک۔ ان سب کی رٹے لے لیں تب ہم جنگ کے لئے نکل سکتے ہیں

کتنے مرد ایسے موجود ہیں جو اسلحہ سے مسلح ہیں۔

خادم خاں۔ کسی کے پھوٹے منہ سے کچھ بات نہیں نکلتی ہم لوگ اس سٹو اور حیرت سے تو کوئی ارادہ عمل میں نہیں لاسکتے۔ جس وقت تاتاریوں کی تلوار ہمارے سینہ پر اور اُن کے گرز ہمارے سروں پر آکر پڑیں گے، اُس وقت ہم اس خواب غفلت سے بیدار ہوں گے۔

امیر نوشنگین۔ میں کوئی راہ اس کی نہیں دیکھتا کہ ہم چنگیز کے ساتھ لڑائی کرنے سے نجات پائیں۔ اس لئے آپ سے پوچھا۔

ارق سلطان۔ لڑائی چھڑ چکی ہے اب کیا ہو سکتا ہے۔

خادم خاں لڑائی چھڑ گئی ہے۔ لیکن خدا نے صلح کا امکان دُنیا سے ناپید نہیں کر دیا۔

بدرالدین۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ چنگیز ایسی صلح کرنے پر رضی ہو جائیگا جسے وہ بھی اور تم بھی اچھا سمجھو گے۔

نیرہ۔ جاسوس کتا!

خادم خاں (ملک نصرت سے مخاطب ہو کر) تم کچھ نہیں کہتے۔

ملک نصرت۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ابھی تم نے جو باتیں کی ہیں اُن میں سے

کس کو زیادہ قابل حیرت سمجھوں۔ میرے نزدیک تو ایک سے ایک زیادہ قابل حیرت ہی۔ کیا آج کے دن جلال الدین ہمارے بادشاہ کی اولاد میں سب سے بڑا نہیں ہے۔

عماد الملک۔ ہے۔ پھر؟
ملک نصرت۔ پھر کیا شرع کے مطابق اُس کے ہر حکم کی اطاعت ہم پر کرنا فرض نہیں ہے؟
نیرہ۔ یہ کون ہے؟

اوزبک۔ ملک نصرت۔ بادشاہ کا بھلا سوچنے والوں میں سب سے آگے یہ تھا اور ہے۔

ارق سلطان۔ اگر وہ بادشاہ ہوگا تو پھر میں کیا کروں گا۔

ملک نصرت۔ آپ ہمارے بادشاہ کے سب سے بڑے بھائی یعنی سب سے قریبی اور سب سے عزیز غلام ہوں گے۔ اُس کے حکم کے آگے قضا اور قدر کی طرح سر جھکا نا ہم سب سے زیادہ آپ کے لئے موزوں ہوگا۔

امیر نوشتگیں۔ جلال الدین کی اطاعت کر کے ہم اپنے تئیں اُس کے دروازے کے کتوں سے زیادہ ذلیل کر لیں؟

ملک نصرت - تو کیا تو اپنے اعتقاد میں کتے سے زیادہ ذلیل نہیں ہو؟

نیرہ - شاہش!

نوشتگیں - دیکھو جبارت - اگر داب مجلس مانع نہ ہوتا تو میں اس آدمی کو ایک تلوار سے دو ٹکڑے کر دیتا۔

ملک نصرت - ایسی ہمت والا اگر کوئی ہو تو کیا کنا یا تو دنیا سے ایک بلا اُٹھ جائے اور ایک نمک حرام کم ہو جائے یا میرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نمک حراموں میں سے علیحدہ ہو جائے۔

خادم خاں (بیچ بچاؤ کر کے اور نوشتگیں سے مخاطب ہو کر) بھائی کیا ہیں تلوار چلنے لگے گی (ملک نصرت سے مخاطب ہو) کیا تم ہمیں تاتاریوں کے گھاٹ اُتارنا چاہتے ہو۔

ملک نصرت - تمہارا ارادہ کیا ہی؟ کیا دنیا میں جتنے مسلمان ہیں وہ سب کے سب حکم خدا، سنت پیغمبر شرف انسانیت کی توہین دیکھیں اور خاموش بیٹھے رہیں؟ اپنی آزادی کو اپنے ہی پاؤں تلے روند ڈالیں، اپنے نفس اور اپنے مال کو بطیب خاطر تاتاری مشرکوں کے سپرد کر دیں اور اس خوف سے کہ تمہارے بچوں کو درندے جانور نہ کھائیں کیا تم انھیں تاتاریوں کی ساتی گری کی خدمت کرانی

چاہتے ہو؟ کیا اس لئے کہ اپنی عورتوں کو زنجیروں سے بندھا ہوا نہ دیکھو۔ انہیں
دُسنوں کا لباس پہنا کر دشمن کے آغوش میں دینا چاہتے ہو؟ خدا سے ڈرنا کہتے
سے شرمانا اگر تمہیں نہیں آتا تو اپنے نفس سے تو شر مانو جب صرف ۔ ۔ ۔

خادم خاں ۔ ان خیالات میں کب تک غرق رہو گے واقعات سے سبق
حاصل کرو چنگیز ایک قبیلے کا سردار تھا تب بھی اُس نے کسی کو اپنے سے بڑھکر
نہیں مانا۔ اور قبیلوں نے اُس کے آگے سر جھکایا۔ چین کے ملک کا خیال کرو
ابتداء آفرینش سے یہ ملک کسی غیر ملک سے مغلوب نہ ہوا تھا اسکندر سا جہانگیر
دُور سے ہی اُسے حسرت سے دیکھا کیا خلفاء اسلام میں بھی جن کی تلواروں نے
شرق سے لے کر غرب تک ناپ ڈالا تھا۔ اور جن کی شوکت سے ساری دُنیا
جگمگاتی تھی، کوئی بھی اس ملک کو نہ لے سکا۔ اس چین کا خیال کرو جو ساری دُنیا
سے زیادہ معمور اور جس میں ساری دُنیا کی آبادی کی نصف آبادی سمائی ہوئی ہے
چنگیز نے ایک حملہ میں اس ملک کے لوگوں کو ذلت و امیری کی خاک پر گرا دیا۔
اور جہاں اُس نے پاؤں رکھا وہاں اُس نے سجدے کرائے۔ جانتے نہیں کہ
ماوراء النہر کا اُس نے کیا حال کر دیا؟ اُس نے ملک کی سر آتش دہریا کی سرخون کر دی
چنگیز زندہ، سارا ملک اُس کے زیرِ نگیں، پنج پڑا زمینان، امرائے فوج کا اتحاد و ہم

کمال پر پہنچا ہوا۔ ادھر آدھا ملک دشمن کے پاؤں کے تلے خراب و خستہ باقی نصف کے
 ہر حصے میں ایک علیحدہ علیحدہ چھوٹی چھوٹی حکومت قائم، ہر شخص میں خوف سے اتحاد
 تو کیسا حواس و اجزائیں بھی انتشار کیا اس حالت میں ہم اس کا مقابلہ کریں گے،
 ملک نصرت۔ تمہاری تمام مصیبتوں کا سبب تمہارا ضعف اعتقاد ہی۔
 انسان کی زندگی جس وقت تک موجود ہے، اپنے دین اور اپنی دنیا کی حفاظت
 کے لئے اُس کو اور کسی چیز کی ضرورت نہیں، اگر ہم دشمن کے سامنے ثابت قدم
 نہیں رہ سکتے، تو اُس کے مقابلہ میں جان دے دینا بھی ہمارے اختیار میں
 نہیں ہے، غیرت تو تمہاری ختم ہو ہی چکی تھی۔ کیا عقل بھی چلی گئی؟ تااریوں کے
 حملے تمہارے دل سے نہیں نکلتے۔ مگر جلال الدین کی تلوار کا بھی تمہارے ذہن
 میں گزرتا ہوتا ہے کہ نہیں؟

خادم خان۔ اپنے مطلب کو چاہا کر کیوں کہتے ہو؟ تمہیں جلال الدین
 ہی کا خوف ہو مگر اس قدر تشویش کی ضرورت نہیں۔ ہم نے سب تدبیریں مکمل
 کر رکھی ہیں۔ اس وقت بھی اگر میں اپنے ہاتھوں کو پنجوڑوں تو اُن کے ناخوڑوں سے
 جلال الدین کے خون کے قطرے گریں گے۔

نیرہ۔ آہ!

ملک نصرت۔ اگر اس وقت عزرائیل تیری رُوح قبض کرنے کے لئے آئے تو خدا کے حضور میں وہ کیا اچھا ہدیہ لے جائے۔ مکہ اور کوفہ کے اُمراء اور اعیان کی خیانت اور نفاق کی شہرت تیرے سامنے جھوٹی شہرت ہے۔ یہاں گوشت اور ہڈی کے کالبد میں چند ایسی خبیث رُوحیں موجود ہیں کہ اگر انسان اُن کا خیال کرتا ہے تو اُن کے مقابلہ میں وہ ملعون بھی جنہوں نے خطوطِ مبہج کرا التجائیں کر کے امام حسینؑ کو عراق میں بُلا لیا۔ اور پھر کربلا میں اُن کے وجودِ مبارک کو شہید کیا۔

حاشائے کلم شعی معلوم ہوتے ہیں۔ ان اُمراء کو دیکھو۔ ہمارا دین ہماری دنیا خدا ہو رہی ہے۔ ہمارے ملک پر اُتو بول گیا ہے۔ ہمارے عبادت خانوں میں خدا کے نام کے بجائے چلیز کے نام کی پرستش کی جا رہی ہے۔ اس پر بھی تم نے بڑی ہمت کی، تو اپنے ولی نعمت زادے اپنے بادشاہ کو دُنیا سے محو کرنے کی تدبیر سوچی۔ رُوئے زمین پر اس وقت اسلامیت و انسانیت کی اگر کوئی استناد گاہ ہو تو وہ جلال الدین کی ذات ہے۔ مگر شیطان نے تمہیں اُس پر مسلط کر دیا ہے تم لوگ اُس کے لہو کے پیاسے ہو رہے ہو۔ اس کوشش میں کہ اُمتِ محمدؐ بالکل یتیم و بیکس رہ جائے۔ باللہ العظیم۔ ابرہہ و حجاج نے کعبہ کے ساتھ جو کیا وہ تم سے زیادہ قابلِ نصرت نہیں۔

بدرالدین وقتہ لگا کر آپ یقین کیجئے۔ جلال الدین کی قدر قیمت ہم آپ سے زیادہ جانتے ہیں۔ بیشک دنیا کی استخوان گاہ اس وقت جلال الدین کے سوا اور کہیں نہیں۔ اگر کوئی اس کی جان کا قصد کرے تو میں یہ نہ کہوں گا کہ میں اپنی جان دے دوں گا۔ کیوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں، ہاں یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اس کی جان کا قصد کرے گا، ہم اس کی جان لینے کی جان توڑ کو شش کریں گے۔
خادم خاں۔ بیشک۔

عماد الملک (خادم خاں سے مخاطب ہو کر) تم بھی اُسی کی سی کہنے لگے۔
نوشتگین۔ صرف وہ ہی نہیں میرا بھی یہ ہی اعتقاد ہے۔
براق حاجب (تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر) غرض یہ تھی کہ ہم اپنے خیالات ظاہر کر دیں ہم جال میں پھنس گئے۔

بدرالدین۔ ڈرو مت، ڈرو مت، سانپ کا سانپ پر زہر نہیں چڑھتا۔

ارق سلطان۔ کیا مطلب ابھی جو تمہارے منہ سے باتیں نکلیں وہ کیا تھیں، کیا میری جان کے لیوا ہو؟

بدرالدین۔ توبہ توبہ حضور! خادم خاں امیر نوشتگین نے آپ کے غلام سے

اس معاملہ میں مذاکرہ کیا تھا۔ بیشک آپ کے بھائی کا وجود ہمارے لئے الزم ہے۔
 بنائے سلطنت اُس کے ذریعہ سے مضبوط ہوگی، چنگیز کی قوت و شوکت ظاہر
 ہو۔ آپ کے خاندان سے جوئے دشمنی ہے، وہ بھی آپ معلوم ہے۔ باوجود اس کے
 میں نے اُس کی طبیعت میں ایک بڑا پن دیکھا ہے۔ ہماری طرف سے اُس کی
 شایان شان معاملہ نہیں ہوا۔ اگر وہ کوئی ایسا معاملہ دیکھے جس سے آپ کی دوستی
 مترشح ہو تو میں یقین کرتا ہوں کہ وہ راضی ہو جائے گا۔ مگر حجت مکان بادشاہ کے
 زمانہ میں جو واقعات پیش آئے اُن کی بنا پر عرض کرتا ہوں کہ حضور کو اپنی شاہانہ
 دوستی کا بہت قوی ثبوت دینا ضروری ہو گا۔ دنیا میں اس وقت جلال الدین کے
 سوا چنگیز کا کوئی دوسرا ایسا دشمن نہیں ہے جس کے نام سے اُس کو غصہ آجاتا ہو
 اگر حضور اُسے چنگیز کے سپرد کر سکیں۔ تو چنگیز حضور کی طرف غیر معمولی رعایت کا اظہار
 کرے گا۔ نیز۔۔۔۔۔

نیرہ (دروازہ کھول کر بڑے کمرے میں جا کے، ہاں ایک ایسے دیوانے
 کو تخت پر بیٹھا کہ جو بادشاہ کے خون میں اپنے ہاتھ رنگ چکا ہو، تم ایران میں تودہ
 میں اُس کی طرف سے سلطنت کرنا چاہتے ہو نہ؟ کتے۔ تم میں اتنی جسارت کہاں سے
 آگئی کہ شیروں کے اوپر حملہ کرنے کا ارادہ کرنے لگے؟ تم میں سے کس کا سینہ ہے؟

کہ بادشاہ کی تلوار کی سپر ہو سکے، تم میں سے کون ایسا سوراہے جس کا بازو
اُس کے پنجہ کا مقابلہ کر سکے؟ کیا تم خیال کرتے ہو کہ جلال الدین تمہارے عوض
ناموس، تمہارے دین و ایمان کی طرح بے ثبات ہی؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ادھر تم نے
کہا، ادھر اُس نے اپنے تیئں چنگیز کو تسلیم کیا؛ دیکھو کیوں کو۔ بیٹھ کے فیصلہ کرو
ہیں۔ یہ سب ایکے سب ایسے بے غیرت ہیں کہ اگر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں تو ان کے
جسم میں سے جو خون نکلے گا، وہ سانپ کے خون کی طرح ٹھنڈا ہوگا۔ ان کے قلب
میں کسی بات سے بھی تو حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ خدا انہیں جہنم واصل کرے۔ یہ اُن کو
کی طرح ہیں جو چاند کو دیکھ کر اُس پر بھونکتے ہیں۔ بادشاہ کے پیٹھ پیچھے اُس کے غلام
باتیں کرنے کی جرات کر رہے ہو۔ وہ فاحشائیں جو تمہارے نکاحوں میں ہیں تم سے
ہزار درجہ زیادہ مرد ہیں۔

نوشتیگین۔ ہم اس حقارت کو کب تک بیٹھے بیٹھے برداشت کریں گے۔
خادم خاں۔ چپ رہو۔ تمہاری آنکھیں بھی ہیں؟ اوزبک دروازی کے
پیچھے کھڑا ہے۔ سارا مکان میگزین بنا ہوا ہے۔ جدھر دیکھو تلوار کے سوا اور کچھ نظر نہیں
نوشتیگین۔ خوف، کوشش کے لئے پیغام اجل ہو کام اس طرح نہیں بنتا
ہیں جو کچھ کرنا ہی ہم اسی وقت کریں گے۔ اگر ہم چنگیز کے سامنے اس سلطنت او

احسین اور اس فصاحت بھری ملکہ کو لیجا کر پیش کریں! تو یقیناً انھیں وہ جلال الدین سے زیادہ پسند کرے گا۔

نیرہ۔ آہ۔۔۔

مجلس دوم

اشخاص سابق اور جلال الدین

(جلال الدین ایک دروازہ سے داخل ہوتا ہی ملکہ کی فریاد پر ادبک ایک دستہ فوج لے کر دوسرے دروازے سے اندر آتا ہے)

نیرہ۔ آئیرے بادشاہ آ۔ اللہ نے آپ کو یہاں بھیجا۔ ان ملعونوں، ان خائونوں کو دیکھو ملک نصرت کو چھوڑ دیجئے ان میں سے اگر کوئی دفا دار اور صاوق آدمی ہی تو یہی ہے باقی یہ کتے۔ تو تجھے پکڑ کر چنگیز کو تسلیم کرنے والے تھے۔

جلال الدین (اُمر سے مخاطب ہو کر) خدا تمہاری سچی مشکور کرے۔

نیرہ۔ آہ! بابتہ العظیم شیطان بھی ان سے زیادہ دنی نہیں ہے۔ ان کے جسموں کا ہر ایک ذرہ آپ کے خاندان کے نمک پہلا ہے۔ اُس پر بھی یخبست آپ کے نفس ہی پر نہیں آپ کے عزت و ناموس پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ مجھے آپ کی نیرہ کو اس ملعون تانائاری کے پاس لے جانا چاہتے تھے۔

جلال الدین۔ آہ باتم لوگوں نے ارواحِ خبیثہ کی طرح میرے والد کی رگوں میں
نفوذ کر لیا تھا خود تاتاریوں سے لڑائی چھڑوائی اور پھر قوتِ واپسہ کی طرح اس کے
دماغ میں گھس گئے۔ اس کی طبیعت پر غالب ہو گئے۔ اور اس بادشاہ کو جس نے
بیس بائیس برس تک شان اور شہرت کے ساتھ ملک کی سرِ داری کی ایک ایسے
گوشہ خفّاتیں لاجپایا۔ جہاں قضا بھی آسانی سے نہیں پہنچ سکتی۔ آدمی دنیا کی
خرابی آدھے جہان کے انسانوں کی بربادی کا تم لوگ سبب ہو۔ شہر آگ کے
شعلوں سے جہنم کے گڑھے۔ صحرا لاشوں سے حشر کے میدان بن رہے ہیں بچے مایوں
کے رحموں میں، مردے قبروں کے گڑھوں میں بھی تاتاریوں کی تلواروں اور
گرزوں سے نہیں بچتے۔ ان تمام بلاؤں کا تم سبب ہوئے۔ اور پھر ان کتوں کے
پلوں کی طرح جو اپنی ماں کے لاشہ کے منہ سے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں، تم میں سے
ہر ایک نے ملک کے ٹکڑے کر ڈالے اس پر بھی تمہیں اس کے سوا اور کچھ نصیب
نہ ہوا کہ تم میں سے ہر ایک چنگیز کے لئے قاسم کا کام ہے تم تھے تو کتے لیکن
چیتوں کی تقلید کرنے کھڑے ہوئے۔ تم خود خدا کے بندوں پر ایک ایسی بلا ہو گئے
جس کے سامنے تاتاری بھی کچھ نہیں۔ تمہارے دانتوں سے، تمہارے ناخنوں
سے، شہیدوں کے خون کے قطرے گر رہے ہیں۔ تم نے اس پر بھی قناعت نہ کی

اب اپنے بادشاہ کو بادشاہ ہی نہیں اپنے بادشاہ کے ناموس کو دشمن کے حوالہ کرنا چاہتے تھے۔ کیوں؟ خبیثو! جب ایسا ہی اپنے دین و ملت کو برباد کرنا ارادہ تھا اور ایک ملعون کو رشوت لے کر دنیا اور آخرت میں لعنت کا طوق اپنی گردنوں میں ڈالنے ہی کی تمنا تھی تو اس قدر تکلف کی کیا ضرورت تھی اپنی عورتوں اپنی لڑکیوں کو پیش کیا ہوتا۔ چنگیز انھیں پسند کر لیتا۔

ملک نصرت - دین حق کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ان ملعونوں کا اختیار ہوتا تو یہ لوگ چند روزہ دولت کے لئے خدا کو بھی چنگیز کے حوالہ کر دیتے۔ اور خاں - حضور اس وقت ایک بچھوؤں کے بل میں ہیں۔ خدا کے بندوں کی سلامتی کی خاطر آپ ان سب کو فوراً مار ڈالیں۔

اوزبک - ہر شخص حضور کے فرمان کا منتظر ہے اگر حکم ہو تو یہ سب کے سب ایک منٹ میں آپ کے قدموں میں ترپتے نظر آئیں۔

نیرہ - میرے جلال! واللہ یہ غزوہ چنگیز کی لڑائی سے فضل ہوگا۔

جلال الدین (ہنس کر) آسمان اجی انھیں اس قابل نہیں سمجھتا کہ ان کے کرتوتوں کی انھیں سزا دے۔ میں کیا اپنے تئیں اتنا ذلیل کروں گا کہ ان کو سزا دوں میں اپنی تلوار خسرویوں کے خون سے رنگنا نہیں چاہتا دسند ہو کر اپنے بھائی اور

اس کے طرف داروں کی طرف مخاطب ہو کر، جاؤ یہاں سے جہنم واصل ہو۔ مجھے
اس پر مجبور نہ کرو۔ کہ میں اس زمین کو تمہارے لاشوں سے ناپاک کر دوں۔

آرق سلطان۔ میرے بادشاہ، یہ غلام تو۔۔۔

جلال الدین۔ دُور ہو میرے سامنے سے خدا کی شان یہ بھی اپنے تئیں
انسان سمجھتا ہے۔ چلا دخل در معقولات کرنے۔

آرق سلطان۔ یہ کیا انداز گفتگو ہے۔ میں بھی اک شہزادہ ہوں۔

جلال الدین۔ ہاں تو شہزادہ ہو۔ لیکن میری طرح نہیں۔ اگر میری طرح
شہزادہ ہوتا، تو جس وقت تیرے بھائی کو، تیرے بادشاہ کی، اُموس کو دشمن کے
حوالہ کرنا چاہتے تھے۔ اس وقت کچھ تو تیری رگ حیمت و غیرت بخش میں آتی۔ تیرے
مُمنے سے ایک بات تو نکلتی۔ دفع ہو میرے سامنے سے اپنے تئیں شہزادہ خیال
کرتا ہی۔ حالانکہ ایک بے غیرت بھکاری کے بچنے سے بھی بدتر ہو۔

نیزہ۔ (آرق سلطان کی طرف اشارہ کر کے) یہ بادشاہ زادہ ہے قطب الدین

زر اسابچہ ہی اس کا بھی کبھی خوف سے ایسا رنگ نہیں اُڑا جیسا اس کا اڑا ہی۔

ملک نصرت۔ کہاں گئے وہ دعوے کہ سلطنتِ خوارزم ہماری تلوار
سے قائم ہے۔ اب کیوں ہر ایک کے پاؤں تھر تھر کانپ رہی ہیں مارے خوف کے

توڑی دیر میں کھڑے بھی نہیں رہ سکیں گے۔ تمہاری کمزوری تمہاری تلواروں کا بھی
بوجھ نہیں سہا سکیں گی۔

مجلس سوم

اشخاص سابق اور ایک سپاہی

سپاہی۔ حضور! تاتاریوں کی فوج بڑھی چلی آرہی ہے۔ اس کا ہرول

قریب پہنچ گیا۔

جلال الدین (کمال سکون کے ساتھ اپنے ہمراہیوں کی طرف مخاطب ہو کر)
تم یہی چاہتے تھے تاکہ ان نمک حراموں کو ہلاک کرو، سو ان سب کے اک اک روئیں کے
لئے ایک ایک تیر، ایک ایک گرز، ایک ایک آرق سلطان سے مخاطب ہو کر! اگر تم بھی
میری طرح شاہزادے ہو۔ تو لو آؤ میدان امتحان میں تاکہ ہر شخص تمہاری قدر سے
واقف ہو (نوشتگین سے مخاطب ہو کر) میں بادشاہ ہوں۔ میں نے معاف کیا
لیکن موت جلا دین کر اور تاتاریوں کی صورت اختیار کر کے تجھے ڈھونڈتی آرہی
ہی۔ چاہے آسمان پر چڑھ جا۔ چاہی زمین میں دھنس جا۔ ان کے پنجے سے چھٹکارا
مشکل ہی (تند اور تیز آواز کے ساتھ) دوست دشمن سے جدا ہو جائے۔ ملکہ اور یک
اور خاں، نور الدین اچھی طرح جان لو کہ اس کا نتیجہ موت ہی۔ جو دشمن کے مقابلہ میں

اپنی جان دینا چاہی، وہ آئے انشاء اللہ دنیا میں باعزت، نام آور، آخرت میں باسعادت زندگی حاصل کرے گا۔ ہم میں سے جو کوئی یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ ابد الآباد کی یہ سعادت بہتر ہے یا اس فانی زندگی ہی میں جہنم کا عذاب، وہ بے شک جہنم کا استحقاق کرے گا اور سعادت اخروی اور ناموس انسانیت کو خیر باد کہے گا۔ پہلے تو ہم محض اپنے تصور اور عقل سے ہی اس بات کا ادراک کرتے تھے کہ دنیا کا ہر گوشہ ایک قبرستان ہو گیا ہے۔ لیکن اب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں یقین مانو کہ زندگی میں بالادوست کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اور دنیا میں ایک ذی ہوش بادشاہ ایک بے عقل فقیر سے زیادہ کامراں اور خوش بخت نہیں۔ آؤ ہم اپنے تئیں مرا ہوا سمجھ لیں۔ مرا ہوا سمجھنا نہیں۔ بلکہ مرد کی طرح مرنا اس طرح کے جینے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ اسے اپنے ذہن میں اچھی طرح بٹھا کر دشمن کے مقابلہ کے لئے موت کو طلب کرتے ہوئے اور تلاش کرتے ہوئے نکلیں۔ تم ان ردیوں کی طرف نظر مت ڈالو۔ یہ موت سے ڈرنے والے طبقہ میں سے ہیں۔ ہاں آؤ غزا کے لئے، ہاں آؤ بقا، نام کے میدان کی طرف، ہاں آؤ جنت کے سب سے سیدھے راستے پر۔ اللہ ہمارا مددگار ہو۔

(پردہ گر رہا ہے)

پردہٴ سوم

مجلس اوّل

ایک فوجی کیمپ میں ایک شاہانہ خیمہ

جلال الدین - نیرہ

نیرہ - میرے بادشاہ! ہم لوگ اک بڑے خطرے میں سے گزرے، خوازم
میں تاتاریوں نے جو حملے ہم پر کئے، اُن سے نجات پانا کیا بقایائے معجزات میں
سے نہیں ہے؟ خدائے تعالیٰ نے آپ کو ایسی ہی فوق العادہ کامیابیوں کے لئے
پیدا کیا ہے۔ اٹھارہ سو آدمیوں کے ساتھ، نوے ہزار دشمنوں میں سے سالم نکلے،
جن دستہ ہائے فوج نے ہم کو گھیرا۔ انھیں برق و صاعقہ کی طرح ہم نے خیرہ کر دیا
ہم پر بارانِ آب کی طرح تیروں کی بارش ہوئی، سیلاب کی طرح خون بہے، پھر بھی خدائے
ہمیں نجات دی، اور کس طرح نجات دی کہ ہمارے ایک شہید کے مقابلہ میں دشمن کے
سولائے زمین پڑ پڑے ہوئے تھے۔ الحمد للہ صحیح و عاقل ہیاں تک پہنچے۔ اور فتح ملی
ہماری ہی تھی۔

جلال الدین کا شہ عالم کی اذیت اور لوگوں کی زبان سے بھی
ایسی ہی آسانی سے چٹکارا حاصل کرتے۔

نیرہ۔ دنیا کی کیا اذیت رہ گئی؟ خلق آپ کو کیا کہہ سکتی ہے؟ آپ کے والد کا
حال معلوم ہے۔ خدا غریب رحمت کرے۔ آپ کے بھائی اور امراء ان کی کیفیت ان کے
کاموں سے خوار زم میں ثابت ہو گئی۔ ملت اور انسانیت کی خدمت کرنے والا اسوۂ
آپ کے دنیا میں کوئی دوسرا باقی نہیں ہے کیا اس مجنوں کی طرح جو اپنے مرض کی
دوا سے کراہیت کرے خلق آپ کی ہی شکایت کرے گی۔ آپ اس سے زیادہ
کیا کر سکتے تھے۔ اس خلیفہ کے مقابلہ میں جس نے اپنی دہشت سے ساری دنیا کو
تھرا کر رکھا ہے۔ آپ تنہا اسادہ ہوئے۔ اس کی فوجوں کو منقلب کر دیا۔ اور اس کے
ہاتھوں سے ملک چھین لئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ تاتاری یا جوج ہیں۔ اگر وہ یا جوج
ہیں۔ تو آپ ان کے مقابلہ میں سد سکندری بن گئے۔ ایسی کوشش اور ایسی کامیابی
کے بعد آپ کے خلاف کون ایک لفظ کہہ سکتا ہے۔

جلال الدین میں نہ حتی الامکان اپنے فرض کو ادا کرنے کی کوشش کی۔ مگر تنہا
غیرت احتیاج کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہم دشمن کو خون کو دیا بہا دیں۔ مگر وہ بھی ہماری
مملکت کو خراب کر رہا ہے۔ میں اپنے کسی ٹکڑے تو نہیں کر سکتا کہ ہر دستہ فوج کی ہر

سرداری کر سکوں۔ اور ہر موقع کی محافظت خود کروں، ہم یہاں دشمن کی ایک فوج کو غارت کر رہے ہیں، مگر تاتاری وہاں ایک بادشاہت ایک سلطنت کو محصور ہے ہیں۔ ہم یہاں ایک لڑائی سر کر رہے ہیں۔ مگر اسلام کے ہاتھ سے وہاں ایک کشور جاری ہے۔ ہم یہاں چند ہزار مردوں کی خوشی کا باعث ہو رہے ہیں، مگر فلک وہاں چند لاکھ عورتوں اور یتیم بچوں کو رلا رہا ہے، ان سب کی ذمہ داری مجھ پر ہے خدائے برتر ان کے متعلق مجھ سے باز پرس کرے گا۔ آہ! کاش کہ والد مرحوم زندہ ہوتے۔ تو میں ان کے زیر فرمان ایک نفر سیاہی ہوتا۔ تاکہ میری ذاتی کارکردگی کی ذمہ داری مجھ پر ہوتی۔ جو کام میں نے نہیں کئے، ان کی مسولیت مجھ پر عائد نہ ہوتی۔

نیرہ سبحان اللہ! آپ کے سوا کوئی اور ہوتا۔ تو جو کچھ آپ نے کیا ہے۔ اگر وہ اس کا آدھا بھی کرتا تو مارے فخر کے جامہ میں نہ سماتا۔ آپ اپنی کامیابیوں کو کچھ سمجھتے ہی نہیں، آپ کو خبر بھی ہے۔ آپ نے چنگیز کو ہضم کر دیا ہے۔ جیسے بچے بجلی کی چمک سے ڈرتے ہیں۔ وہ آپ کے فتوحات کی چمک سے تھر تھرا کانپ رہا ہے۔

جلال الدین۔ میرا فرض یہ نہیں ہو کہ میں چنگیز کے مقابلہ میں بجلی کا کام دوں، میرا کام یہ ہو کہ مملکت اسلام کو تاتاریوں کے پنجے سے چھڑاؤں۔ جب تک ان

مالک کو جن میں اذان کی آواز گونج چکی ہے، تاتاریوں کے تسلط سے کلیتاً آزاد نہ کر دوں۔ میرا سارا کیا دھرا بے فائدہ ہو۔ جب تک کہ انسان کے لئے کرنے کو کام باقی ہو۔ کئے ہوئے کام پر قناعت کس طرح جائز ہو سکتی ہو۔ تم ہی خیال کرو اس وجود کے لئے جو اشرف مخلوقات کی جنس میں سے ہو، شرمناک شہر کیا جانا کیسی مذلت ہو۔

نیرہ۔ میرے بادشاہ! جو چاہیے کیجئے۔ کیوں کہ آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں آپ ہر کام کے کرنے پر مقتدر ہیں۔ آپ کی جس ہمت نے تاتاریوں کے وجود کو یہاں سے دفع کیا ہو۔ وہ ہی انشاء اللہ ان کے تسلط کو دنیا سے بھی اٹھا دے گی۔ مگر اسے نہ بھولئے کہ اپنی نسبت سے آپ کو اپنے کام کتنے ہی چھوٹے نظر آئیں۔ مگر اوروں کی نسبت سے وہ اتنے ہی بڑے ہیں۔ ہر شخص دنیا میں آپ کی طرح نہیں بچ سکتا۔ کیا نقصان ہو اگر آپ بھی کبھی کبھی اوروں کی طرح ہو جائیں؟ جلال الدین۔ کیا ہوگا؟ میں اس علم کے ساتھ کہ مرد ہوں، بادشاہ ہوں، جفاکشی میں تمہارے تحمل میں قطب الدین کے ہمت میں خیمے کے دروازے پر کھڑے ہونے والے نوکر کے برابر ہو جاؤں۔

نیرہ۔ یہ آپ سے کون کہتا ہو؟

جلال الدین - تمہاری باتوں سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اچھی طرح جان لو کہ میرے دل کو اطمینان نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری محبت میرے مفتونیت فرض پر غالب آتی جا رہی ہے۔

نیرہ - آپ میرے ساتھ جو چاہیں کریں۔ میں اپنی صداقت وقت پر دکھانے لگی۔

مجلس دوم

اشخاص سابق قطب الدین

نیرہ - کیا ہے؟
قطب الدین - کچھ نہیں۔ اوزبک آیا ہے۔ کتا ہے بادشاہ کی قدیم ہوسی کرنا چاہتا ہوں نہایت ضروری کام ہے۔

جلال الدین (نیرہ سے) زرا ہٹ جاؤ میری جان۔
نیرہ - جو حکم جاتی ہوں۔ لیکن اگر کوئی اہم بات ہو تو مجھے بھی بتلا دیجئے گا؟

جلال الدین - کیا ابھی چند دقیقہ پہلے کی حدت۔ لطف و عنایت میں مبدل ہو گئی؟ خدا نے تمہیں آفتاب کی مانند پیدا کیا ہے۔ کبھی تو اپنی پیش سے

انسان کچھ جسکا دیتی ہو، اور پھر چند لمحوں بعد اپنی شعاع مہر سے اس کے گرد پھولوں اور گلوں کا چمن کھلا دیتی ہو کوئی اہم بات ہوئی تو تمہیں نہ بتاؤں گا تو اور کسے بتاؤں گا۔ تمہارے سوا میں اور کسی رُوح کا مالک ہوں کہ اپنے راز اپنی دردِ دل اس سے کہوں (قطب الدین) جاؤ میرے شیر بیٹے! اس سے کہنا آجائے۔
(نیرۂ خیمہ سے جاتی ہی)

مجلس سوم

جلال الدین - قطب الدین - اوزبک

جلال الدین - خیریت تو ہو؟

اوزبک - خیریت کہاں ہو میرے بادشاہ! میرے طالع منہوس نے مجھے بوم صفت کر کے اس بات پر معین کیا ہے کہ اپنے بادشاہ کو (گو یا میں نغوز) با مشرِ خلیفہ کا آدمی ہوں! ہمیشہ غم انگیز خبریں پہنچاؤں۔ نور الدین آیا۔ اور ہم بھی اس طرف کو آئے اس کے بعد وہ فوج جو خوارزم میں تھی بالکل منتشر و پریشان ہو گئی۔ حضور کے سرداروں میں سے ایک اپنے تئیں بچالے گیا۔ لیکن اس غریب کو بھی اتنے زخم لگے تھے کہ وہ بیہوش ہو کر گر پڑا اور مردہ خیال کیا گیا۔ تا ماریوں کو لوٹ مار کی

اس قدر حرص تھی کہ شکست خوردہ فوج کی طرف انہوں نے زیادہ توجہ نہ کی۔ اس سردار کو جو کمیت گھوڑا حضور نے بخشا تھا وہ اس کی طرح وفادار تھا۔ اپنے دانتوں سے پکڑ کر وہ اپنے بیوش مالک کو باہر ایک طرف کو نکال لے گیا۔

جلال الدین۔ ان تمام تفصیلات کی ضرورت نہیں۔ کیا خوارزم ہاتھ سے نکل گیا؟ بھائی کیا ہوئے اور وہ لوگ ۔ ۔ ۔

اوزبک (بات کاٹ کر) ملک ہاتھ سے نکل گیا حضور ملعونوں نے ایسے ہی بخارا اور خیو کی طرح ویران کر دیا۔

جلال الدین۔ آہ خوارزم! جہاں میں پیدا ہوا اور جوان ہوا۔ کیا تجھے بھی دشمنوں نے محو کر دیا۔ اُف انسان کتنی ہی اصلاح نفس کی کوشش کرے، ایسی اچانک مصیبت کے وقت فرض کے احساس میں ذاتی اور دلی جذبات ضرور شامل ہو جاتے ہیں۔ اس قدر مملکت اسلام خراب و ویراں ہوئی میں کیوں اتنا متاثر نہ ہوا جتنا کہ خوارزم کی ویرانی سے؟ اگر خدا نے فرصت دی، تو انشاء اللہ جب خوارزم کو دوبارہ آباد کروں گا۔ اس وقت اینٹوں کی بجائے تاتاریوں کی ہڈیاں استعمال کروں گا۔

اوزبک۔ آہ کتنے لوگ ہلاک ہو گئے۔

جلال الدین - خدا رحمت کرے - شہید ہوئے۔

اوزبک - میرے بادشاہ! اگر اپنے ملک کے جھنڈے کے نیچے ان لوگوں نے اپنی جانیں دی ہوتیں تو بیشک وہ شہید ہوتے۔ مگر انھوں نے تو خود اپنے ملک کو تباہ و مضمحل کیا اور اس طرح خوار ہو گئے۔ جو تئیں کہ اسلام کی خدمت کے لئے میاں باہر لائی جاتی ہے، وہ صرف دین کے دشمنوں کو ٹکڑے کرتی ہے۔ موحث و عصیانک آئیں بنے۔ اگر یہ لوگ اپنے فرض کو بجالاتے تو آج کے دن مملکت خوار نہ ہو۔ آدمی ہی رہ جاتی، مگر رہ تو جاتی۔ میری جان اپنے بادشاہ پر قربان! حضور اپنے غلام کو ایسی نظر سے نہ دیکھیں جس سے یہ ٹپکے کہ میں نے حضور کے ضمیر کی حیات کے خلاف کوئی بات کہی۔ اگر میری زبان سے کوئی لفظ خلافِ ادب نکل گیا ہو، تو حضور سے التجا ہو کہ مجھے معاف کریں۔ اپنے دین و ملت سے جو مجھے محبت ہے۔ اور اپنے بادشاہ و مملکت کے حق میں جو وفاداری کا جذبہ دل میں رکھتا ہوں وہ میری زبان سے یہ باتیں کہو رہا ہے۔

مجلس چہارم

اشخاص سابقہ نور الدین

نور الدین (داخل ہو کر) میرے بادشاہ!

جلال الدین - آئیے مولانا۔ خدا آپ کی ہمت سے خوشنودور رہی ہو۔
 آئیے میرے پاس بیٹھے آپس میں آداب و تکلفات کی ضرورت نہیں۔ اوزبک
 خوارزم کی اور فوج کی سلامتی کی خبر تو نہ لاسکا، مگر ان مدعوں کا
 حال جو میرے بھائی کلاتی پہنچے سنا چکا ہے۔ بد عمدہ بد سگال، خائن بھائی،
 ہاں وہ توشکیں اور خادم خاں ملے کیا ہوئے۔ وہ لوگ چنگیز کی طرف چلے
 گئے ہوں گے۔ ان کا حال زرا مجھے سنائیے۔

نور الدین - نہیں میرے بادشاہ۔ شکر ہے خدا کا کہ انہیں اس مذلت تک
 دسترس نہ ہوئی۔ تاتاریوں کے سامنے ان کا ایمان یا اس شرک مایوسانہ قرار دیا
 گیا اور ان سب کے قتل کا حکم دیا گیا۔ معلوم نہیں کیا وجہ ہوئی۔ بہر حال جس طرح کسی گھر
 میں آگ لگے۔ تو گھر میں سانپ وغیرہ جو مودی جانور ہو، وہ بھی جل جاتا ہے۔ اس طرح
 تاتاریوں نے مملکت اسلام کے جہاں لاکھوں انسان شہید کئے۔ وہاں کچھ بچتے
 اور سانپ بھی مار ڈالے۔ کم سے کم انہوں نے اسلام کی اتنی خدمت تو کی۔ ان میں
 صرف براق حاجب بچ نکلا۔ یہ خبیث شاید سب سے زیادہ چالاک اور جہور تھا۔ میرے
 بادشاہ آپ کا یہ دعا گو ابھی زخمی ہی نہیں ہوا تھا کہ اس کے ساتھ جس قدر حرّات
 مٹی سب چنگیز کے جھنڈے کے نیچے جا جمع ہوئے۔ یہ سب واقعات میں نے

اپنی آنکھ سے دیکھے۔ کیوں کہ جہاں میں تھا۔ وہاں سے قریب ہی مرکزِ ہوسے تھے۔
 براق حجابِ تنہارہ گیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا گھوڑا بھی زخمی ہو گیا۔ جس طرح
 اژدہا گھاس کے جنگل میں سے نکل جاتا ہے اس طرح تاتاری فوج میں سے جو اسے
 گھیرے ہوئے تھے وہ ایک پردہشت نمائش کے ساتھ بیدِ حرکت نکلا چلا گیا۔ اگر
 اپنی شجاعت کا سو میں ایک حصہ بھی وہ دین کی راہ اور اطاعتِ الٰہی میں دکھاتا
 تو وہ نادر المثل فداکاری شمار کی جاتی اور حقیقت میں وہ حضور کی خدمتِ ہمالیہ
 میں رہنے کے قابل آدمی ہوتا۔

اوزبک۔ یہاں اس سے بھی زیادہ شایانِ تاسف آدمی موجود ہیں
 سیف الدین عراقی سے تو حضور واقف ہی ہوں گے۔

جلال الدین بچھلی لڑائی میں اس نے بہت کارِ نمایاں دکھلائے۔ مگر یہ
 فرض کر کے کہ فتح کا سہرا اسی کے سر تھا۔ تمہارا مطلب کیا ہے؟ میں اس کی ہزاروں
 کا غلام ہو جاؤں۔ اس کے گھوڑے کو، تاجِ زرین کی طرح سر پر اٹھائے پھروں۔
 اوزبک۔ نہیں میرے بادشاہ۔ غلام کا یہ مقصد نہیں۔ میں یہ عرض کرنا
 چاہتا تھا کہ وہ حضور کے سلوک کی شکایت کرتا تھا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ
 وہ کوہِ نمک کرنا چاہتا ہے۔ کیا عجب کہ وہ دشمن سے جلے اور یہ کمینہ پن بھی کر دکھائے۔

بہر حال یہ توصاف معلوم ہو رہا ہے کہ خدمتِ ہمایوں سے ہٹنا چاہتا ہے۔
 جلال الدین۔ کون؟ سیف الدین؟ وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ابھی
 ابھی پہاڑوں کی طرف جا رہا تھا۔ شاید ایک گھنٹہ ہوا وہ پکار رہا تھا۔ ”جو مجھ سے
 محبت رکھتا ہے۔ میرے ساتھ آئے جو بادشاہ سے محبت رکھتا ہے وہ یہاں رہے
 میں نے یہ سنا تو خیال کیا کہ شہید ہونے جا رہا ہوں اپنے تئیں اپنی قوم پر فدا کرنا
 چاہتا ہے۔“

اوزبک جنسور کا کیا خیال ہے۔ اصل میں فوج میں بغاوت پھیل گئی ہے۔
 حقیقتِ حال کو شہزادہ مجھ سے زیادہ صاف صاف بیان کر سکتے ہیں۔
 نور الدین۔ جی ہاں، دو ایک نمک حراموں نے آخرت میں ابو بھل اور نرید
 کے ساتھ محسور ہونے کا ارادہ کر لیا ہے۔

جلال الدین۔ ان کے لئے جہنم تک راستہ صاف ہے مجھے اور تمہیں
 رتبہ شہادت نصیب ہوگا۔ مزار میں خدمت گاروں اور تابعین کے ساتھ
 نہیں جایا جاتا۔ میری قسمت میں جو کچھ ہے اس کے لئے میں کسی کی مدد کا
 محتاج نہیں ہوں۔ یہ شور و شغب کیا ہے؟

۸۸

مجلسِ پہم

اشخاص سابق سیف الدین

سیف الدین (اندروخل موکر) میرے بادشاہ! بارگاہ سلطنت سے ہر شخص اپنا نصیبہ لینا چاہتا ہے، حضور سے جو میری التجا ہے، وہ صرف اتنی ہے کہ میرے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اور میری بے عزتی نہ کی جائے۔ دو گھنٹہ قبل میں نے ایک خاص آدمی کے ہاتھ حضور کی خدمت میں یہ عرض کی تھی کہ میری تحقیر کی گئی، جو لوگ میرے زیرِ حکم ہو کر حضور پر جان فدا کرنے کے لئے آئے ہیں وہ اپنے سردار کی ذلت دیکھنی گوارا نہیں کرتے۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ میرے گھوڑے کو پتھی مارے۔

جلال الدین۔ جو شخص تمہارے گھوڑے کو پتھی مارے کیا میں اسے یہ سزا دوں کہ اس کا ستر تلواریں سے اڑا دیا جائے۔ میں تمہاری خاطر احکام شرعیہ کو چھوڑ کر سیاست چنگیزی کو اختیار کروں۔ تاتاریوں نے ایک خنزیر کو درجہ اہمیت دینے کے لئے جو انسان تلف کئے، گویا وہ کافی نہ تھے کہ میں تمہارے گھوڑے کو گویا سامری بنا کر اس آدمی کو محکروں میں سے بنائے پتھی ماری۔ گھوڑے کو

پتھی مارے جانے پر فوج میں بغاوت ہو رہی ہے۔ لیکن ادھر اسلام خطرہ میں ہے
 خدا کا پاک نام، پاؤں تلے رونداجا رہا ہے۔ یہ کہہ کر کہ یہ منارے چنگیز کو سجدہ کریں
 مسجدیں گرائی جا رہی ہیں۔ تاتاریوں کے خوف سے لوگ یہ کہتے ہوئے ڈرتے
 ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ یہ سب کچھ نہیں۔ ہاں تمہارا گھوڑا سب کچھ ہے۔ وہ دین، وطن
 انسانیت سے بھی زیادہ مقدس ہے۔ تاتاری اک کتے کی پرستش کر رہی ہیں مسلمان
 بھی تمہاری خاطر ایک گھوڑے کو پوجنا شروع کر دیں۔ نکل باہر کا فر۔ جا اور چنگیز کا
 معین وہ دغا رہن۔ تجھ جیسے مکینہ مخلوق کے لئے اسی جیسے دنی پادشاہ کی ضرورت
 ہے۔ جا اور جو کچھ میرے خلاف کر سکتا ہے، کر۔

سیف الدین۔ میرے بادشاہ!

جلال الدین۔ جواب دیئے جاتا ہے نکل باہر۔

سیف الدین۔ میرے بادشاہ۔ میں اپنی عزت کو ہاتھ سے نہیں فینا چاہتا
 میرے گھوڑے کو کوئی تہی نہیں مار سکتا۔ میں بھی دوسرے درجہ کا ایک بادشاہ۔۔
 نور الدین۔ اُف وہ! چوٹی نے بھی کہا تھا کہ میں اپنے ملک کی بادشاہ ہوں
 سلطانِ مسلمین کے فرمان کی اطاعت اس طرح کی جاتی ہے کہ سلطانِ اسلام، احکام
 الہیہ سے تیرے سامنے بحث کرتا ہے۔ اور تو یہی رٹ لگائے جاتا ہے کہ میرے

گھوڑے کو قہجی مارنے کا کسی کو اختیار حاصل نہیں ہو۔ وہ تجھے اللہ و دینِ اسلام سے
وانسانیت کے قائم کردہ حکم سے رہا ہو۔ تو جواب میں حیثیتِ عزت، حیوان اور
اس قبیل کی چیزوں کا ذکر کر رہا ہو۔ تجھے شرم نہیں آتی بے دین۔ بے عقل تو بھی
کیا عجیب مخلوق ہو۔

سیف الدین۔ میرے بادشاہ! حضور غالباً اس مجنون کے خیالات سے
متاثر ہو گئے ہیں حضور غور فرمائیں کہ حضور کے اجداد عظام نے ان معاملات کی
رعایت کی ہو۔ مجھ جیسے سردار کے گھوڑے کو اگر کوئی قہجی مارے اور اس طرح
میری توہین کیے تو کیا اس کو سزا نہ دی جائے گی؟

جلال الدین۔ تمہارے ان قاعدوں پر اور تم پر اور تمہارے گھوڑوں پر
خدا کی پھٹکار یہ جو دنیا اس وقت جہنم سے بدتر حالت میں ہو وہ کیا شبِ بیلان کے
ایجا کردہ انھیں قاعدوں اور تجھ جیسے دشمنِ خدا مخلوق کی باعث نہیں ہو۔ غیبت!
وہ اسلام جس پر تجھے بھی اعتقاد ہو کہ تاقیامت باقی رہے گا اور جس کے ذریعہ سے
آخرت میں نجات کا تو بھی طلب گار ہو کس حالت میں ہو؟ اسلام کی تقدیر پر
ایمان رکھنے والے کا دنیا سے ازالہ آج کل واجب شمار کیا جا رہا ہو ایک شخص
جو ہم سب کو زندگی بخشنے والے خدا کے تعالیٰ و برتر کے پیدا کردہ ذلیل ترین

طبقہ میں سے ہر نعوذ باللہ اپنے تئیں مقام الوہیت پر پہنچانا چاہتا ہے۔ اور خدا کے تمام بندوں کے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہتا ہے۔ جو وہ اپنی قوم کے ساتھ کر رہا ہے۔ تو ان میں سے کسی بات سے متاثر نہیں ہوتا۔ حکومتِ اسلامیہ کو اپنی اس موہوم حقیقت سے ٹکرا رہا ہے۔ اس سے زیادہ تو سوچ نہیں سکتا۔ گھوڑا تیرا معبود، نخوت، تیرا دین، انتقام تیری عبادت ہے۔ تو اسلام کے لئے تاتاریوں سے بھی زیادہ مضر ہے۔

سیف الدین۔ اس کے بعد اے میرے بادشاہ! میں جو کچھ کروں، اس میں معذور سمجھا جاؤں مجھے حضور سے یہ اُمید تھی کہ میرے حق میں رعایت کی جائیگی۔ جلال الدین۔ رعایت انسان کی کی جاتی ہے تو بھی اپنے تئیں انسان سمجھتا ہے سبحان اللہ۔

سیف الدین۔ بہت خوب! اب چوں کہ ہم انسان نہیں ہیں جاتے ہیں (سیف الدین جاتا ہے)

اوزبک۔ حضور حکم دین تو ابھی اس غدار کا سر تن سے جدا کر دوں۔ اگر یہ دشمن سے جا ملتا تو ہمارے لئے ایک دوسرا چیلنر بنو جاتے گا۔

جلال الدین۔ قوتِ اسلام کا انحصار اس فوج پر تھا۔ اب کیا اُس میں آپس میں ہی

تلوار چل جائے۔ تاکہ ہم ایک دوسرے کو تلف کر کے چنگیز کو موقع دیں کہ وہ دوسرے سے بیٹھا بیٹھا سیر دیکھے اور بے ہاتھ پاؤں ہلائے فتح حاصل کرے۔ سیف الدین جائے خدا کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔ اس غدار کو خدا پر ترجیح دینے والا اس کے ساتھ جائے کیا ہمارا مقصد غزوات و شہادت نہیں ہے۔ الحمد للہ ہم غازی تو ہو چکے۔ انشاء اللہ شہادت بھی نصیب ہوگی۔ یا آلہ تیرا استغنا بھی تیری حکمت کی کیا دلیل عظیم ہے۔ اگر تیرے ارادہ کا عمل میں آنا تیرے بندوں کی رائے پر معلق ہوتا تو تیرے مقدس نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ ملعون ذات الوہیت کو خلقت آدم سے پشیمان کرنے کی کوشش کرتے۔

(پروہ گرتا ہے)

پردہ چہارم

دریائے سنت کے کنارے ایک فوجی کیمپ

مجلس اوّل

اوزبک جلال الدین

اوزبک (جلال الدین کے قدموں پر گر کر) میرے پادشاہ - میرے ولی نعمت آپ پر قربان کرنے کے لئے اک جان باقی تھی۔ وہ بھی دین و دولت و ملت کی راہ میں نثار کر رہا ہوں حضور کا فرمان بھی تو یہی تھا۔۔۔ خدا اسلام کو مظفر و منصور کرے گا۔ انشاء اللہ اس خوش نصبتی کے وقت آپ موجود ہوں گے۔ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ“ (کہتا ہے اور زمین پر گر کر جاں بحق تسلیم ہوتا ہے)

جلال الدین (اس کے قریب جا کر) آؤ اوزبک شہید ہو گیا۔ موت کے تمام مظاہر مجھے دکھائے جائیں گے۔ مگر اس کا چہرہ کیسا بترسم ہو۔ ملت کی مصیبت کے خیال سے جو خزن و ملال اس کے چہرے پر ہر وقت طاری رہتا تھا، وہ سب رفع ہو گیا۔ چہرے پر اس بچے کی سی مسکراہٹ ہے جسے اپنا عزیز ترین مقصد حاصل ہو گیا ہو۔ چہرے کا رنگ نے کھلے ہوئے زرد پھول سے مشابہ ہو گیا ہے۔ اوزبک اتوں سلیمان

مرد تھا، دنیا میں کسی کا حق اپنے ذمے لے کر نہ گیا۔ خدا نے اس کے عوض میں تجھے درجہ شہادت عطا کیا۔ آخرت کے سوال و جواب چھٹکارا پایا۔ تجھ جیسے انسان کو تابوت میں افعال کے متعلق امام کی تفتیش، مزار میں منکر نکیر کے سوالات کیسے گراں گزرتے۔ اللہ کی دیوان عدالت سے بچنا، تیز و تند جرح کی ضیق و اضطراب سے نجات حاصل کرنا، اگر چند زخموں کے کھانے سے حاصل ہو جائے۔ تو کیا وہ ان خیزیوں میں سے نہیں جس پر عمر کے کئی برس فدا کر دیئے جائیں؟

مجلس دوم

اشخاص سابق۔ نور الدین چند نفر سپاہی

نور الدین۔ میرے پادشاہ! فوج منتشر و برباد ہو گئی۔ خدا روں نے دین کو تباہ کر دیا۔ لوگوں نے سیف الدین کی عزت کو، خدا کے حکم پر ترجیح دی۔ اور بک جیسے چند فدا فی شہید ہو گئے۔ چند رذیل، سیف الدین کے طرفدار ہو کر اس کے ساتھ چل دیئے بہت سوں نے اپنے تئیں تاتاریوں کے سپرد کر دیا صرف ملک ہرات اور بلخ کے آدمی رہ گئے جو بقیہ فوج کو تاتاریوں کے حملوں سے بچانے کے لئے ایک سدن گئے۔ نصرت اور اورخان کا حال مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہوئے

مگر ان کے سپاہیوں سے چند نفر جو ابھی شہید نہیں ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ملکہ کو گرو جمع ہو کر ان کی محافظت کی کوشش کر رہی تھے۔ وہ شیر بچہ قطب الدین جس کی تلوار جس کے قد سے بڑی ہو، اس عمر میں یہ شجاعت دکھا رہا تھا کہ اس نے دشمن پر تین دفعہ گھوڑا ڈالا۔ دو جگہ خود زخمی ہوا۔ معلوم نہیں اب کہاں ہیں۔ مگر جہاں کہیں بھی ہوں، آتے ہی ہوں گے۔

جلال الدین۔ یہ کیا ہوا۔ کیا غضب ہو گیا اس وقت تک مجھے اس شکست کی خبر نہ کی۔ ایک گھنٹہ قبل میں خود دشمن کے مقابلہ میں تھا اور مجھ سے کہا گیا تھا کہ ہماری فوج جیت میں ہے۔ اگر یہ معلوم ہوتا تو میں خود کیوں یہاں زندہ آتا۔

نور الدین۔ میرے پادشاہ! کسی کو یہاں تک خبر ہو پانچانے کی مہلت کہاں ملی جس وقت حضور علیہ السلام ہوئے ہیں اسی وقت تاتاریوں کی مسلسل فوج ایک دوسرے کی مدد پر آنی شروع ہوئی فوج میں سے ایک آدمی کو بھی اس وقت علیحدہ کرنا گویا اسلام کے بازو کو شکستہ کرنا تھا۔ حضور چھ راتوں سے مطلق نہیں ہوئے۔ اور ۲۴ گھنٹے میں ۸ گھوڑے کی پشت پر ہی گزرے تھے حضور کو چند منٹ کی آرام کی ضرورت ہوئی تو عین اس وقت خبر بھیج کر حضور کو تکلیف دینا مناسب خیال نہ کیا۔

جلال الدین (طرز بدل کر) ہیں! اتنی فتوحات اتنا مال غنیمت حاصل کر کے پھر غرداری۔

نور الدین۔ میرے بادشاہ! ان بد اخلاق حشرات میں کیا وہ دل آسانی سے مل سکتا ہے۔ جو محمودیلو ج خبیث کی رشوتوں، چنگیز کی دہشتوں کے مقابل میں ٹھہر سکے۔

جلال الدین۔ آہ اباجان جس یاس مہنا امیدی کا اظہار آپ فرمایا کرتے تھے۔ وہ گو آپ کے شایان نہ تھا لیکن بلا سبب بھی نہ تھا۔ کیا ان آدمیوں کو دل صرف بے وفائی اور غرداری کے اجزل سے مرکب ہیں کیا ان کی رگوں میں خون کو بجائے غلاٹ دوڑ رہی ہے؟ انسان میں اس قدر ذلت اور کمینہ پن پائے جانے کا مجھے وہم بھی نہ ہوتا تھا۔ ایک خبیث فرعون بن بیٹھا ہے جو دنیا سے توحید الہی کے اعتقاد کو محو کرنا چاہتا ہے۔ ایک ملت موحداں خبیث کے مقابلہ کے لئے کھڑی ہوتی ہے۔ دین ناموس و وطن و حیات و ملک ان سب محافظت میں اپنے تئیں فدا کر رہی ہے کہ لتے میں سیف الدین کا گھوڑا ان مقدس مقصدوں سے بھی اعلیٰ شمار کیا جانے لگتا ہے دنیا میں جتنے انسان ہیں وہ اس خنزیر کی حرص اور اس بد گھوڑے کی شامت کی وجہ سے اپنے زخم مائے جگر کے خون میں ڈبو دیئے جائیں گے۔ کو میرے گھوڑے کو

زمین کیس، اس دنیا کو ترک کر کے مرجانا، چاہیے دولتِ شہادت نصیب بھی نہ ہو،
ان رذیلوں کے ساتھ زندہ رہنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ سچ ہے۔ انسان کی
زندگی میں ایسا وقت بھی آتا ہے، جب کہ دولتِ حیات کے مقابلہ میں موت حقیقتاً
ایک نعمت ہوتی ہے۔ کمو میرا گھوڑا فوراً تیار کریں۔

مجلس سوم

اشخاص سابق۔ اورخان۔ بعد میں ملک نصرت

اورخان (کئی زخم کھائے ہوئے آتا ہے) اب اس کا موقع نہیں، اے
میرے پادشاہ! چنگیز خود اپنی فوج کی مدد کو پہنچ گیا ہے۔ اس کے ایک حملہ میں
ملک ہرات، احابن، یہاں تک کہ فوج کا بیشتر حصہ شہید ہو گیا۔ صرف سو آدمی باقی
رہ گئے۔ ان میں بھی کوئی ایسا نہیں جو زخمی نہ ہوا ہو۔ مقابلہ کا امکان اب باقی
نہیں۔ وہ مثبت اسباب جس نے بنی اسرائیل کے لئے سمندریں راستہ پیدا
کر دیا شاید ہمارے لئے ان کے درمیان میں سے ایک راہِ نجات پیدا کرنے
جلال الدین۔ میں اتنے برادرانِ اسلام و برادرانِ دین کے جنازوں کے
جنموں نے دین اور حق کی راہ میں اپنی جانیں خدا کی ہیں۔ ملعون تاتاریوں کے

پاؤں تلے روندے جانے کے لئے چھوڑ کر خود کہاں جاؤ گے؟ شہادتِ اِشہادتہ
 اب میرے لئے زندگی آخرت میں ہے۔ میں ان بہادروں کے ساتھ راہِ خدا اور
 میدانِ غزائیں برابر رہا، تو کیا اب جنت کے کشادہ ترین دروازہ یعنی شہادت
 میں ان سے جدا ہو جاؤں گا؟ میں ایسا نہیں۔ کیا دُنیا میں قیامت کے بوریے
 سمیٹوں گا۔ شہادت!

ملکِ نصرت دداخل ہو کر کیا غزائیں ہم نے کافی شہید نہیں کیے
 اب حضور پر قیامت کے بوریے سمیٹنے کے لئے نہیں، بلکہ اسلام کی اعلیٰ شان
 کی خدمت کے لئے حفظِ حیات کرنا فرض ہے۔

جلال الدین۔ نیک! کیا تم بھی رائے دینے لگے۔ تم بھی مجھے بھاگنے
 کی ترغیب دینے لگے۔

نیک نصرت۔ میرے پادشاہ! یہ بھاگنا نہیں ہے۔ اسلام کے حال پر رحم
 کھائیے۔ شاہانِ اسلام میں حضور کے سوا، خدا کے بندوں کا کوئی پشت و پناہ
 نہیں رہا حضور اور حضور کے ساتھ ہم سب شہید ہو کر، مشرق و غرب کو تازیوں
 کے پنجے میں دیدیں گے۔

جلال الدین۔ اس کے بعد میرے لئے شہادت حاصل کرنے کے سوا اور

کوئی کام باقی نہیں رہا حالت موجودہ کو تم نہیں دیکھ رہے ؟
 ملک نصرت - میں اچھی طرح دیکھ رہا ہوں کیا اس کے بعد یہ کام باقی
 نہیں کہ از سر نو تائیس سلطنت کی جائے۔ از سر نو ایک فوج ترتیب دی جائے۔
 جلال الدین - کیا ستر آدمیوں سے ایک فوج ترتیب دی جاتی ہے اور
 ایک سلطنت قائم کی جاتی ہے ؟

نور الدین - دولت محمدی جو اس رعب و اقبال کے ساتھ چھ سو برس
 آدمی دنیا میں حکمت الہی کا اعلان کر رہی ہے، کیا صرف چالیس آدمیوں سے
 قائم نہیں ہوئی میرے پادشاہ! حضور رشرع الہی کی تائید فرما رہے ہیں یقیناً
 اُس کا فیض بھی جاری ہو جائے گا۔ اس کے احکام کی ہم صدق نیت کے ساتھ
 تعمیل کریں۔ انشاء اللہ ہر طرف سے تائیدات غیبی حاصل ہوں گی۔ انشاء اللہ
 ایک نہیں حضور کئی سلطنتیں قائم کر سکیں گے۔ ناامیدی کی کوئی وجہ نہیں حضور
 جس وقت جزیرہ اپسکوں سے نکلے ہیں اور خوارزم کو تاتاریوں کے تسلط سے
 چھڑایا ہے تو کیا اس وقت ہم امید تھی کہ وہ فتوحات جو ہمیں حاصل ہوئیں حاصل
 ہو سکیں گی حضور کو غیرت و شجاعت موت کی طرف لیجا رہی ہے۔ مگر بانشاء العظیم
 یہ حیرت انگیز حیات کی کوشش کرنے سے زیادہ مبارک نہیں ہے۔ آج کے دن

حضور کا وجود اسلام کے لئے لازم بلکہ الزم ہے۔ اگر حضور اپنی ہمت و درایت
تاتار کے سیلاب کو نہ روکیں گے تو وہ ملعون روضہ مطہرہ تک مکہ مکرمہ تک۔۔۔
جلال الدین (بات کا ٹکر) خدا کے لئے چُپ رہو۔ میرے ذہن کو ایسے
دہشتناک خیالات سے پریشان مت کرو۔ واہمہ میرے سامنے آگ کی پٹین
دکھا رہا ہے۔ میں سینکڑوں دفعہ موت کے مقابلہ میں کھڑا ہوں میں کوئی خطبان
پیدا نہ ہوا۔ لیکن اب واہمہ جو مجھے دکھا رہا ہے اس سے میرے رونگٹے کھڑے
ہو رہے ہیں۔ کیا روضہ مطہرہ تک کعبہ مکرمہ تک۔۔۔ آہی تیری پناہ! اگر
تیرا ارادہ اپنے بندوں کو سزا دینے کا ہے تو جہنم کو دنیا میں لے آ۔ لیکن تجھے اپنی
عزت اپنے جلال کا واسطہ اُمت محمدی کو اس مصیبت اور اس بلا کے دیکھنے
سے بچا۔ تم سچ کہتے ہو۔ اللہ ملک و قوم کی خدمت کرنے والے پادشاہوں کو
تم جیسے صلاح کاروں سے تم جیسے معاونوں سے محروم نہ رکھے۔ اگر مقصد اللہ
شجاعت ہی تو ہمیں لازم ہے کہ اس طع اظہار شجاعت کریں کہ چنگیز کو عاجز کر دو
جب اسلام کو ہماری ضرورت ہے تو بے فائدہ کیوں ہم اپنے تئیں ضائع کریں
اس قدر خون کی نہروں آگ کے دریاؤں اور مصیبت کے طوفانوں میں سے
ہم لوگ سالم بچ کر نکل آئے ہیں۔ آئندہ بھی خدا اپنا فضل و کرم شامل حال کرے گا

اور بیک کی نعش کو دیکھ کر، اسے غور شنید کیا تیرے جسم کو بھی طعون تاتاری اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچل کر محو کریں گے۔ تیری رُوح عرشِ اعلیٰ سے فتحِ اسلام کی دُعا کر رہی ہے۔ یہ چند مشتبہ استخوان و خاک اگر پائمال ہوں تو ہوا کریں۔ جو ہر انسانیت پر اس سے کچھ اثر نہیں پڑتا۔

اور خانِ جن تاتاریوں کو اس کے گھوڑے نے پامال کیا اگر ان کی ہڈیاں ایک جگہ جمع کی جائیں تو اس کو دفن کرنے کے لئے ایک معقول تربت تیار ہو جائے۔ لیکن کیا پرواہ ہو۔ اگر اوزبک کی لاش چند گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندی گئی۔ یا اس کے جسم کو چند خنزیرِ صفت آدمیوں نے دانوتوں سے کاٹا اگر وہ مزار میں دفن کیا جاتا تو نہ معلوم اس کے جسم کو کتنی چوینٹیاں کھاتیں اور کتنے جانور اس کی مٹی کو پامال کرتے۔ ایسا قیمتی جسم کیسی ہی ذلت میں پڑا ہو۔ کئی دُنیاؤں کے برابر ارزش لکھتا ہو۔

ملکِ نصرت۔ میرے پادشاہ تاتاری قریب پہنچ گئے۔ سلامتی آخرتِ مردوں میں نہیں بلکہ زندوں میں تلاش کرنے کا وقت آپہنچا۔

جلال الدین۔ ہاں! ہاں! میری بدبختی کو دیکھو مجھ جیسا آدمی جو موت کا خواہاں ہو، وہ اس وقت دشمن کے سامنے سے بھاگنا، سب سے بڑا، سب سے

مقدس فرض خیال کر رہا ہو۔

(جلال الدین اور خان، ملک نصرت نور الدین اور چند سپاہی اپنے تئیں ایک دوسرے کے بعد دریا میں ڈالتے ہیں۔ اتنے میں دریا کے کنارے پر ایک چھوٹے سے ٹیلے کے پیچھے سے چند سپاہی اور ملک اور قطب الدین نظر آتے ہیں)

مجلس چہارم

اشخاص باقی چند سپاہی۔ تیرہ قطب الدین

ایک سپاہی (کسی جگہ زخم کھائے ہوئے گزرتا پڑتا آتا ہے، اے میرے پادشاہ! مدد، مدد، شدید، اپنے ناموس کو تار یوں کے ہاتھ میں نہ چھوڑ جائیے اپنے دین و ملک کے لئے مجھ میں اور زیادہ خدمت کرنے کی قابلیت نہیں رہی (سپاہی اپنے تئیں دریا میں ڈال دیتا ہے۔ اور اس کی آواز فریاد سن کر، جلال الدین پانی سے باہر آتا ہے)

جلال الدین۔ آہ! میں نے ملکہ کا تو خیال ہی نہیں کیا۔ وہ کہاں ہے۔ سپاہی (دوبنے سے بچنے کی کوشش کرتا ہوا اپنی انگلی کے اشارے سے ملکہ کو دکھاتا ہے۔ جو خود زخم خوردہ حالت میں اور قطب الدین کو گود میں لئے آتی نظر

آتی ہو، وہ ہیں۔ اے میرے پادشاہ آپ کا غلام ڈوبا (جلال الدین سیدھا
 نیرہ کی طرف جاتا ہوں۔ باقی لوگ پیر کردریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ جاتے
 ہیں۔ چند سپاہی آگے پیچھے اپنے تئیں دریا میں پار ہونے کیلئے ڈال دیتے ہیں،
 نیرہ۔ میرے پادشاہ! ہمیں اس حال میں چھوڑ کر کہاں تشریف لیجا رہے تھے۔
 جلال الدین (ملمانہ طریقہ سے دین اور ملک کی خدمت کے لئے جا رہا
 تھا۔ تم کس حالت میں ہو۔

نیرہ۔ میرے جلال! تا تیری آپ کو پکڑنا چاہتے تھے۔ مگر وہ آپ سے زیادہ
 آپ کے ناموس کے دشمن ہیں۔ آپ کے زیر سایہ اب تک مجھے ایک کاٹا بھی نہ چھایا
 تھا۔ مگر اس وقت دیکھئے میرے جسم پر بیس تیروں کے زخم ہیں۔ یہ بے چارہ بچہ
 بھی موت کے قریب ہی خدا کے واسطے ہمیں ان ملعونوں کے ہاتھ میں نہ چھوڑ جائے۔
 جلال الدین۔ میں اپنے دین و ملت کی خدمت کے لئے جا رہا ہوں۔
 اب تمہاری حفاظت پر میں مقتدر نہیں ہوں۔ خدا تمہارا معین و مددگار ہو۔

نیرہ۔ میرے پادشاہ! اگر آپ کو ہم پر رحم نہیں آتا تو حرمت اسلام اور
 غیرت انسانیت کے لئے ہمیں اسی پانی میں ڈبو دیکھئے۔ مگر یہاں نہ چھوڑیے
 میں نے اپنے کانوں سے ملعون محمود یلواج کی آواز سنی ہے وہ خنزیر کی

طرح چٹلارہا تھا۔ ”نیرہ کو چنگیز کی ہم بستر باندی اور قطب الدین کو اپنا ساتی بناؤں گا۔“

قطب الدین۔ میرے پادشاہ! میرے باباجان میرا تمام جسم زخموں سے چور چور ہے مجھے مار ڈالے میں ان ملعونوں کی خدمتگاری، ساتی گری نہ کروں گا۔ نفوذ باند میں مشرکوں کو شراب دوں گا؛ شیر کا بچہ کتوں کو پانی نہیں لاکر دیتا۔ میرے پادشاہ مجھ پر ترس کھائیے۔ زخم یار بتی رحم۔ ہم تیرے کیسے گناہگار بندے ہیں۔ کہ ہمیں یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے۔

جلال الدین۔ آؤ، نیرہ تم اس طرف آؤ، بیٹے تم اس طرف آؤ۔ ممکن ہو کہ ہمیں خدا اس دریاے بلا سے پار لگا دے۔ بسم اللہ (نیرہ کو دوا سنی بغل میں اور قطب الدین کو بائیں بغل میں لے کر پانی میں گھس پڑتا ہو۔ اسی اثنا میں تاتاری سپاہی آہو نچتے ہیں اور حملہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جو مسلمان سپاہی دریائے سنت میں پیر رہے تھے، ان میں سے بہت سے ہار پونج جاتے ہیں جلال الدین غیر معمولی طاقت سے پیرتا ہو لیکن بوجھ کی وجہ سے ڈوبنے کے قریب ہو جاتا ہے۔ نیرہ (خیمہ انگیز آواز سے) اگر آپ دین کی محبت رکھتے ہیں تو مجھ کو چھوڑ دیجئے۔ قطب الدین۔ میں ان زخموں سے ویسے ہی نہ بچوں گا۔ باباجان۔ کپ

اپنے تئیں بجائیے۔

ملک نصرت (سامنے کے ساحل سے پکار کر) میرے پادشاہ! خدا کے واسطے اپنا خیال کیجئے ہوش میں آئیے۔ دشمن جو آپ کے پیچھے پیرتا چلا آ رہا ہے۔ آپ کو بھی اور انھیں بھی قید کر لے گا۔

جلال الدین (پچھے دیکھتا ہے۔ ایک تاتاری اس قدر قریب پہنچا ہوا نظر آتا ہے کہ وہ ان تینوں میں سے ایک کو ضرور پکڑ لے گا۔ جلال الدین نیرہ اور قطب الدین کو ہاتھ پراٹھا کر) یاربئی! یاربئی! جو سلطنت تو نے مجھے احسان و عنایت کی تھی اس کی تمام نعمتوں میں سے صرف یہ دو میرے چہیتے وجود باقی تھے۔ یہ بھی تیری راہ میں قربان ہوں (دونوں کو ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے۔ ابو ہلکا ہو کر جلدی سے ساحل پر پہنچ جاتا ہے۔ جوتاتاری کہ اس کا پیچھا کرتا ہوا آتا ہے اسے پتھر سے مار ڈالتا ہے)

نیرہ (ڈوبتے ہوئے) میرے بادشاہ! میرے جلال! اپنی نیرہ کو بھول مت جانا۔

قطب الدین (غرق ہوتے ہوئے) میں اپنی اماں جان کے پاس جا رہا ہوں عرشِ اعلیٰ پر فرشتوں کے پاس جا رہا ہوں۔

جلال الدین (بیوشانہ عالم میں) قطب الدین، قطب الدین !
 قطب الدین (پانی کے اندر آخری مرتبہ جاتے ہوئے) بابا جان بابا جان !
 جلال الدین - اپنے دادا جان سے ملنا تو کتنا کہ گویں ان سے آکر نہیں ملا
 لیکن میں نے اس قسم کو پورا کیا جو میں نے ان کے جنازے پر کھڑے ہو کر کھائی
 تھی۔ تجھے بھی اور تیری ماں کو بھی اللہ کے اوپر قربان کر رہا ہوں۔

(جلال الدین) اس دس ہند رہسپاہیوں کے ساتھ جو اس سے آئے تھے
 دریا کے کنارے ٹھہر جاتا ہوں۔ اور تیروں سے ان تاتاریوں کا مقابلہ کرتا ہے
 جو اس کے تعاقب میں دریا میں کود پڑے تھے اور ساحل تک پہنچتے جا رہے
 تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد جلال الدین کے چند ساتھی دریا میں تلاش کر کے نیرہ
 اور قطب الدین کی لاشوں کو ساحل پر نکال کر لاتے ہیں)

جلال الدین (بیوشانہ طرزیں) بھائیو! ان شہیدوں کو خشک زمین
 میں دفن کریں مومن تھے تو یہ تھے۔ تاتاریوں کے شر نے انہیں بھی نہ چھوڑا۔
 اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

پردہ پنجم

تبریز میں ایک مجلس

مجلس اوّل

مہر جاں عزیز الدین قزوینی - نور الدین منشی

عزالدین - آپ کو اچھی طرح معلوم ہو کہ آج کے دن، حضرت ملکہ، حاکمہ تبریز ہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورتیں حکومت نہیں کر سکتیں، وہ شاید شیراز میں سیدہ کی حکومت، اندلس میں صبیحہ کی سلطنت سے واقف نہیں ہیں۔ ہاں، اس قلعہ میں تاتاریوں کے حلوں کا مقابلہ کرنا کسی مرد سوار کے بس کا نہ تھا۔ بادشاہ، اتحاد اسلام پر ایک سلطنت کی بنیاد رکھنا چاہتا ہے، انشاء اللہ یہ قلعہ جو خدمت کرے گا وہ اس سلطنت کی سنگ محراب کا کام دے گا۔ مگر ساتھ ہی اس کے یہ بات بھی کہ آج کے دن تبریز اس نازنین محبت کا جہیز ہے جو فکر و امتیاط کے دولت سرے الہ میں پالی گئی ہے، اور دل جس کا مہر ہو گا۔ ہم اس قلعہ کو تسلیم کرنے کے لئے حاضر ہیں مگر اس کے عوض میں دنیا کے سب بڑے بادشاہ، سب بڑے انسان کا

دل بیاتیمیتی مہر معجل مانگتے ہیں۔

نور الدین۔ ذرا مشرح فرمائیے تاکہ آپ کا مطلب سمجھ میں آسکے۔ یہ ثابت ہو کہ آج کے دن عملاً قلعہ کی حکومت ہمارے پادشاہ کے ہاتھ میں ہی اس حقیقت کے سمجھنے کے لئے صبیحہ یا سعیدہ کی مثالوں کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ قلعہ کو جیہزِ محبت قرار دے رہے ہیں مجھے وہ عروسِ نظر نہیں آتی جو اس جہیز کی مستحق ہو۔
عزالدین۔ اندر سے آپ کا تجاہل عارفانہ ! ملکہ جہاں کے سوا اور کون وہ عروس ہو سکتی ہے؟

نور الدین۔ تو جو خبریں مشہور تھیں کہ حضرت ملکہ اتابک سے جدا ہو گئیں وہ صحیح ہیں۔

مہر جہاں۔ چار ماہ قبل اتابک اُلبیہ کے قلعہ میں چلے گئے ہیں اور اس تختِ کی محافظت میرے سپرد کر گئے ہیں۔ اور نکاح میں دینے کا اختیار جو انھیں حاصل تھا وہ بھی مجھے دے گئے ہیں۔

عزالدین۔ میں خیال کرتا ہوں کہ زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں اگر پادشاہ کا شعلہ اقبال (جو نیند سے جاگتے وقت اس کی آنکھوں سے اس طرح چمکتا ہے جس طرح موسمِ بہار میں نوطولع آفتاب) ملکہ کے انوار التفات کے ساتھ ہو جب کہ اُن کا

وجو حسرت کش، ابر سحر جیسے بیاض، یا سہمیں صبی لطیف چادر میں چھپا ہوا ہوا اور
 اُن کا پردہ خواب راحت میں اس طرح ہو جس طرح خزاں کی رات میں بدر کا مل،
 اُس وقت کی نسبت، شبِ حسرت کی یہ ہوگی: ایک سانولی عورت اپنے سیاہ بالوں
 کو بکھیرے ہوئے سو رہی ہے۔ اُدھر ایک شفقِ رُدلڑ کی ہی جو اپنے سینے اور
 اپنے کندھوں پر لگی ہوئے زرتار پھیلائے ہوئے نیند سے اُٹھ رہی ہے۔
 اک مرتبہ جلال کے ساتھ جمال اک نقطہ میں جمع ہو کر تجلی دکھائیں اُس وقت
 اُن مقامات میں جنہیں ہم ریاضِ جنت سے تشبیہ دیا کرتے ہیں اور اُن مقامات
 میں جنہیں ہم جہنم کہتے ہیں صرف یہ فرق رہ جائے گا کہ یہ پھولوں میں غرق
 نو بہار ہوں گے تو وہ نور کے دریا میں ڈوبے ہوئے شہر آئیں۔

نور الدین سبحان اللہ! کیا روشن تشبیہات ہیں لیکن ہم اگر ایسے
 شاعرانہ خیالات کو حقیقی چیزوں میں ملا دیں گے تو گویا خواب میں اُٹھائے ہوئے
 لطفوں کو لذتِ حیات شمار کریں گے۔ استقبال کے اُمیدوں پر نظر جایا کریں
 حال سے نہ گزر جانا چاہیے۔ قدرتِ الہی کے سوا کون حکم لگا سکتا ہے کہ مستقبل
 جو جہاں کی آدمی عمر سے زیادہ طویل اور امکان کی آدمی وسعت سے زیادہ
 بڑا ہو گیا ہو گا میں جس وقت حضور شاہی سے رخصت ہوا تھا تو مجھے خیال نہ تھا

کہ یہاں اس قسم کی خواہش پیش کی جائے گی اس لئے اس بارہ میں ارادہ ملوکانہ دریافت نہ کر سکا۔

لیکن جس وقت ایک پادشاہ کے ہاتھ میں ایک مملکت تسلیم کی جائے۔ اگر اس وقت اُس کے جسم کو ایک رُوح ثانی بھی دیا جانا چاہا جائے تو اُس جواب کا معلوم کرنا جو وہ دے گا مشکل نہیں ہو اس بارے میں رسمی اور باضابطہ طریقوں ہزار درجہ مضبوط طور پر غرض کرتا ہوں کہ حضرت ملکہ اب سے یہ سمجھ لیں اُن کا مقصد حاصل ہو گیا۔

مہر جہاں۔ آپ اب جائے ملا کے گھر میں آرام کیجئے شام تک وہ بھی آپ کی خدمت میں آئیں گے تب آپ اپنے کیمپ میں جا کر سفارت کو پورا کیجئے اور یقین رکھیے کہ آپ کی خدمات قدرنا شناس لوگوں کیلئے ہوں گی۔ سلجوتیوں کے مذہب مکہ ورم میں جیسا یہ حرام ہو کہ کسی سے دیکھی ہوئی بُرائی کو یاد رکھا جائے اسی طرح یہ بھی حرام ہو کہ کسی سے دیکھی ہوئی بھلائی بھلا دی جائے۔

نور الدین۔ میرے حق میں حضرت ملکہ کی اس سے بڑھ کر اور کوئی عنایت نہیں ہو سکتی کہ یہ خدمت میرے سپرد ہوئی ہو۔ انشاء اللہ آپ کے سایہ میں دو دو اسلامی سلطنتوں کے اتحاد کی کوشش کروں گا۔ خدا حضور کو سلامت باکرامت رکھے۔

(نور الدین جاتا ہے)

مہرجان - مولانا! مولانا! میں نے آپ کی تقریر جو آپ نے نور الدین کے سامنے کی بہت غور سے سنی۔ آپ کی باتیں دماغ کے سامنے یہ منظر پیش کرتی ہیں کہ عینائے شفق جیسے پھول کھل رہی ہیں اور نور سحر سے بنی ہوئی یاسین کی کلیاں چمک رہی ہیں۔ دماغ آپ کی باتوں کو سمجھتا ہو مگر دل پر اثر نہیں ہوتا۔ آہ! کاش یہ ممکن ہوتا کہ میں اپنے دل کو زبان عطا کر سکتی تو اُسے اپنا سفیر بنا کر بھیجتی کہ میری حیات کو جیسا میں چاہتی ہوں ظاہر کر سکتا۔ سنئے! چار سال سے میں اُس کے نکاح میں تھی تو بہا شباب کے سب سے زیادہ پر رونق سب سے زیادہ روشن زمانے کو میں نے اُس زندان اسارت میں کاٹ لیا جسے آپ لوگ حرام سرے دولت کہتے ہیں۔ جو لوگ موسم بہار میں قید خانہ میں جلاد کے ہاتھوں میں ڈال دیئے جاتے ہیں اُن کا دل بے لاد، تالہ بیل کے سوا اور کیا ہوتا ہو۔ اس زمانہ اسارت میں میرا بھی بے لاد اُن بیلوں کے ننھے تھے جنہیں لوگ شاعر کہتے ہیں۔ محبت کی بہت سی خیالی تصویریں شاعروں کی کھینچی ہوئی میری نظر سے گزریں بس میں نے یہ دیکھا کہ دل کی اُس وقت کی حالت جب کہ لڑکپن اور شباب کے درمیان کا زمانہ ہوتا ہو اس طرح کی ہوتی ہے گویا ایک نازنین ہر جس کا وقت معصومانہ کھیلوں اور اُمیدوں میں گزر رہا تھا، جو ایک

شیریں غفلت اک جان پرورِ راحت میں تھی جس کے خواب آلود انگٹھریوں کو نو طلع
آفتاب کا نور آہستہ آہستہ کھول رہا تھا کہ یکایک حُسن کی بجلی آنکھوں کے سامنے
کوند نے لگتی ہے۔ اب وہ جو چاروں طرف نظر ڈالتی ہے تو اپنے تئیں ایک یاضِ حُسن
میں پاتی ہے جو ہزاروں لطیف الوان و انوار سے منور ہے جس ہوا میں سانس
لیتی ہے وہ راحۂ حیات جس زمین پر قدم رکھتی ہے وہ روح جو ہر سے بھری
معلوم ہوتی ہے۔ رفتارِ عمر میں اُسے وہ لذت محسوس ہوتی ہے گویا ایک نہر کی
روانی کی سیر کر رہی ہے جس کے کنارے سروِ سخن استادہ اور چاند اپنی
روشنی ڈال رہا ہے۔ اور وہ اُس سرور سے بیہوش رہتی ہے جو اُس جاودانی
سعادت کے پالینے سے حاصل ہوتا ہے جسے ہر روح "قابوِ بلی" کے بعد حُسن
سے ڈھونڈھتی پھرتی ہے۔ یہ نازنین جب اپنے طغیانی طور کرتی ہے تو کہتی ہے
"غالباً فلک نے مجھے دُنیا میں بھیجنے کے بجائے جنت میں بھیج دیا ہے اور اُس
ابدی نرہنگاہ کے ایامِ بہار میں یہاں آئی" اتنے میں ایک ایسی رقابت پیدا
ہوتی ہے جس کے سامنے موت آسان معلوم ہوتی ہے یا ایسی فرقت کا ظہور ہوتا ہے
جو موت ہی سے ختم ہو یا کوئی ایسی جدائی درپیش ہوتی ہے جو خدا کے قہر سے مشابہ
ہوتی ہے۔ وہ ہزاروں رنگ کے نورِ افی کی کچلی کے نقش اور وہ ہزاروں لطیف

ہوا سے بھڑکائی ہوئی طوفان آتش سے زیادہ خوفناک معلوم ہوتی ہیں۔ ہوا کا ہر اک ذرہ زہر بھرا قطرہ معلوم ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی کا ہر دقیقہ اک لاشہ پر گزرنے کا زمانہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ محنت خانہ جسے چند روز قبل تم اک متوق بہا رحمت خیال کر رہے تھے اب ایک ایسی دوزخ معلوم ہوتی ہے جس میں عذاب ابدی کا مجموعہ چند دنوں میں اس لئے لاکے بھر دیا گیا ہے کہ یہ فانی ہے۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ یا تو شدید انفعالات اُسے پیس کے محو کر دیتے ہیں یا وہ غش کی ہر مصیبت میں لذت حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔ اپنے قطراتِ اشک کو خوں کو وہ پھول اور اپنی آتش بار آہوں کے دھوؤں کو ڈوبتے ہوئے آفتاب کے وقت کا فلک تصور کرنے لگتی ہے۔

عزالدین۔ اپنے فر دوس محبت کی ازل سے اس وقت تک کی بہترین حالت کی تصویر کھینچی ہے۔

مہر جہاں۔ نہیں نہیں جسے میں بیان کر رہی ہوں وہ صرف ریاضتِ محنت نہیں وہ دوسرا ہی عالم ہے۔ میں نے محبت کو اس شکل میں نہیں دیکھا کہ اسم ہے مسمیٰ انہیں ایک بُعد ہے جس کی انتہا نہیں۔ میرا محبوب طراوتِ شباب، رونقِ جمال کی طرح ایک وجود مخمل نہیں ہے۔ میں نے انسان کو انسان کی طرح جلال کو انسان کی

طح چاہا ہے۔ میں نے اُسے اُس کے ہر نوع کمالات، ہر قسم نقائص کے ساتھ
 چاہی۔ تین راتیں قبل، میں اس کھڑکی سے خوارزمیوں کے محلے کی جو وہ خندق
 کو عبور کرنے کے لئے کر رہی تھی سیر کر رہی تھی۔ میرے سامنے ایک درخت
 کے نیچے اک جوان اپنی تلوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اور اس مہابت سے کھڑا تھا
 کہ گویا تلوار کی نوک کو اس عظیم الشان دنیا کے سینے میں کھبو کر زبانِ حال سے
 کہہ رہا ہو۔ ”میرے علم کی مطع ہو، تو میرے پاؤں تلے ہے“ فوج میں مشعلیں
 جل رہی تھیں اُن کی سُرخئی نے اُس کے آدھے جسم کو روشن کر رکھا تھا۔ دوری
 طرف سامنے نے اک پہلے نور کے ساتھ تاریکی کا پردہ ڈال رکھا تھا۔ غرض کہ
 اک ایسا عجیب، ایسا عاشقانہ لوحہ تماشا پیدا کر رکھا تھا کہ جنھوں نے نہیں دیکھا
 ان کے سامنے اُس کا بیان کرنا تو مشکل ہی ہی جنھوں نے دیکھا وہ بھی اپنے حافظہ
 میں پوری لطافت کے ساتھ اُس کا نقشِ قایم نہیں رکھ سکتے۔ معلوم نہیں تم بھی اس
 بات کو جانتے ہو کہ بعض لطافتیں ایسی ہوتی ہیں کہ چوں کہ کمال قدرت کی
 جامع ہوتی ہیں، عالم خیال میں بھی اُن کی نظیر نہیں مل سکتی میں نے اُس سیما کو دیکھا اور ایسے
 وقت دیکھا کہ میری رُوح میں جس قدر قدرت، جس قدر قابلیت تھی وہ سب میرے
 نقطہ نظر میں آکر جمع ہو گئی تھی۔ آفتاب سے اُس کا چہرہ سونا لگتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا

کہ آفتاب کو اُس کے حق سے حسد ہوا تو اُسے کم کرنے کی کوشش کی، نہیں نہیں بلکہ یہ کتنا چاہیے کہ ضیائے آفتاب بھی اُس کے نورِ جمال کے قریب آئی تو ماند پڑ گئی۔ وہ بھی ہم ہی جیسا انسان جو مگر ہم ہی جیسا انسان ہونے کے باوجود وہ اپنی ہلوا میں ایک ہستی معلوم ہوتا تھا جو تمام دُنیا سے زیادہ عظیم الشان، تمام دُنیا کو اپنی قضیتِ ہمت سے کچل دینے پر مقدر ہو۔ آہ! کیا وہ دُنیا کی طرح مجھے بھی اپنا پرستار کر لے گا۔ مجھے بھی دُنیا کی طرح غیروں سے چھین لے گا۔ مجھے بھی دُنیا کی طرح یہ چاہیگا کہ اس کے ہر حکم، ہر آرزو کی متابعت کروں۔ ایسے بڑے بادشاہ کو البتہ ایک دُنیا بھی کافی نہیں۔ کیا یہ خیال کر کے کہ ایک دُنیا تو فتح کر چکا یہ دوسری دُنیا ہو جو میرے ذوق، میرے حکم کے تابع ہونے کے لئے پیدا کی گئی ہو۔ مجھے بھی زیرِ فرمان کرے گا۔ کیا ایسے بڑے بادشاہ کے دل میں دُنیا کا رقیب بننا میرے نصیب میں ہوگا ؟

عزالدین۔ حضور! آپ تو یہ خیال کرتے ہیں کہ جلال الدین نے ساری دُنیا کو فتح کر لیا۔ حالاں کہ اُس کی شکستیں اُس کی فتوحات سے زیادہ ہیں۔ مہرِ جہاں۔ کیا تم اس بات کو نہیں مانتے کہ سکندر کی شان اس کی جاگیر سے زیادہ اُس کی کسی مُصیبت بھری شکست میں نظر آتی تھی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ

وہ مقامات جو تباہ و برباد ہو رہے تھے وہ وہاں گیا اور انھیں اُس نے دوبارہ زندہ کیا۔ ملت اسلامیہ جس بلا کو جھیل نہ سکی اُس کا دل اُسے سہ رہا ہے۔ اپنے تنہا سرے فلک کا مقابلہ کر رہا ہے۔ اس بڑی دُنیا کو بدبختی کے پنجے سے چھڑانے کی کوشش کر رہا ہے۔ نہ معلوم تم اُسے جیسا میں چاہتی ہوں سمجھا بھی سکو گے یا نہیں کہ میں اُس کی اس قدر مفتوں ہوں کہ اس کی اک چھوٹی سی چین جس میں بھی مجھے دُنیا کی بزرگ ترین آرزوؤں میں سے ہر اور اُس کا ایک خندہ التفات میرے لئے عمر ابدی سے زیادہ پر لذت ہے۔

عزالدین۔ آپ تو مجھے عجیب غریب حکم دے رہے ہیں مگر ہم ذرا اپنے تئیں لئے دیئے نہ رہیں اور اپنے مطلب کو ایک یا سنی مقصد کی شکل میں ظاہر نہ کریں تو حصول مرام کی کیا اُمید ہو سکے گی آپ اُسے دیکھ کر عاشق ہوئیں یا وہ آپ پر ہر مہر جہاں۔ کچھ مت کہو کچھ مت کہو میں جانتی ہوں جو تم کہو گے۔ مگر میں اُسے جانتا، اُسے سوچتا نہیں چاہتی میں اپنے تئیں بھلا رہی ہوں مگر میری زندگی کا انحصار اس دھوکے پر ہے، میری رُوح کی غذا یہی غفلت ہے۔ شاید میری باتوں کو تم اچھا خیال نہیں کرتے؟ مگر کیا تمہیں معلوم نہیں کہ زندگی اک غفلت ہے۔ دُنیا میں انسان کی خوشی اک غفلت سے عبارت ہے۔ غفلت کو ہٹا دیجئے پھر انسان کی زندگی کا

ہر لمحہ شکنجہ و تکلیف میں گزرے گا۔ تم کہتے ہو کہ ہم اپنے مقصد کو ایک سیاسی شکر میں ظاہر کریں بہت خوب یعنی تم چاہتے ہو کہ جلال کا دل ضرورت اور مجبوری سے میری طرف مائل ہو۔ اُس قلب کو کون مجبور کر سکتا ہو؟ برسوں سے وہ دل دُنیا کے لئے خون ہو رہا ہے مگر اُس کی تمکنت میں فرق نہیں آتا۔ سالہا سال سے وہ قضا سے پہچہ لڑا رہا ہے لیکن تھکا نہیں میری اُمید تو صرف اُس کی مرحمت سے ہے۔ ہاں یہ بھی ہے کہ شاید ایسی خالص ایسی شدید محبت کی معنوی تاثیر، جاذبہ روحانی ہو۔

عزالدین - سلطان جلال اس بات کا بہت التزام رکھتا ہے کہ جب تک فی الحقیقت احتیاج مبرم نہ ہو اسلام کے درمیان تلوار نہ کھینچے۔ محبت ملت اور غیرت اسلام کی نمائش، وہ اپنے مقصد کے لئے سب سے بڑا سلاح ظفر خیال کرے گا۔ اس سلاح سے تبریزی جیسا ملک اور حضور جیسا قیمتی جوہر اُس کے خزانہ اقبال کو زینت دے سکے گا تو ہم سے زیادہ خود وہ ہماری طرف جھکنے کی کوشش کرے گا۔ اور حضور صاف بات تو یہ ہے کہ کچھ ہو ہمیں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ دینا چاہیے اس عاجز نے دنیا میں اللہ کے بندے بہت دیکھے مگر اللہ کا خادم کوئی نہ دیکھا۔

مہر جہاں - دیکھو یہ آدمی کیا بک رہا ہے جس طرح آفتاب کی شعاعیں منڈپس
 میں پڑ کر اپنی لطافت کھو بیٹھتی ہیں اسی طرح اس کے مُردار دل میں اُس جلال کا
 عکس جو انوارِ معالیٰ سے خلق ہوا ہے کیسا خراب پڑا ہے۔ چل اپنی احتیاطِ علمدہ کچھ
 قلعہ کی کنجیاں لے اور جا اور میری سفارت کو میری ہدایات کے مطابق پورا کر۔
 اس سفارت کی زبان وہ ہو گی جو ایک لونڈی کو ایک پادشاہِ ہمانگیر کے سامنے
 اک شیوہِ عبودیت سے کرنی چاہیئے۔ جلال کو جو ناراض کرنا چاہے وہ میری
 نظریں چنگیز سے بدتر ہے۔

عزالدین - جو حکم .. (عزالدین جاتا ہے)

مہر جہاں - کیا کروں۔ کاش یہ ممکن ہوتا کہ اپنے دل کو میں زبان دی سکتی
 تاکہ اپنے حیات کو جیسا میں چاہتی ہوں جا کر بیان کرتا۔
 (پروہ گرتا ہے)

پردہ ششم

مضافات تبریزیں ایک محل

مجلس اول

زاہدہ - جلال الدین

زاہدہ - بادشاہ بغیاث الدین، بلخاظ مرتبہ کے آپ کا ادنیٰ غلام ہے۔ بلخاظ خاندان کے آپ کا وزیر و نوزں جہت سے آپ کے لطف و مرحمت کا مستحق ہے۔ آپ کے والد کے ساتھ نکاح کا شرف مجھے حاصل ہو میری تقصیروں کو معاف کیجئے۔ اُس نے جو کچھ کیا، اُسے اُس کی نوجوانی اور ناتجربہ کاری پر محمول کیجئے۔ حضور کو معلوم ہو کہ جو امرا اُسے گھیرے رہتے ہیں وہ انسان کو بھوکا دینے میں شیطان کے ہم مشرب ہیں اور اس طرح اپنا کام نکالتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے حنفیہ جاہ کے لئے اُسے دھوکے میں رکھا۔ بغیاث الدین جب معصوم بچہ تھا تو آپ کے والد کی گود میں آپ کا ساتھی تھا، اس لڑکپن میں آپ کے دولت و اقبال کے یہ شایاں نہیں کہ اُسے بیگانہ رکھیں۔

جلال الدین - میں نے اپنے بھائی کو کب بیگانہ رکھا کہ ان طغیوں کا سزاوار خیال کیا جاتا ہوں۔ شاید میں نے اس پر تو رشک کیا ہو کہ باپ کی گود میں میری جگہ وہ بیٹھا۔ لیکن تخت سلطنت کے گوشہ میں اُسے جگہ دینے سے میں نے کبھی دریغ نہیں کیا۔ میرے ذہن میں بھی اس کا خیال نہیں گزرا۔ اُس نے خود مختاری کا دعویٰ کیا، اس پر بھی میں نے کچھ نہ کہا۔ اُس نے جو کچھ کیا اُسے ماضی کی طرح معدوم، جو کچھ کر رہا ہو، اُسے حال کی طرح زائل خیال کرتا ہوں۔ لیکن استقبال پر جب نظر ڈالتا ہوں، تو وہ موت جیسا فاجعہ آخرت جیسا ہائل نظر آتا ہے اس لئے آئندہ دو کیا کرے گا اسے سوچنا بھی نہیں چاہتا۔ ابھی تک تو وہ مجھ سے خوش نظر آتا تھا۔ اب اگر اُسے کچھ مجھ سے شکایت ہو تو والدہ صاحبہ آپ بلا تامل مجھ سے کہئے، میں سوچوں گا کہ کیا کرنا چاہیئے۔

زاہدہ - ایک عاجز عورت کے لئے اس سے بڑھ کر کیا دولت ہو سکتی تھی کہ اپنے محترم بادشاہ اور اپنی پیاری اولاد کے درمیان ہو۔ آپ کی زبان مبارک سے نعت والدہ نکلا ہو۔ اس معزز صفت کے فرض کو اگر حتی الامکان ادا کرنے کی کوشش کروں تو آپ مجھے سرف معذور ہی تصور نہ فرمائیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ آپ میری تحنیں کریں گے۔ میری آنکھوں کو نور امیر بادشاہ اغیاث الدین نے

آپ کی لونڈی کے سامنے کوئی شکایت بیان نہیں کی۔ آپ کی طرف سے بھی اُس کے حق میں ہر لحظہ مسامحہ اور احسان کے ہزاروں علامتیں دکھتی ہوں۔ صرف اتنا ہی کہ ایک طرف تو میں اپنے بیٹے میں وہم سے مشابہ ایک خفیف اندیشہ پاتی ہوں۔ دوسری طرف آپ کا طرزِ اِسا نظر آتا ہے جس سے حالِ شکوہ اور استقبالِ خوفناک معلوم ہوتا ہی۔

جلال الدین۔ کیا کروں والدہ صاحبہ! الرغیث الدین وہم میں مبتلا ہو تو اس کے دل پر میں حاکم نہیں کہ اُسے قوتِ دوں اس کی حرکات اس قسم کی ہیں کہ نہ اُس کے حال نہ اُس کے اقبال سے کوئی شخص خوش ہی۔ میں اُس کی عقل نہیں ہوں کہ اُس کی افعال کو اپنی خواہش کے مطابق کراؤں۔

زاہدہ۔ اے بادشاہ! آپ کی یہ منغل باتیں بیٹے زہر سے مشابہ ہیں ایک طرف تو انسان کو لذتِ یاب کرتی ہیں تو دوسری طرف اُس کے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہیں۔

جلال الدین۔ خدا شاہد ہی کہ میں غصہ سے نہیں کہہ رہا۔ اپنے دل کے خیالات بیان کر رہا ہوں۔

زاہدہ۔ آپ رغیث الدین کے بھائی بھی ہیں اور بادشاہ بھی۔ اس پر دو

وہوں سے آپ کی اطاعت فرض ہو۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ اُس کے ساتھ بھائی
 کا سا سلوک کریں اور بادشاہ کا سا حکم دیں، اس کی خطاؤں کو بھائی کی طرح سمجھائیں
 اور بادشاہ کی طرح معاف کریں۔ اس طریقہ سے وہ ضرور متنبہ ہوگا اور ضرور
 آپ کے زیر اثر رہے گا۔ دُنیا میں کوئی چیز ہے جو آفتاب کے سامنے ہو کر نور حاصل
 نہ کرے۔ ممالک اسلامیہ کے نصف حصے کو آپ نے اپنی فداکاری اور حمیت
 اپنا بندہ بنالیا ہے۔ ایک وقت تھا کہ جو لوگ تئو تار یوں کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے
 آپ کے بے برق کے نیچے ہزاروں دشمنوں کے سامنے اپنا پاؤں زمین میں گاڑ دیتے
 ہیں اور ساری دُنیا سے زیادہ مرد ہو گئے ہیں اِس فیض اُس تربیت کو اپنے بھائی
 غیاث الدین کو بھی القا فرمائیے۔

جلال الدین - والدہ! والدہ! وہ فوق العادہ حالات جن کا آپ نے
 ذکر فرمایا ہے وہ میرے اثر سے ظہور پذیر نہیں ہوئے وہ اسلام کے بقیہ معجزات
 میں سے ہیں۔

زاہدہ - کیا میں غلط توقع کروں گی اگر انھیں معجزات سے اپنے بیٹے کی
 تربیت کی امید کروں؟

جلال الدین - خبردار والدہ خبردار! ان معجزوں کی شان یہ ہے کہ جو تربیت

قبول نہیں کرتے وہ مٹائیے جاتے ہیں۔ خدا کی تلوار سے کھیل نہیں کھیلا جاسکتا۔

زادہ۔ میرے بادشاہِ اخوت سے میری زبان بند ہوئی جاتی۔

جلال الدین۔ آپ نے میری صفتِ اخوت و سلطنت کی طرف مراجعت کی۔ میں بھی اپنے بھائی کو معاف کرتا ہوں لیکن اب میں اپنی شاہانہ حیثیت کی مینا اُس سے کوئی حرکت دیکھنا نہیں چاہتا۔

زادہ۔ آپ کی کینز کی التجا اس سے زیادہ تھی۔

جلال الدین۔ اس کے سوا میں کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ کے کہنے کے

مطابق میں اُسے بلا بلا کے سمجھایا کروں اور معاف بھی کیا کروں یہ مقتضیاتِ زمانہ کے بالکل خلاف پڑے گا۔ لوگوں کے دلوں میں سے حکومت کے خوف

میں محو کرنا نہیں چاہتا۔ والدہ صاحبہ! ہم نہایت اہم زمانہ میں سے گزر رہے ہیں

اگر میں یہ مسخرہ پن کروں تو اسلام کی قوت برباد ہو جائے گی۔ جب تک میں

آہن دلائے طرز اختیار نہ کروں گا، کسی کے قلب میں صلابت نہ آئے گی۔ آپ کا مقصد

یہی ہے نہ کہ آپ کا بیٹا خوش رہی آرام سے رہے؟ میں اس کا دوسرے طریقے

سے انتظام کروں گا۔ اس کے چہرے کی بناوٹی حالت کو رفع کرنے کی کوشش

کروں گا۔ اطمینان رکھیے۔ جائے آپ اپنے محل میں جائیے لوگ میری ملاقات

کے لئے منتظر بیٹھے ہیں۔

زاہدہ - جو حکم حضور کا! (جاتے ہوئے) اے اللہ اپنے بیٹے کی خوشی اور راحت کو میں نے تیرے فضل و عنایت کے حوالہ کیا۔ اس کی صلاح و فلاح کا اسی راہ سے اعادہ کر (زاہدہ جاتی ہے)

جلال الدین - بیچارہ عورت! جب کوشش سے نا اُمید ہوئی تو خدا سے عنایت کی طلب گار ہوئی یہ کہاں سے اُس کے ذہن میں آئے کہ توفیق الہی استناد کی مفتوں ہو۔

مجلس دوم

جلال الدین - خدمتگار

جلال الدین - باہر کون کون ہو۔

خدمتگزار - حضور کے غلام ملک نصرت اور اورخان حضور کے حکم منتظر ہیں

جلال الدین - بلاؤ۔ میرے بھائی سے بھی کہو، اُس سے بھی میں ملنا چاہتا

ہوں۔ باقی اور جو آئیں انھیں پھیرائے رکھو کسی کو واپس مت کرو۔

خدمتگزار - جو حکم (خدمتگزار جاتا ہے)

جلال الدین (اپنے دل میں) دیکھیں آج کیا عجائبات ظاہر ہوتے ہیں

جو آفتاب غروب ہوتا ہے، اک نیا عالم سامنے لاتا ہے۔ جس طرح انسان انسان سے
 مملکت مملکت سے، دنیا آخرت سے مشابہت نہیں رکھتی، اسی طرح اک دن
 دوسرے دن سے مختلف ہوتا ہے۔ کیا قدرت فاطرہ نے اس بات کے ثبوت
 دینے کے لئے کہ اُسے نئے نئے واقعات ظاہر کرنے میں کیسا کمال ہے اسی
 زمانہ کو منتخب کیا ہے؟

مجلس سوم

جلال الدین - غیاث الدین - ملک نصرت - اور اورخان

جلال الدین - آئیے۔ کئے سب خیریت ہے؟

اورخان - جہاں پناہ اور راتوں کی مسلسل کوشش سے فجر نے خندق کو تو
 کامل طور پر گھیر لیا ہے۔ اگر حکم ہو تو اک زبردست حملے سے قلعہ کو لے لیں۔

جلال الدین - بیشک ایک زبردست حملے سے قلعہ پر قبضہ کر سکتے ہیں
 لیکن اس کے لئے خندق کو مسلمانوں کے خون سے بھرنا پڑے گا۔ میرے اختیار
 میں ہو تو میں جہاں مسلمانوں کا پسینہ گرے وہاں اپنا خون گراؤں۔ تم چاہتے ہو
 کہ اس بڑے ملک کی آبادی کو دنیا سے ناپید کر دو۔ اگر اس میں آدمی نہ رہے
 تو میں قلعہ کو لے کے کیا کروں گا۔ کیا چنگیز کے ساتھ مٹی سے لیوں لگا دیا جائے

مملکت اسلام کو تاتاریوں کے پنجے سے چھڑائیں گی۔
 اور خاں۔ اگر حضور اجازت دیں تو ہم بھی ایک آدمہ بنجینق درست کریں
 اس سے جانیں بھی کم ضائع ہوں گی۔

جلال الدین بنجینق کیسی؟ قلعہ میں یعنی مسلمانوں کے سر پر ہم تھپکنیکر؟
 ہمارے اتنے گناہوں کے باوجود بھی خدائے بزرگ دبر تر ہمارے اوپر پتھر
 نہیں برساتا۔ کیا ہم اُس سے بھی زیادہ شدید العقاب ہونے کی کوشش کریں؟
 اور خاں۔ میرے بادشاہ! اگر ہم قلعہ کو ضبط کرنا نہیں چاہتے تھے تو پھر
 یہاں کیوں آئے۔ آپ کا ہی سے اُسے فتح کریں گے؟

جلال الدین۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ ہم اس بات پر مجبور نہ ہوں گے کہ خون کا
 سیلاب پیدا کر کے، اُس کے زور سے قلعہ کے دروازہ کو کھولیں (ملک نصرت کی
 طرف مخاطب ہو کر) ملک نصرت! نور الدین اب تک نہیں لوٹا؟
 ملک نصرت۔ میرے بادشاہ! وہ آگیا ہی۔ ابھی باہراک دستہ سواروں کا
 نظر آیا تھا۔ غالباً اُسی کے سوار تھے۔

اور خاں۔ جب تک آتا باک کے ہاتھ سے تلوار نہیں گرتی، یہ اُمید کرنا فضول
 ہے کہ قلعہ کی کنجی ہمارے ہاتھ میں ہوگی۔

ملک نصرت۔ انا بک، انجی میں ہوا اور قلعہ کی محافظت اپنی حرم کے ہاتھ میں چھوڑ گیا ہے۔

جلال الدین۔ تم کیا کہہ رہے ہو، کیا وہ اپنی مردیت کو ملکہ کی عورت پن میں تبدیل کرنے پر قادر ہے؟

اور خاں۔ جب تک نور الدین نہ آجائے، اُس وقت تک کوئی رائے نہیں دی جاسکتی۔ میرے بادشاہ!

جلال الدین (غیاث الدین کی طرف مخاطب ہو کر) تم کیوں اپنے حال طبعی میں نہیں ہو، واہمہ کی طرح جس کی شکل نہیں پہچانی جاتی، کیوں تمہارے پھر پر اک نقاب سا پڑا ہے۔ نظر تمہارے سیمائے کے گرد پھرتی ہے، مگر ٹھہر نہیں سکتی۔ تم ظاہر ہو مگر تمہاری ماہیت نامحسوس۔ گویا تم اپنی ذات سے غائب ہو گئے ہو، اؤ تمہاری بجائے ایک ایسے جسم نے جگہ لے لی جو تردد سے بنا ہے۔ تمہاری ایک وضع دوسری وضع کو بگاڑ رہی ہے تم دنیا سے مشابہ ہو اُس کے اوپر جب کہ آفتاب عین نصف النہار سے روشنی ڈال رہا ہو، اس کا ایک حصہ اندھیرے میں ہوگا وہ شب تاریک میں کن اسرار کو چھپائے ہوئے ہو۔ اُس کا تحقیق کرنا ممکن، مگر ممکن نہیں تو یہ کہ تمہاری اوضاع سے یہ پتا چل سکے کہ تم کس حال میں ہو خوش ہو

توہمے پر کشائش نہیں، رنجیدہ ہو تو انقباض کا نشان نہیں۔
 غیاث الدین۔ مجھ جیسے عاجز غلام کے نہ کشائش نہ انقباض کی کوئی اہمیت
 ہو سکتی ہو۔

جلال الدین۔ میں ایسے جواب کا منتظر نہ تھا۔ جس دن سے تم میرے ساتھ
 ہو، بتاؤ کونسی آرزو تمہاری پوری نہیں کی گئی جس سلطنت کا میں مالک ہوں
 اُس کے کون سے حصے میں میں نے تمہیں شریک کرنے میں دیر کیا کہ خواہ مخواہ
 اپنے لئے عاجز کا عنوان قرار دے رہی ہو۔ کیا تم نے بھی اپنے خیال میں ایجاد دیاں
 کرنا مرحوم سے سیکھا ہو۔ زرا کہو، بیان تو کرو مجھ سے تمہیں کیا شکایات ہیں۔
 غیاث الدین۔ استغفر اللہ! میرے بادشاہ! کس کی مجال ہو کہ حضور کی
 شکایت کر سکے

جلال الدین۔ تمہاری مجال ہو سکتی ہو گویا شکایت بیان کرنے کی مجال
 نہیں پاتے، اس لئے بیان نہیں کرتے۔ تو میں تمہیں اجازت دیتا ہوں اجازت ہی
 نہیں دیتا، تم سے درخواست کرتا ہوں۔

غیاث الدین۔ نہیں میرے بادشاہ! ہر لفظ کے لئے اگر مجھے علیحدہ علیحدہ
 زبان عطا ہو پھر بھی میں اُن احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا جو حضور نے میرے

حال پرکے ہیں، مجھ جیسے بندہ عاجز کو حضور نے بادشاہوں کی سی عزت سے
سرفراز فرمایا ہے، حضور کا براہ راست غلام ہونا میرے لئے اس سے
ہزار درجہ بہتر ہے۔

جلال الدین - یعنی تمہاری شکایت مجھ سے نہیں اور لوگوں سے ہے۔
غیاث الدین - غلام کسی کی شکایت نہیں کر رہا۔ مگر یہ طبیعت پر ضرور
گراں گزرتا ہے کہ ایک کا شکار کا بیٹا اپنے باپ کے کیت کی چھوٹی سی لکڑی کے
برابر تلوار میں لٹکا کر اپنے تئیں سردار کہلانے لگے یا اک جھونپڑے برابر
شہر کو فتح کر کے اپنے تئیں بادشاہ سمجھنے لگے اور اعضائے خاندان سلطنت کی
برابری کا دعویٰ کرنے لگے۔ بلکہ اپنی عظمت کو بادشاہ کی اولاد کی عزت کے
گھٹانے سے ظاہر کرنے کی کوشش کرے۔

جلال الدین - بھائی! اُس شخص کا نام لو جس سے تمہاری شکایت ہے
اُس کا نام تو تاکہ میں یہ فیصلہ کروں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔

ملک نصرت - میرے بادشاہ! آپ کے بھائی کا اشارہ میری طرف ہے
کہ میرے نام کے ساتھ ملک کا لفظ ہے۔ مگر مجھے چند روز ہی سے معلوم ہے کہ یہ
مجھ سے ناراض ہیں۔ دو ایک دفعہ راستے میں میرا ان کا آٹنا سامنا ہو گیا۔ انھوں نے

اس استکراہ سے اپنا مونہ میری طرف سے پھیر لیا گو یا میں معائب مجسم ہوں
 اس وقت بھی حضور کے سامنے میری حقارت فرما رہے ہیں۔ میں حضور کی حد
 شہانہ میں پناہ لیتا ہوں۔ میرا جواب لیا جائے۔ اگر میں نے کوئی بات اپنی
 حد سے زیادہ کی ہے مجھے اس کی سزا ملے (غیاث الدین کی طرف مخاطب ہو کر)
 مجھے عنوانِ سلطنت اپنے باپ کی طرف سے نہیں ملا، یہ میرے لئے باعثِ ننگ
 نہیں باعثِ شرف ہے۔ آپ کو اچھی طرح معلوم ہو کہ کوئی شخص ہاں کے پیٹ سے
 بڑا نہیں نکلتا جس شخص نے سلطنتِ خوارزم شاہ کی بنیاد رکھی، اُس سلطنت کو
 اپنے باپ سے حاصل نہیں کیا تھا۔ آپ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ شانِ اقبال کے
 میدان میں جو آگے بڑھتا ہے ہر شخص اُسی کے پیچھے دوڑتا ہے، اور یہ نہیں چھپتا
 کہ اُس کے مقتدا کی اصلی منزل محلِ سلطنت تھی یا فقر کی کیا؟ جو تلوار میرے
 کمر میں لٹک رہی ہے، اگر اُس کی کاٹ میں فرق نہ آئے تو کیسے پڑے نخر کی بات
 ہے کہ اُس پر بادشاہوں کی عطا کئے ہوئے یا قوت کے ٹکڑے ہیں؟ زیادہ
 خون کے قطرے جمے ہوں۔ میرے قبضہ میں جو قلعہ ہے وہ اگر اک کسان زمیندار
 کی گڑھی کے مشابہ ہے تو ہونے کی بجائے، مگر کس قدر عبرت کی بات ہے کہ وہ وسیع
 سلطنت جو وسعت میں بجائے خود ایک دُنیا معلوم ہوتی تھی اور جو بہت سے

شاہزادوں کو اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ پونجی تھی وہ سمٹ سمٹ کے ٹمن کی تھیلی میں سما رہی ہے اور جو کچھ بچی ہے، اُس کے اورتا تار یوں کے اُس عظیم الشان فوج کے درمیان جس نے سکندری کو پا مال کر ڈالا ہے، میرا چھوٹا مگر میری ہی قوتِ شمشیر سے حاصل کیا ہوا قلعہ حائل ہے۔ دینائے توحید کے اس حصے کو مشرکوں کے صدمہ قمر سے جس طرح (جلال الدین کی طرف اشارہ کر کے) اس قمران کا قلب جو ہر محافظہ کر رہا ہے اُس طرف کے قطعات کی میرے پتھر کے کچھ ڈھیر ہی حفاظت کر رہے ہیں۔

غیاث الدین (جلال الدین کو مخاطب کر کے) اس ذلت اور تحقیر کو دیکھئے۔ ناموس بادشاہی کا پاؤں تلے روندنا آپ برداشت کر سکتے ہیں؟ ملک نصرت (غیاث الدین سے) اپنے بھائی کی باتوں کا خیال نہ کیجئے خدا نے سلطان جلال الدین کو اپنے جلال کی طرح وہ قوتِ عطا کی ہے جو دنیا کو کپ کیا ہے اس جھگڑے میں اُن سے مدد کی امید رکھنا، کسی ناحق کام میں حق سے عنایت کی امید رکھنے کے برابر ہے۔ اس غلام کی طرف متوجہ ہو کر مجھے ڈانٹئے۔ آپ میرے ولی نعمت زادے ہیں۔ آپ جو کہیں اُسے میں برداشت کروں گا۔ آپ نے میرے باپ کی ذلت و حقارت کی۔ جیسا آپ کا

خیال ہر میرا باپ کوئی کسان نہ تھا بلکہ وہ سپاہی تھا جس نے اپنی تلوار کا
 لوہا دنیا سے منوالیا۔ معمولی کاشتکار ہی سہی، تو بھی اُس کی تحقیر کا حق آپ کو
 حاصل نہیں اس لئے کہ اس غلام کو ”ملک“ کا خطاب ہم سب کے ولی نعمت
 یعنی تپ کے والد نے عطا کیا تھا۔ جو ملک زادے ہوں یا آپ کے خیال کے
 مطابق جو کاشتکار زادے ہوں، اگر انھیں ملک کا لقب نہیں زیب دیتا، تو
 ایسے بادشاہوں کو بادشاہت بھی زیب نہیں دیتی جو انھیں ملک کا لقب عطا
 کر دیں۔ حضور نے میری بھی تحقیر کی، لیکن اس تحقیر کے وقت اپنی شان نجابت
 جس پر آپ اس قدر تکیہ کئے ہوئے ہیں اور اپنے پدر عالی مقام کے افعال کی
 مدافعت میرے ذمہ ہی چھوڑی۔ اسی وجہ سے میں نے اس قدر مع خراشی کی
 اگر میں نے غلطی کی تو معاف کیا جاؤں۔ بہر حال میں چاہتا ہوں کہ میں حضور سے
 سنوں کہ میں اس قدر حدت اس قدر غضب کا کس لئے سزاوار قرار دیا گیا تاکہ میں
 اپنے قصور کے اصلاح کی کوشش کروں۔

غیاث الدین (جلال الدین سے) میرے بادشاہ بہ حضور شن رہے ہیں
 یہ کیا بک رہا ہے۔ حضور کے شایان شان نہیں کہ مجھے اس قدر دل خوں فرمائیں
 جلال الدین سچی بات تیر نہیں کہ انسان کو دل خوں کرے۔ ملک نصرت

تم سے جو سو، معاملہ کیا ہو اُسے کیوں نہیں بیان کرتے، خواہ مخواہ ذاتیات میں
پڑکے اُس سے جواب سُنتے ہو۔

غیاث الدین۔ اس قدسِ شتم سُنے کے بعد بھی کیا میں اتنا ذلیل ہوں
کہ اُسے مخاطب کروں ذلت کے اس درجہ تک تو آپ کے اصطلح کے سائیں بھی
نہیں پہنچے۔

جلال الدین۔ سب و شتم نہ تو کسی نے سُنی نہ سنائی۔ کوئی بات ایسی بھی نہیں
ہوئی جو توہین کی جائے۔ اُسے مخاطب کرنے میں تمہاری ذلت ہی تو کیا مجھ سے
بات کرنے میں بھی ذلیل ہوتے ہو۔

غیاث الدین۔ توبہ توبہ حضور سے میں عرض کروں گا۔ اُس کی یہ بُرائی
کہ میری نوکری سے ہٹائے ہوئے ایک سپاہی کو خود نوکر رکھ لے!

ملک نصرت سبحان اللہ! کوئی سپاہی جو کسی کی ملازمت سے علیحدہ ہوگا
روٹی لگانے کے لئے کسی دوسرے کے ہاں نوکری تلاش کرے گا ہی۔ میرے
پاس جو سپاہی نوکری کے لئے آتے ہیں اُن سے میں اُن کی سولخِ عمری تو
پوچھتا ہی نہیں کہ مجھے یہ خبر ہو کہ وہ آپ کے ہاں سے علیحدہ کیا گیا ہو۔ اور بالفرض
مجھے خبر بھی ہو تو کیا مجھے یہ لازم ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے ہاں سے رد کر کے

چنگیز کے حوالہ کروں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جس آدمی پر آپ نے اپنا دروازہ بند کر دیا ہی خدا کا دروازہ اُس کے لئے مسدود ہو جائے۔

جلال الدین - برادر! برادر! اس باطل پرستی کو ختم کرو۔ چنگیز ہماری ماں کو، اور ہمارے چھوٹے بھائیوں کو اسیر کر کے، زنجیر سے کھینچ رہا ہے۔ ہماری آدمی رعایا اُس کی تلوار کی گھاٹ اتر گئی وہ زندہ آدمیوں کو زمین میں گاڑ رہا ہے تم اس پر تو غور نہیں کرتے، ایک سپاہی کے اوپر اتنا بڑا جھگڑا کھڑا کرتے ہو کیا اس قدر مصیبت بھی ہماری نخوت و غرور کو توڑنے کے لئے کافی نہ ہوگی۔ فلک سے ہم نے کیا کیا حقارت نہ دیکھی کیا اب بھی ہم بیودہ نخوت، مصنوعی عظمت کو لازم شان سلطنت خیال کئے جائیں گے؟

مجلس چہارم

اشخاص سابق - ایک خدمتگار - اُس کے بعد نور الدین

جلال الدین (خدمتگار سے) کیا ہے؟

خدمتگار - حضور کا غلام نور الدین منشی، حضور کی قدم بوسی کے لئے حاضر

ہوا ہے۔

جلال الدینؒ بـلاو۔۔۔ (غیاث الدین سے) جاؤ اپنے خیمے میں جاؤ،
تمہارا بھائی نور الدین اگر تمہیں اس وقت دیکھے تو یہ خیال کرے کہ خدا نے
انسان کی شکل میں کوئی اور مخلوق پیدا کی ہے۔ دُنیا ہم پر مہنس رہی ہو، اب
یہ تو نہ کہ خود ہمارے آدمی ہم پر مہنس۔

(غیاث الدین جاتا ہے)

(جلال اپنے دل سے باتیں کرتا ہے) افسوس ملت اسلامیہ پر مظالم اور مصیبتوں
نے ہمیں انسان تو نہ بنایا، الٹا ہمارے اکابر کو، انسانیت کیا حیوانیت سے بھی
نیچے گرا دیا۔ ہمارے اراکین و نائبت سے نجات حاصل نہیں کرتے۔

(نور الدین سے) جو دروازے میں داخل ہوتا ہے، آؤ مولانا، تمہارے
چہرے پر بشارت ہے انشا اللہ اچھی خبر لائے ہو۔

نور الدین۔ میرے بادشاہ! ایسی اچھی خبر کہ دل باغ باغ ہوا جاتا ہے۔
مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب سے میں دُنیا میں آیا ہوں یہ دنیا اب تک کچھ
اور تھی رات کی رات میں کچھ اور ہو گئی۔

جلال الدین۔ ایسی غیر معمولی اچھی خبر کون سی ہے، ہم بھی تو سنیں، کیا خدائے
برتر تو انانے تاتارستان کو جہنم میں تبدیل کر دیا، یا نامرے کوئی ایسی حرکت

صادر ہوئی جو اک مسلمان کی شایانِ شان ہو؟

نور الدین: نہیں جہاں پناہ! مگر جو خبر ہے وہ اس کے لگ بھگ ہے۔
تبریزِ قدم ہمایوں کے لئے ہمہ تن انتظار ہو، اور ہمارے دشمن صرف قلعہ ہی
حوالے نہیں کرتے بلکہ حضور کے آغوشِ التفات میں نہرِ جہاں کو بھی دیتے ہیں،
حتیٰ کہ علمائے تبریزیں سے غریزہ الدین قزوینی، تسلیمِ قلعہ کے لئے، اور ہر جہاں
کو عقدِ نکاح میں دینے کے لئے وکیل ہو کر میرے ساتھ آیا ہو۔

جلال الدین: نکاح کے لئے کیا اچھا زمانہ انتخاب کیا ہو۔ یہ جوتا تار کے
ہاتھوں سے یکڑوں شہرِ محل رہی ہیں، کیا ہمارے جلسہ عیش کے لئے ہم اُن سے شعل کا
کام لیں گے؟ اور لاکھوں انسانوں کی فریاد و اضطراب، ہماری محفل کے نغمہ
سرود کا کام دیں گے؟ ملک ملک! دیکھنا باہر کیا گڑ بڑ ہے۔

(ملک باہر جاتا ہے)

نور الدین: میرے ولی نعمت! اگر احوالِ عالم سے آدمی اس قدر متاثر
ہو، تو اپنے حواسِ قائم رکھنے کے لئے اُسے لازم ہو کہ زمین کے کسی طبقہِ زیریں
میں چلا جائے۔ ہم بیکِ معیشت نہایت ہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ جو ضرورتی
اور مناسب کام ہیں انہیں بھی ترک کر دیں۔ چنگیز موجودہ مسلمانوں کو ختم کرنے کی

کوشش کر رہا ہے، کیا اس کی کوشش کم ہے کہ ہم بھی اسلام کی ذریت کو محو کرنے کی کوشش کریں۔

جلال الدین - مجھ جیسے آدمی کی نسل سے تم کچھ اُمید رکھتے ہو؟
 نور الدین - کیوں اُمید نہ رکھوں، بادشاہ! اسلام کے سب سے بڑے
 قہرمان اور صاحبِ ظہور کے سلالہ سے، اُس جیسے چند نمونہ ذوی حیات یا دو گار باقی
 رہیں گے، اُن سے حضور کے مذاقبال کے قابل ایک خاندان سلطنت وجود میں
 آئے گا۔ اب سے دُور حضور کے بعد، سرائے حکومت میں، حضور کے اخلاف عالی
 حمایت ملت کریں گے۔

جلال الدین (ریختہ ہو کر) میری نسل کو، دریائے سنت عمان عدم میں
 بہلے گیا۔ مجھے قطب الدین کے بعد اولاد، نیرہ کے بعد۔۔۔

نور الدین ربات کاٹ کر، حضور غور فرمائیں، حضور کیا ارشاد فرما رہے ہیں
 انسان ہمیشہ ماضی میں زندہ نہیں رہتا، گزشتہ زمانے کی مصبتیں، کیا حضور کی رفا
 عمر میں حائل ہوں گی۔ حضور جیسے فداکار کے لئے، جو محض رضائے حق کے لئے
 زندہ ہی کیا، یہ مناسب ہے کہ اُس فرض سے جو مصلیٰ حقیقی نے ہم سب پر عائد کیا، تبریک
 دل مقبرہ نہیں کہ صرف مُردوں سے بھرا رہے۔

جلال الدین - مولانا! مولانا! مجھ سے اُن باتوں کی خواہش نہ کر دو جو میرے
امکان میں نہیں۔

نور الدین - حضور کا غلام اس بات کے یقین کرنے کے لئے آمادہ نہیں
ہے کہ میرا بادشاہ کوئی ایسی سخت سے سخت قربانی نہ کرے گا جس میں اسلام کا
زر اسامی فائدہ ہو۔

مجلس پنجم

اشخاص سابق - ملک نصرت - ان کے بعد ایک خدمتگار
ملک نصرت - تبریز کا قاضی قوام الدین حاضر ہوا ہے؛ کچھ عرض کرنا
چاہتا ہے۔

جلال الدین (نور الدین سے) - یہ وہی ہے جو آپ کے ساتھ آیا ہے۔
نور الدین - نہیں حضور! اس کا نام عز الدین ہے۔ وہ بھی باہر حاضر ہے۔
ملک نصرت - حضور وہ دوسرے کمرے میں انتظار کر رہا ہے۔ قوام الدین
ابھی آیا ہے۔ یہ شور اُسی کے آنے کا تھا۔

جلال الدین - یہاں آؤ (خدمتگار داخل ہوتا ہے) تبریز سے ایک قاضی

قوام الدین آئے ہیں۔ انھیں بلالو۔

ملک نصرت۔ کیا مراسم حضوری بجانہ لائے جائیں گے؟ اے میرے

بادشاہ!

جلال الدین۔ بادشاہ ہو کر، ہم نے یہ قرار تو نہیں دیا کہ لوگوں کو غائبانہ
اسیر کریں۔ کیا تم سب کو مراسم ملاقات کے ساتھ قبول کرتے ہو؟

ملک نصرت۔ نہیں حضور! میں مشرب ہمایوں کو جانتا ہوں، لیکن اس
خیال سے کہ سیر ہو، میں نے سوچا کہ اُسے مراسم بجالا کے حضور میں حاضر ہونا
چاہیے۔ محض اس بنا پر یہ مناسب بات میری زبان سے نکل گئی۔

جلال الدین۔ میں ان جھوٹی ٹمائشوں کے ساتھ سلطنت کرنی نہیں چاہتا
خدا مجھے ان لغو ضروریات سے بچائے رکھے۔

مجلس ششم

اشخاص سابق۔ قوام الدین

جلال الدین۔ آئیے بیٹھے۔ کپ کہاں سے اور کس غرض سے تشریف

لائے ہیں، مولانا؟

قوام الدین - میرے بادشاہ! اہل تبریز، عتبہ ہمایوں کی جیہ سائی کرتے ہیں اور یہ عرض کرتے ہیں کہ نہ یہ حضور کے سلطنت کے شان کے لائق ہے کہ معدودے چند بے گناہ نفوس، محاصرہ کی تضیق میں مبتلا کئے جائیں اور نہ ان کی یہ جرأت ہو کہ بادشاہ عالی شان کا مقابلہ کریں۔ اب تک جو گستاخی ہوئی اس کی معافی چاہتے ہیں، اور یہ ادب ملتی ہیں کہ محاصرے کی بلا ان کے سر سے اٹالی جا قلعہ میں جو کچھ نقد و جواہرات موجود ہیں وہ سب حضور کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔

جلال الدین - ہم قیمتی پتھروں کے طلبگار نہیں ہیں۔ پتھروں میں تو ہمیں شہرِ پناہ کے ناہموار پتھر ہی چاہئیں۔ ہم مسلمانوں میں اتحاد کے طلب گار ہیں۔ قلعہ جسے ہم اب فتح ہی کر چکے ہیں انسانیت اور شریعت کے نام پر ہمیں سپرد کیا جا قوام الدین - اب کہ اس مسئلہ پر شرع کی رُو سے نظر ڈالی جا رہی ہے میں اپنے خیالات عرض کرنے کے لئے، حضور سے طلب گار امان ہوں۔

جلال الدین - آپ کیا کہتے ہیں۔ کیا ہم چلنیر کے کیمپ میں ہیں کہ شرع کو متعلق گفتگو کرنے کے لئے لوگ مجھ سے جان کی امان کے طالب ہوں؟ ہیہات! ایک زمانہ تھا کہ مقام خلافت پر ایک مدبجبار متمکن تھا؛ ایک شخص نے اُسے امر شرع میں تمہید کی تو اُس نے یہ کہہ کر اُسے ٹکڑے کر ڈالا کہ کیا تو قرآن کریم ہے جو

خدا کی طرح مخلوقیت سے منزہ ہے کہ تیرا پارچہ پارچہ کرنا گناہ ہو۔ جاحش میں کہنا کہ ولید نے مجھے پارہ پارہ کیا میں اُس کی تقلید کروں اور تمہیں پارہ پارہ کر کے کہوں کہ جاؤ اللہ سے میری شکایت کرو۔ مولانا، اطمینان رکھیے۔ آپ امان الہی میں ہیں جو دل میں آئے کیئے۔

قوام الدین۔ اگر آپ کا مقصد اتحاد اسلام ہے تو اس مقصد کو اطاعتِ خلیفہ کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہیئے۔

جلال الدین۔ کس خلیفہ کی اطاعت کے ذریعہ سے اسلام کے لئے اتحادِ اسلام کے واسطے سعادت تلاش کی جائے؟ کیا ناصر نے مشرکوں کو موجدوں پر مُسلط نہیں کیا؟ چنگیز، آدمی ملکِ اسلام کو ناصر کی تحریک سے جہنم کی آگ میں جلا رہا ہے۔ ایسی حالت میں بھی ہم اُسے خلیفہ ہی کہے جائیں گے؟

قوام الدین۔ اُس اجازتِ آزادی پر استناد کر کے جو حضور نے مجھے ابھی احسان و عطا فرمائی میں اس قدر عرض کرنے کی جرات کرتا ہوں کہ حضور کے والد مرحوم کو آلِ علی کے ساتھ جو طوفانی ہتھی، اُس سے خوار زمیوں پر ایک اثرِ شیعیت ظاہر ہوتا تھا۔

جلال الدین سبحان اللہ! ایک طرف تو ناصر، خاندانِ نبوت سے اپنی

قربت کی بنا پر اپنے استحقاق خلافت کا مدعی بنتا ہے اور دوسری طرف
 محبانِ خاندانِ نبوت کو مشرکوں کی تیغ و آتش ظلم سے محو کئے جانے کا ہنر ادا
 سمجھتا ہے، اُس خدائے قہار کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے اہل بیت کو طیب و
 طاہر کے وصف سے یاد کیا کہ اگر اس وقت ابولہب دنیا میں ہوتا تو وہ بھی
 اُمتِ محمدؐ کے ساتھ یہ خیانت روا نہ رکھتا۔ بہت اچھا، میں نے مانا کہ خلیفہ میرے
 باپ سے ناراض تھا، اور اُس نے اپنے مذہب کے دشمن کے مقابلہ میں ہر قسم کے ہتیار کے
 استعمال کو جائز قرار دیا اور اس لئے تاتاریوں کو اُس کی سلطنت کو لیا میٹ
 کر دینے کے لئے بلایا (یہ بھی آپ جیسے لوگوں کے نزدیک جائز ہو جو اپنی بادشاہت
 کو ملک و ملتِ دین و دولت پر مقدم سمجھتے ہیں) بہر حال میرے والد کے انتقال
 کے بعد شرق کے مسلمانوں کی سرداری مجھ پر منتقل ہوئی۔ میرا سوا بے اس کے
 کوئی جرم نہ تھا کہ میں محمد علاء الدین خوارزم شاہ کا بیٹا ہوں۔ لیکن میں علاء الدین
 کی صلب سے اپنی اختیار سے تو پیدا نہیں ہوا۔ آپسکوں سے نکلنے کے بعد میں نے
 ملت و مملکتِ دین و دولت کی جو خدمتیں کی ہیں وہ دلائلِ عینی کی طرح آشکار ہیں
 میں نے تاتاریوں کی اس فوج کو درہم برہم کر دیا جو ایک قصائے مہرِ سمجھی طاقی
 تھی اور جو ایک ایسی بلائے آسمانی خیال کیجاتی تھی جسے سرسے ٹالنا ناممکن تھا۔

میں فخر یہ نہیں کتنا کیا یہ اسلام کی بدبختی نہیں ہو کہ تاتاریوں کے مقابلہ کے لئے عرب و عجم میں کوئی اُمید نجات اگر رہ گئی تھی تو وہ وہ قوت مختصر تھی جسے میں مٹا کر سکا۔ دریاے سنت کے کنارے ایک مشہد حمیت پیدا کر کے میں نے اپنے جگر پارے کو اپنے ہاتھ سے قابض ارواح کے سپرد کیا۔ میرا دل جبرِ قوت زندگی سے موت کی برابر بن رہا تھا اور مجھ میں اور جنت میں دو قدم سے زیادہ فاصلہ نہ رہ گیا تھا، میں نے خدمتِ اسلام کی خاطر دولتِ شہادت سے ہاتھ اٹھالیا اور اپنی زندگی اور اُمیدِ آخرتِ زمانہ کی مساعِدت کے حوالے کر دی۔ اپنے تئیں سیلابِ بلا میں ڈال دیا اور ایسے اقلیم میں داخل ہوا جو ظاہر میں دُنیا کی برابر وسیع لیکن حقیقت میں قبر سے زیادہ تنگ ہو۔ آفتابِ میرے اوپر جہنم کی حرارت برسا رہا ہو۔ ہمارے سر پر آسمان ایک پتہ ہوا اُلٹا کر ڈاؤن ہو رہا ہے۔ ہمارے پاؤں تلے کی زمین کے ذرات اُلٹا کر بادِ سموم میں شراب بن کر مل رہی ہیں۔ ہر جگہ مہوایں موت شامل تھی، پانی میں دوبا محلول تھی۔ انسانوں کی ایک دوسرے سے دشمنی اس قدر تحمل گداز تھی کہ بلائے آسمانی بھی اُس کے سامنے ہیچ تھی۔ مگر اس جہانِ مصائب میں بھی میں نے سوائے خدمتِ دین کے اور کسی بات کا خیال نہیں کیا۔ محال ہے کہ

حیطہ وجود میں لانے کی کوشش کی خدا خدا کر کے ستر آدمیوں کی ایک فوج جمع کر سکا۔ میں عراق میں پہونچا اور وہاں کی بے حس، بے حرکت مخلوق میں خدا نے ایک جہان حمیت میرے لئے پیدا کیا۔ میری فوج نے ترقی کی اور اُس کے ذریعہ میں نے ایک سلطنت قائم کی۔ میری ان کوششوں سے اسلام کے لئے دوبارہ ایک استعداد حیات، ایک قابلیت سعادت پیدا ہوئی۔ وہ از دست رفتہ شان دوبارہ لوٹ آئی، شوکت و جلال اسلامی کا وہ رُخ جو صدیوں سے آنکھوں سے اوجھل ہو چکا تھا، پھر جلوہ طراز ہوا۔ شاید ان ہزار ہا شہیدوں کی لعنتیں ہی اس کا باعث ہوئیں، جو ناصر کی ذاتی اغراض کی قربان پر بھینٹ چڑھائے گئے تھے، اور جو قرب الہی میں پہونچکر اس پر لعنت خواں تھے بہر حال اُس سے خلاصی کا ایک راستہ نظر آیا۔ اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جس زندانِ فَلَاکت میں امراءِ مسلمین قید تھے اگر وہ انہیں اُس سے بچانے کی کوشش کروں تو مجھے امداد غیبی ملے گی۔ میری ہمت بڑھی۔ بنی امیہ نے منہائے غرب کا شغرتاب جس حکومتِ اسلام کو پھیلا یا تھا۔ بنی عباس نے عالمِ امکان کے ہر گوشہ تک جس روشنی کو پہونچا یا تھا، میں نے اُس کا اعادہ کرنے کے لئے کمر بستہ باندھی غرض کہ آپ جسے خلیفہ کے لقب یاد کر رہے ہیں میں نے اس مقصدِ عالی

اُس کی طرف مراجعت کی۔ جن کے دلوں میں علویت کی طرف زراسابھی میلان ہے وہ باوجود اس علم کے کہ لوح محفوظ میں ایسے تائباناک ارادوں کا خیر فعل میں آنا محال لکھا ہو، پھر بھی کوشش سے باز نہیں رہ سکتے۔ تم جسے دُنیا میں خدا کا سایہ نورانی خیال کر رہے ہو، وہ حقیقت میں اُس صنم ذی حیات کا جسے چنگیز کہتے ہیں، ظل کشیف ہے۔ چنگیز میں اور اُس میں ایک فرق ہے۔ اگر آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ اپنی ماہیت میں چنگیز سے زیادہ تاریک ہو، وہ وہ ہے جس نے مملکت اسلام کو برباد کرانے کی غرض سے چنگیز کے پاس تطفیلے، ہدیے، خزانے بھیجے، وہ مسلمانوں کی صلب سے ہو جس کی یادگار باقی رکھنے، جس کی شانِ ماضی کو زندہ کرنے کی میں نے کوشش کی ہے۔ وہ وہ ہے جس نے آغوشِ اسلام میں پرورش پائی۔ اس شخص نے چنگیز کی خدمت کے لئے وہ سب بھیجے جو مسلمانوں کے روپے سے اس لئے مسلح اور آراستہ کئے گئے تھے کہ وہ اسلام کی خدمت کریں آہ! میں یہ حالات دیکھ کر قتالِ بین المسلمین پر مجبور ہوا، میں کہ میرے نزدیک ایک مسلمان کا ایک قطرہ خون، کائنات کی جو ہر حیات کے برابر قیمتی ہے، میں کہ جس کے نزدیک ایک مسلمان کا خون نہ صرف کسی آدمی کے بلکہ ایک سلطنت کے دامنِ اقبال کو داغدار کرنے کے لئے کافی ہے۔

ناصر نے اسلام پر جو ظلم کیا ہے وہ یزید اور حجاج سے کم نہیں کج بخت ملعنت میں چنگیز کا مقتدا بنتا ہے۔ اگر شیطان کو موت آپہنچی ہوتی تو میں کہتا کہ اُس کی مٹی شیطان کے مزار سے لی گئی ہو۔ آپ کو خدا اور پیغمبر سے شرم نہیں آتی کہ آپ ایسے آدمی کو خلیفہ کا لقب دے رہے ہیں۔

قوام الدین۔ حضور کو معلوم ہے کہ خلیفہ اسلام کی نظر اپنی وسیع مملکت میں جو دنیا کی وسعت سے کچھ ہی کم ہی، مسلمانوں کے دلوں میں جو دنیا سے زیادہ بڑے ہیں اس قدر نفوذ نہیں کر سکتی کہ اپنی فوج کو جو دنیا کے کسی گوشے میں ہو حضور قلب سے نماز پڑھنے اور بہر حکم تعلیم ظفر کرنے کی کرامت دکھائی دے بادشاہ اہم فاروق اعظم کے زمانے میں نہیں ہیں۔

جلال الدین۔ میں اوائے فرض کو دیکھتا ہوں اگر سو میں ایک درجہ بھی فرض ادا کیا جائے تو میں قائل ہو جاؤں۔ فاروق اعظم یا عمر ثانی کی گرد تک کو پہنچنا، اس زمانے میں کب خیال میں آسکتا ہو، انقراض اسلام کے جتنے اسباب ہیں اگر وہ سب ایک جگہ جمع کئے جائیں اور جسم اختیار کریں تو وہ وہ شکل اختیار کریں گے جو اس وقت بغداد کے تخت حکومت پر بیٹھا ہے اُسے خلیفہ کہیں گے؟ وہ شیر پنجہ جو کسی پھاڑ کی چوٹی پر پیدا ہوا، کیا اُسے محض موقع کی بلندی کی وجہ

اشرف اعضا کہا جاسکتا ہے۔ آہ! آہ! کاش ناصر مرکز خلافت میں چھپا بیٹھا نہ رہتا۔ اُن مشرکات کے ساتھ جو اُس نے میرے مقابلے کے لئے بھیجی تھی خود بھی آتا تو اس وقت دیکھتے کہ اُس کا وہ حال ہوتا کہ وہ اک سگ بچہ پر رشک کرتا، جہنم میں شیطان سے اُمید شفاعت کرتا۔ تیغ اسلام کے نیچے بن پر لوٹتا، مولانا کیا آپ ناصر کے نقیب ہیں؟ یا تبریزی کی طرف سے مقرر ہو کر آئے ہیں!

قوام الدین۔ اے میرے بادشاہ! میں تبریزی کی طرف سے آ رہا ہوں ناصر کے متعلق میں نے جو کچھ عرض کیا وہ مسئلہ خلافت سے تعلق رکھتا تھا۔ بہن خلیفہ کے ذات و حالات کی خبر نہیں، ہم تو اُس کی رعایا ہیں۔ جس وقت تک اُس کا حکم نہ ہو ہم قلعہ کو کس طرح پُرد کر سکتے ہیں؟

جلال الدین۔ آپ بھی کیا عجب آدمی ہیں؟ اپنی کمروں میں تلواریں لٹکائے ہوئے دعوے تو یہ کہ ہم دین کی اعانت کرتے ہیں مگر اصل میں مشرکوں کی خدمت کے لئے دوڑتے ہیں۔ کیا فرائض دین اسی طرح ادا ہوتے ہیں کہ ہزار ہا بے گناہ معصوموں کو ہلاک کر کے دنیا حاصل کرو اور اپنی آخرت اپنے اخوان دین کے سوختہ دلوں سے تیار کر دو؟ ناصر کے حکم کو کتاب اللہ سے کیوں

بڑھ کر سمجھ رکھا ہے۔ چنگیز کے طریق ضلالت کو پیغمبر کی شرع رشادت پر کیوں ترجیح دیتے ہو؟

کتے، ہوم سلمان ہیں اور مسلمانوں کے خون سے وضو کرتے ہو، محراب کی جگہ ظالموں کے نقش پا کو سجدہ کرتے ہو، پس خیال کرتا ہوں کہ شیطان اگر ایک دنیا پر حکمرانی کرے تو اُس کی سلطنت کے باشندے تم سے زیادہ اُس کی تابعداری نہ کریں گے۔

نور الدین۔ اے میرے بادشاہ! آپ ناحق اپنا وقت ضائع فرما رہے ہیں۔ ان لوگوں کو سمجھانا لا حاصل ہے۔ یہ وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنی جہالت سے اپنے لئے خود ایک مجلس ظلمات پیدا کیا ہے۔ ان کے نزدیک دنیا اُس دائرہ نظر سے عبارت ہے جو ان کی پلکوں کو اندر محدود حکایت ملت یہ الفاظ ان لوگوں کے نزدیک خلقت کو دھوکہ دینے کے لئے ایجاد کئے گئے ہیں۔ ذاتی منفعت بڑھ کر کوئی کام ان کے خیال میں مقدس نہیں۔ اسلام کے بزرگ ترین مرتبہ پر اپنی تئیں متکبر خیال کرتے ہیں اور اپنی ذلیل ہستیوں کو انسانیت کے اجزائے متممہ میں سے تصور کرتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ شرف انسانیت صرف اُن کی رزائل افعال اور حیات سے عبارت ہے۔ مادر زاد اندھے کو کس طرح یہ بتایا جائے کہ

تاریکی کے سوا نور کا عالم بھی ہے! دیوانے کو کس طرح یہ علم ہو کہ دیوانگی سے علاج ایک عقل و تیز کی دنیا بھی ہے؛ خود حضور سوچیں کہ حضور کی تشریف آوری ان کے نزدیک کن محسوسات پر مبنی ہے؛ اور نہ معلوم کیا کیا خیال کر گئے حضور کے پاس اس شخص کو ان لوگوں نے بھیجا ہی؛ اور نہ معلوم کیا کیا عجیب درخواستیں لے کر یہ شخص حاضر ہوا ہے؛

قوام الدین۔ میں جو درخواستیں لے کر حاضر ہوا ہوں ان میں کسی قسم کی ندرت یا تعجب کی بات نہیں ہے۔ اور اُسے اس سے قبل حضور سلطانِ معروض کر چکا ہوں۔

جلال الدین۔ کیا تم نے مجھے لیٹروں کا سردار سمجھا ہے؛ کہ اُس مال کو جو تمہاری رزالتوں سے زیادہ ہے پیش کر کے امان حاصل کرنا چاہتے ہو۔ کیا تمہیں کوئی ایسی درخواست نہ ملی جو شایانِ قبول ہوتی؛ یہ جیلے حوالے تمہیں ہی مبارک ہوں (آہستہ آہستہ اس کی طرف سیدھے جا کر نہایت زور سے کہتا ہے) تبریز کی کنجیاں آج میری فوج کو سپرد کی جائیں گی ورنہ آج شام تک تم سب اپنی جانیں قابض ارواح کو تسلیم کر دو گے۔ اگر خوں ریزی ہوئی تو اس خوں ریزی کا ہر قطرہ آتشِ جہنم بن کر ان لوگوں کے جگر دہن میں گھسے گا جو اس خوں ریزی کا

باعث ہوں گے۔ جاؤ! جیسا سنا ہے حرف بحرف وہاں کدو۔

(قوام الدین ہا ہر جاتا ہے)

نور الدین۔ انشاء اللہ! خون کیسا ہمارے فوج کے پسینہ کا ایک قطرہ
 بھی نہیں ٹپکے گا۔ حضور اس غلام کی درخواست قبول فرمائیں۔ ناصر کو اگر تبریز میں
 اُس پر بھونکنے کے لئے ایک کتا بھی مل جائے تو وہ اپنے تئیں بڑا خوش نصیب
 خیال کرے گا۔

جلال الدین۔ اپنے ساتھ جنھیں لائے ہو پیش کرو۔

(نور الدین جاتا ہے)

دریا میں جس طرح خس و خاشاک سطح آب پر رہتے ہیں، اسی طرح سیلاب خون
 میں، ابنائے بشر میں سب سے زیادہ دنی، سب سے زیادہ رذیل لوگ سب سے بلند مرتبہ
 پر پہنچ گئے ہیں۔ ان کے حالات پر غور کرو، تمہیں یقین آجائے گا کہ دنائت و
 رزالت کا انتہائی درجہ انھوں نے حاصل کر لیا ہے۔ اگر یہی سبیل و نہار ہو،
 تو جس طرح بعد مطلق کا تصور ناممکن ہے، اُن کی دنائت کی حد بھی حد تصور سے متجاوز
 ہو جائے گی۔

مجلس ہفتم

اشخاص سابق - نور الدین - عز الدین

جلال الدین (عز الدین سے مخاطب ہو کر) آپ کی سفارت کا خلاصہ سننے کے لئے مجھ سے بیان کیا تھا۔ میں اُسے قبول کرتا ہوں (نور الدین سے مخاطب ہو کر) مولانا، آپ وکیل بنئے (ملک نصرت اور اورخان سے مخاطب ہو کر) تم گواہ بنو۔ عدا اسی وقت ہو۔ آج کی رات میں تبریز میں آرام کروں گا۔

عز الدین (اپنی حبیب سے کنبیاں نکال کر جلال الدین کے سامنے پیش کرتا ہے) میرے بادشاہ! خدائے تعالیٰ تمہیں و مبارک کرے۔ تبریز کی کنبیاں یہ ہیں۔ انشاء اللہ زیادہ وقت نہ گزرے گا کہ تبریز بھی حضور کے پیش پا ہوگا۔ اگر حکم ہو تو میں کسی منشی کو بلاؤں کہ اس فردہ کا فرمان لکھ کر اور لے کر جائے فوج بھی اُس کے ہمراہ جاسکتی ہے اب ہمارے مقابلے میں کوئی مزاحم نہیں ہے۔ جلال الدین - ہاں اورخان، فوج کو تم لے جاؤ اور خبردار اگر کسی کے رویں تک کو کسی نے ضرر پہنچا یا تو وہ جان دے کر بھی مرے ہاتھوں سے ہشکل چھٹے گا۔

اور خاں - جو حکم -

ملک نصرت - زندہ باد بادشاہ زندہ باد ملک و دولت -

نور الدین - اللہ اس کی کامیابی کو زیادہ کرے -

جلال الدین (اپنے دل میں) نیز اب میں نے جو کچھ اختیار کیا ہے مجبوری

کی حالت سے ہے گو بظاہر حسرت میں ہوں لیکن عذاب میں مبتلا ہوں -

(پردہ گرتا ہے)



پردہ ہفتم

ایک مُکلف و مہین شاہانہ کمرہ

مجلس اول

• مہر جہاں - مبارک - اور چند غلام - اور چند کینز

مہر جہاں - مبارک ! شہزادین میری خواہش کے مطابق مکمل ہو گیا نہیں؟
تذیل اور شعلیں اس قدر زیادہ ہوں کہ دیکھنے والے یہ خیال کریں کہ آسمان اپنے
تاروں کو لے کر زمین پر اتر آیا ہے۔

مبارک - انشاء اللہ جیسا حضور چاہتی ہیں ویسا ہی مکمل ہو گا۔ ہر گھر میں
ہر دریچہ کے لئے دس تذلیں اور ایک سے پانچ تک شعلیں چھوٹے اور بڑے
گھر کے حساب سے میں نے بھجوا دیں ہیں۔

مہر جہاں (دریچہ سے باہر نظر ڈال کر) خیر! کچھ نہ کچھ تو ہو ہی گیا بھٹیک
اتنی روشنی ہو کہ رات کو دن کہا جاسکتا ہے۔ قلعہ کے دروازے سے یہاں تک

بادشاہ کے راستہ میں میدان میں جہاں جہاں شمعیں رکھی گئی ہیں وہ سب عود و
عُصبر کی ہوں۔ صرف بادشاہ کا نہیں بلکہ اُس کے گھوڑے کا جہاں قدم پڑے
وہاں موتی گرائے جائیں۔ بیس نفر غلام منتخب کرو اور اُن کے ہاتھ میں سونے کی
لگن دو جو جواہرات سے بھرے ہوں جس وقت جلوس نکلتے یہ اُمر کے اور
تماشا یوں کے سر پر بکھیریں۔ میں ایسا چاہتی ہوں کہ یہ جشن شادی اس قدر
شاندار ہو کہ لوگ ماموں کے تاریخی جشن کو بھول جائیں۔ میرا جلال ماموں کے
تخت کو فتح کر کے اپنے ایک غلام کو بخش سکتا ہے۔ میں بھی یو دان کی طرح
وزیر زادی نہیں ہوں (ایک کینز سے مخاطب ہو کر) تو نے اس کمرہ کو جیسا
میں چاہتی تھی ویسا نہ سجایا۔ جواہرات کی کشتی کو اوپر لا۔ انھیں پھولوں کی طرح کا
ایک دستہ بنا کر سونے کے گلدان میں رکھ اور شمع دانوں کے کناروں پر لگاتا کہ
شمع کی روشنی ان جواہرات پر پڑے اور وہ ایسا چمکیں کہ سب خیال کریں کہ یہ کمرہ
قوس قزح سے بنایا گیا ہے۔ مبارک! دیکھنا یہ قالین میں نے ٹھیک بنوایا ہے،
شمع ہائے کافوری کی روشنی ہیروں اور موتیوں پر جو پڑ رہی ہے دیکھو ان میں
کوئی تو تیزی سے چمکتا ہوا اور کوئی ذرا ماندہ ستارہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر تم
کہو گے کہ بھلا سُرخ الماس اور زرد یا قوت تو بے معنی سی بات ہوئی مگر لا لا!

ستاروں میں بھی کوئی زرد ہوتا ہے کوئی سُرخ تم نے غور کیا ہو گا زہرہ زرد ہے
 میری سُرخ تم نے غور کیا ہے؟ مگر تم کہو گے کہ یہ سونے چاندی کے لنگا جمنی تار
 زینت آسمان سے مشابہ نہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ میں نے یہ چاہا کہ گویا آسمان
 ایک تار آفتاب کا اور ایک تار ماہتاب کا پھیلا ہوا ہے اور ان کو ملا کر نقش پیدا
 کئے گئے ہیں۔ اسی لئے میں نے یہ قالین ایسا بنوایا۔ انسان نیچے کی خوبصورتی کو
 کو اور زیادہ بڑھا سکتا ہے کیوں فلاحت ہر ناچاں اب کمرہ میرے طبیعت کے
 موافق سجا۔ آفریں لڑکی پھولوں کا تم نے نہایت خوبصورت گلہ سہ بنایا ہے۔ ہاں
 کشتی میں بھی اسی طرح سے پھول سجاؤ ہاں اور خیال رہی جو اہرات کے رنگ
 ایک دوسرے سے میل کھاتے ہوں پھولوں میں بھی وقت کا خیال رہی۔ لڑکیو
 تم بھی تودہ دکر دو (غلاموں سے مخاطب ہو کر) تم ذرا باہر بیٹھو ضرورت ہو گی تو
 میں بلالوں گی (مبارک سے) مبارک جا وقت قریب آ رہا ہے میں بھی آئینہ کے
 سامنے جا کر ایک نظر اپنے اوپر ڈالنا چاہتی ہوں مگر ہمت نہیں پڑتی۔ آہ
 کہیں ایسی بد صورت نکلی جیسی میں اپنے تئیں خیال کرتی ہوں تو نا اُمیدیوں میں
 ہلاک ہو جاؤں گی۔ نہیں نہیں۔ موت ایسی ظالم نہیں ہے کہ ایسے وقت میں انسان
 اور اس کی خوشی کے بیچ میں حائل ہو۔ میں پچیس برس کی ہوں میرے چہرے میں

لڑکپن کی تراوٹ کہاں۔ آہ کیا میرے نصیب میں اُس کی نفرت لکھی ہو نہیں
 نہیں۔ یہ قدرت کی عدالت کے شایان شان نہیں کہ ایک انسان کے دل پر
 اس قدر شدت کی محبت رکھ دے لیکن اُس کے چہرہ کو اتنا بد صورت کر دے
 کہ وہ اپنے محبوب کی ایک نگاہ التفات کو اپنی طرف مائل نہ کر سکے (آئینہ کے
 قریب جا کر) میرا رنگ کیا اتر گیا ہے! اُس کے وصال کے لئے دو تین دن
 سے جو مجھے مصروفیت رہی ہے اگر اُسے معلوم ہو کہ اُس کی وجہ سے میرا یہ
 حال ہو گیا ہو تو ممکن ہے کہ وہ میرے اوپر نوازش کرے۔

کیس بالکل اس کی نگاہ میں حقیر نہ ہو جاؤں اُس جیسا مردانہ مزاج، بھلا مجھ
 عاجز و ناتواں کے ساتھ کیسے میل کھائے گا۔ کیس شاہیں بھی پھول کی طرف متوجہ
 ہوتے ہیں (کنیزیں کشتیوں میں جواہرات سجائے ہوئے لاکر رکھتی ہیں) یہاں
 جاؤ، نکلو، کچھ دیر تو مجھے آرام لینے دو (کنیزیں جاتی ہیں) اپنی وضع بدل کر،
 اپنے دل سے باتیں کرتی ہو اگر حلال کئے تو میں بھی اپنا مزاج مردانہ بتا سکتی ہوں
 میں بھی بادشاہ ہوں۔ مگر کیا میں پاگل ہو گئی ہوں۔ میں اور سخیہ بننے کی
 کوشش کروں گی، تو بالکل ایک مضحک چیز بن کر رہ جاؤں گی۔۔۔ وہ مجھ سے
 محبت کرتا ہی جیسی تو میرے ساتھ شادی کر رہا ہے۔ کیسا تبریز، دنیا کی سلطنت

دو تو جلال وہ انسان نہیں کہ اپنی خواہش کے خلاف کوئی کام کرے آہ دیوانی،
اُس نے تجھے دیکھا کہاں ہو کہ تجھے چاہنے لگے۔ مگر ممکن ہے میری صورت پر
عاشق نہیں ہوا، تو میری طبیعت و مزاج پر عاشق ہوا ہو۔ اتنا میں جانتی ہوں کہ
اُس کے قلب کی سب سے قریب اعضا، اُس کے دل کی خواہش کو اتنا پورا
نہ کریں گے جتنا میں کروں گی مگر میں کیسی احمق ہوں۔ وہ تیرا اس لئے طلبگار ہے
کہ اک مرد کو اک عورت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُف دنیا میرے سامنے چکر
کھا رہی ہے۔ ہر چیز ہر لمحے میں شکل بدل رہی ہے۔ میں اس بات پر ہی دل کو
تسلی دوں کہ وہ مجھے یہ کہہ چاہ رہا ہے کہ ہر مرد کو اک عورت کی ضرورت ہوتی
ہو۔ بیشک ایسے وسیع قلب والے مرد کے لئے بھی، مجھ ہی جیسی
اطاعت گزار، محبت شعار عورت کی ضرورت ہو۔ آہ بیچارہ! مہر جہاں! تو دنیا
میں خوش نصیب ہونے کے لئے پیدا نہیں کی گئی (تھوڑا سا سوچ کر) معلوم نہیں
تجھے خوش نصیب ہونے کا حق بھی ہو کہ نہیں۔ کیا ایک عورت کا دو مرتبہ شادی
کرنا ایسا نہیں جیسا کہ اک انسان کا مر کے دوبارہ زندہ ہونے کی آرزو کرنا؟ جو
زندگی میرے نصیب میں تھی وہ تو میں نے انا تک کے ساتھ گزار دی۔ جیسا
کوئی جلا دے ہاتھ میں، یا غول بیا بانی کی صحبت میں زندگی بسر کر سکتا ہے، اُس طرح

میں نے اُس کی بیوی بن کر گزاری۔ میں بیوی نہ تھی بلکہ بیوی کے جہیز کی جہیز تھی۔ میرے عزیزوں نے مجھ بادشاہزادی کو اک غلام کی کنیز کر دیا۔ اللہ نے نجات دی۔ ایک بیچارہ کبوتر سانپ کے منہ میں جا کر پنج بجے تک تو کیا خدا اُسے پھر جوڑا نہیں دیتا۔ کیا کوئی معصوم قلب شیطان کے پنجے میں اسیر ہو کر چھوٹے تو وہ تا ابد محبت کی زندگی سے محروم رہے! میرے دل کے خلیج اور تردید یہ سب اتنا بک کے ہی وجہ سے ہیں اُسے دفن ہوتے ہوئے لوگوں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ میرے او میری خوشی کے درمیان اب بھی حائل ہو۔ وہ قبر میں ہے لیکن کیا پھر بھی میرے اور جلال کے درمیان جسے میں اپنا اوج اضافی سمجھ رہی ہوں پھر بن کر اکھڑا ہوگا۔

مجلس دوم

مہر جاں۔ مبارک

مہر جاں۔ کیا ہو جیستی؟ کیا تو اپنے چہرہ کی طرح پھر کوئی منہس خبر لایا ہو؟ مبارک۔ بادشاہ تشریف لا رہے ہیں۔ جلوس محل کے پھاٹک میں داخل ہو گیا، خیر مقدم کے نعرے اُس کمرہ سے سنائی دیتے ہیں رہا ہرے علیک

عون اللہ کی صدائیں آتی ہیں) لیجئے لیجئے یہاں تک آوازیں آنے لگیں۔
اب یہاں پہنچنے ہی کو ہیں۔

مہر جہاں۔ کیا پادشاہ! آہ خوشی کے اس کثرت کا میرا دل متحمل نہ ہو سکا
جا، جا مبارک جا مبارک جا۔ تو بادشاہ پر موتی نچاؤر کر اور اتنے نچاؤر کر
کہ لوگ تیرے سیاہ ہاتھوں کو ابر نیساں تصور کریں (مبارک جاتا ہی) اپنے
دل سے) جب کہ میرے دل میں اس قدر خلجان ہے کہ ایک زر و پھول کی سی
تراوٹ بھی میرے چہرہ پر کیسے آئے گی۔ وہ میری صورت دیکھے گا تو خیال
کرے گا کہ میں ابھی قبر سے نکلی ہوں۔ خلجان کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ آہ!
آسمان کو یہ موقع ملا کہ مجھے پریشان کر کے خوش نہ ہو۔ میری زندگی کا سانس تیز
نہ چلے اس لئے میرے دم کو اُس نے روک ہی دیا (باہر آوازیں بلند ہوتی
جاتی ہیں) آ رہا ہے قریب ہو رہا ہی۔ ہائے یہ دھڑکن کیا کرے گی۔ میں تو بیہوش
ہو جاؤں گی اگر میری جان نکلتی ہی ہے تو اُس وقت نکلے کہ جلال کو دل بھر کر دیکھ
تو لوں۔ زمین پر اُس نے قدم رکھا جب وہ کمرہ میں داخل ہو تو مجھے کیا کرنا چاہیے
کیا اُس کے پاؤں چوموں؟ دیوانی اپنا مذاق اڑوائے گی۔ شفقت اور عنایت
کے بجائے اور حقارت تیرے نصیب میں ہوگی بس فلک بس اگر عمر اس زمانے

عبارت ہی تو کافی ہے مجھ میں اب طاقت (دروازہ کا پردہ اٹھتا ہے
خواجہ سرا کینزریں شمعِ دان - بخوردان لئے ہوئے کمرہ میں داخل ہوتی ہیں -
مہر جہاں اپنے بالوں کو سنوارتی ہوئی استقبال کے لئے آگے بڑھتی ہی جلال الدین
دروازہ میں داخل ہوتے وقت مہر جہاں پر نظر ڈالتے ہی غایت حیرت و تردد
سے پیچھے ہٹتا ہے اور اپنے تئیں سنبھال کر اپنے دل سے کہتا ہے) نیرہ نیرہ کیا
توجہ سے یہاں تک مجھ سے انتقام لینے کے لئے آئی ہے ؟
(پردہ گرتا ہے)۔

پردہ ہشتم

(ایک وسیع صحرائیں ایک خیمہ موسم طوفانی ہے۔ کبھی کبھی آسمان پر گرج ثانی دیتی ہے بجلی کو مذتی جو یہ حال پردہ کے ختم ہوتے تک قائم رہتا ہوا

مجلس اول

مہر جاں - زراہدہ

مہر جاں - اماں جان - نہ معلوم کیا بات ہے۔ جلال جب مجھے دیکھتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنی قبر دیکھی۔ مجھے دیکھتے ہی اُس کے چہرہ پر غم و غصہ کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ اُس کی آنکھوں کی چمک ہونٹوں کا تبسم غائب ہو جاتا ہے۔ میں اس سے انکار نہیں کرتی کہ وہ میرے ساتھ حد زیادہ رعایت اور نہایت درجہ نرمی کا برتاؤ کرتا ہے مگر یہ رعایت اور حرمت اس قسم کی ہوتی ہے کہ جیسے کوئی آخرت کی کسی چیز پر نظر ڈال کر آنکھیں بند کر کے کرے۔ میں اُسے اس درجہ چاہتی ہوں جیسے کوئی اپنی جان اپنی جوانی کو چاہے۔ اُس کے پاس پہونچکر میں ایک مجسم حیات اور میرادل ایک

طراوت تازہ بن جاتا ہے۔ لیکن وہ میرے ساتھ اس طرح سے باتیں کرتا ہر
جیسے کوئی کسی بیمار کی تیار داری کرتا ہو۔ اُس کا بستم گریہ کے مانند حزیں
ہوتا ہے۔ نوازش کارانہ مگر مغموانہ نظریں مجھ پر ڈالتا ہے۔ کاش یہ ممکن ہو کہ
اُس کے دل گہرا میوں میں میری نگاہ پہنچ سکے تاکہ میں وہاں کے اسرار
دیکھ سکوں۔

زاہدہ - خبردار بیٹی خبردار! گہرائی پر نظر ڈالنے سے انسان کو چکر آنے
لگتا ہے۔ بادشاہ کے دل کو قضا و قد نے ایسا عین اور ایسا وسیع بنا دیا ہے
کہ ساری دنیا اُس کی تھاہ پانے کی کوشش میں ہے۔ اُس کے اسرار سمجھنے کی کوشش
ست کر اُس کے دل میں کبھی کبھی جو انشراح پیدا ہو جاتا ہے اُس کے ہونٹوں پر
جو کبھی کبھی مسکراہٹ نظر آتی ہے اُس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر۔ اُس کے
گہرائیوں کو نہ دیکھ۔ اُس کے کنارہ جو پھول کھل رہے ہیں انہیں چن لینے پر
قناعت کر (بجلی حکمتی ہے)

مہر جہاں - یہ کیا ہوا۔ سامنے کیا نظر آیا۔ کیا پہاڑی کی چوٹیوں پر
خون کی بادش ہو رہی ہے۔

زاہدہ - پہاڑی کی چوٹی نہیں بیٹی تاتاری فوج اُدھر سے گذری ہے

اور اُس نے انسانوں کی کھوپڑیوں کے ڈھیر کو جو آگ لگائی ہو یہ اُس کا رنگ
 ہی دیکھو یہ معلوم کر کے تمہارے جسم میں جس قدر خون تھا وہ تمہارے قلب میں
 جمع ہو گیا۔ چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس حالت سے بھلا تم جلال الدین کے دل پر
 کیا اثر ڈال سکو گی۔ میں نے تم سے کتنی دفعہ کہا ہو آدمی دُنیا انسانوں کی
 کھوپڑیوں سے تعمیر ہوئی ہے۔ ہزار ہا ڈھیران کے لگے ہوئے ہیں ہر طرف
 آگ کے طوفان جوش کھا رہی ہیں۔ جلال الدین کے دل میں بھی یہی طوفان
 اور ایسی ہی آگ بھڑک رہی ہے۔ دُنیا میں جس قدر درد اور تکلیف ہو کیا اُسے
 ایک نقطہ میں جمع دیکھنا چاہتی ہو؟ بیچارہ بادشاہ کس طرح خوش ہو سکتا ہے
 اُس کی شیریں باتیں آہ، اُس کا بستم گریہ مغموم میں کیوں کر نہ بدل جائے۔ ایک
 دن میں ہزار ہا انسان ہلاک ہو رہے ہیں۔ اس کا غم کسی اور کو ہوتا ہو یا نہ ہوتا،
 اُس کے قلب محزون پر یورش کرتا ہو جو شخص دُنیا کے مصائب ذاتی طور پر
 متاثر ہو وہ کس طرح ہنس سکتا ہے کس طرح دل بھلا سکتا ہے؟

ہر جہاں۔ نہیں نہیں پیاری اماں جان جلال کی جو کیفیت ہے وہ دُنیا کے
 غم کی وجہ سے نہیں ہے مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے متعلق ایک راز ایک
 کدورت اُس کے دل میں پوشیدہ ہے مجھے دیکھتے ہی گو یادہ عالم حیات سے باہر

چلا جاتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہ دنیا سے باہر کسی چیز کو دیکھ رہا ہے۔ وہ اپنے دل کا حال تم سے نہ چھپائے گا میں تم کو غیاث الدین کی قسم دیتی ہوں اُس سے پوچھو۔ اگر مجھے نہیں چاہتا یا میری کسی بات کسی حرکت کی وجہ سے مجھے نفرت کرتا ہے تو مجھے خبر دو یہ ظاہر ہے کہ جب مجھے یہ معلوم ہو گا کہ میں اُس کی نظروں سے گر گئی تو میں زندہ نہ رہ سکوں گی۔ جاں نکالنے کی بھی ملک الموت کو ضرورت نہ ہوگی اور اس طرح عذاب جہنم سے جس میں میں دنیا میں مبتلا ہوں نجات دو گی۔ خدا اعلم ہے کہ جس عذاب میں میں مبتلا ہوں وہ عذاب قیامت سے کسی طرح کم نہیں۔

زاہدہ: بیٹی تم اس کا یقین کرو کہ سوائے تمہاری محبت کے بادشاہ کے دل میں کوئی راز نہیں ہے، لیکن چوں کہ وہ ہر وقت امور سلطنت میں غور رہتا ہے جس اُس پر اپنا اثر نہیں کرتا۔ دنیا سنوارنے میں وہ اس قدر مصروف ہے کہ میں کہہ سکتی ہوں کہ اُسے یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ آفتاب کدھر نکلا اور کدھر غروب ہوا پھر بھی میں جاؤں گی اور اُس سے پوچھوں گی۔ اور جو کچھ اُس سے سنوں گی تم کو حرف بہ حرف خبر کروں گی۔ مجھے یہ یقین ہے کہ تمہارے دل کو میرے دل کی طرح ایمان ہو جائے گا دل زبان عشق کو سب سے بہتر سمجھتا ہے۔

مجلس دوم

اشخاص سابق - ایک کینز

مہر جہاں - (کینز سے) کیا ہر لڑکی، بغیر ملائے کیوں آئی، کیوں مجھے پریشان کرتی ہے؟

کینز - حضور! بادشاہ تشریف لارہے ہیں۔ اس کی خبر دینے حاضر ہوئی تھی۔
مہر جہاں - بادشاہ تشریف لارہے ہیں؟ (زاہدہ سے) کیا خوب حسن اتفاق ہے۔

اماں جان اُمید ہے آپ اپنے وعدے پر ثابت قدم رہیں گی (کینز جاتی ہے)
زاہدہ - ضرور میں اُن سے ذکر کروں گی۔ تم ناحق اپنے عیش و آرام کو
وہموں میں مبتلا ہو کر برباد کر رہی ہو۔ یقین مانو محبت وہ موتی ہے جس میں اعتباراً
سے دمک پیدا ہوتی ہے۔ اور عشق وہ زندگی ہے جو اطمیناں سے برقرار رہتی ہے۔
کہاں عظیمیں؟

مہر جہاں - آپ اُن سے باتیں کریں گی؟
زاہدہ - تمہارے یہاں رہنے سے باتوں میں کیا کوئی خلل پڑے گا۔

مہر جہاں۔ نہیں میں یہاں نہ رہوں گی۔ اس انتظار میں کہ اُس کے منہ سے کیا بات نکلے گی مجھے عذاب موت اٹھانا پڑے گا۔ مجھ میں اس کے برداشت کی طاقت نہیں۔ علاوہ اس کے شاید میرے سامنے وہ صاف صاف دل کی بات کہیں بھی نہیں، اور اگر کہیں بھی تو میں یہ سمجھوں گی کہ مجھے تسلی دینے کی غرض سے کہہ رہے ہیں۔

زاہدہ۔ تم جانو، بیٹی خدا کے واسطے میرے انتظار میں پریشان مت ہونا میں پادشاہ سے رخصت ہوتے ہی تمہارے پاس آؤں گی۔ اگر مجھے اس بات کا اطمینان نہ ہوتا کہ میں تمہارے پاس اپنی اُمید سے زیادہ اچھی خبر لاؤں گی تو کیا میں ایسا پکا وعدہ کرتی؟ ایک عورت، معاملاتِ محبت میں اپنے دل کو دھوکا نہیں دے سکتی؟ اور کیا تم میرے پارہ جگر نہیں ہو؟ کیا تم خیال کرتی ہو کہ تم میری حقیقی بیٹی ہو تیں تو اس سے زیادہ عزیز ہو تیں؟ میری پہلی نظر جب تم پر پڑی، اس وقت سے تم اپنے شیریں، اپنے محبت آمیز، محبت انگیز اطوار، یہاں تک کہ اپنے قسم، اپنے گریہ میں ایک نوزائیدہ فرشتہ معلوم ہو رہی ہو گو تم میرے جسم سے پیدا نہیں ہوئیں، مگر میری رُوح سے متحد ہو۔ میرے دل کی راحت، میرے دل کی چین، میری بیٹی آمیری آغوش میں آ۔ اُس رُوح کی مانند

لطیف فرشتے جسے یہ قدرت نے ابھی پیدا کیا ہو۔ آ
 مہر جہاں۔ یا الہی، تو میری رُوح کو ایسی ہی پُر شفقت آغوش میں قبض کر
 تاکہ میں سفر آخرت اختیار کروں، تو خوشی خوشی اختیار کروں۔

زاہدہ۔ مہر جہاں! ایسا معلوم ہوتا ہے تمہیں اذیت کتنی میں لطف آتا ہے،
 اور اپنے تردد کے زمانہ کو طویل کرنا چاہتی ہو اور مجھے بھی اپنی طرح رنجیدہ کرنا
 چاہتی ہو۔ جاؤ بیٹی، تمہیں خدا کا واسطہ تمہیں اپنے محبوب کا واسطہ اپنی فکر و
 اور وہموں کو دل سے ہٹاؤ، میں ابھی تمہارے پاس آئی۔

مہر جہاں۔ آپ قسمیں کیوں دلاتی ہیں اپنے وہموں کو رفع کرنے پر قاضی
 ہوں کہ انہیں ہٹاؤں؟ کوشش کرنے سے کچھ فائدہ ہو گا کہ میں کوشش کروں
 اماں جان! میں جاتی ہوں مگر مجھے انتظار میں نہ رکھنا۔ اگر مجھے بہنم جانا ہو، تو جانے
 کو تیار ہو جاؤں گی۔ مگر اس عذاب انتظار میں مجھے نہ مبتلا رکھنا۔

زاہدہ۔ بیٹی! میں انتظار نہ کروں گی۔ جہاں تک ممکن ہو گا جلد آؤں گی
 میری جان! تمہارا ہر فقرہ میرے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے، میری رُوح کی
 قوت کو گھٹاتا ہے (مہر جہاں جاتی ہے) بیچاری لڑکی! یہ تو سرتاپا دل ہو
 اُن پھولوں کی طرح جو آفتاب کی روشنی سے جیتے ہیں۔ یہ محض محبت پر جیتی ہے۔

میں نے حقیقت میں اس طرف غور نہیں کیا، بیجا پری مہر جہاں کو اس خلجان میں
 ڈالنے والی اگر بے التفاتی نہیں بھی ہو تو شاید کچھ برو دت تو ضرور ہے
 کمی التفات کا باعث تلاش کرنے کی حاجت نہیں۔ چنگیز میں، چنگیز کیا، آسمان میں
 یہ قدرت نہیں کہ جلال کے دل کو مملکت اسلام سے علیحدہ کر کے حرم سرا میں
 قید کر دے۔ مہر جہاں جیسی ایک نور مجسم ہستی جس کی روشنی دنیا کو چکا چوند
 میں ڈالنے کے لئے کافی ہے اُس کے سامنے ہر وقت موجود ہے مگر بھر بھی
 وہ محل پر اس طرح نظر ڈالتی کہ گویا وہ ایک ویران جھونپڑا، یا ایک شکستہ مزار
 ہے۔ اس کی طبیعت ذرا خوش نہیں ہوتی۔ اُس نے اپنے تئیں بُرائیوں کو دفع
 کرنے کے لئے وقف کر دیا ہے، حُسن و خوبی سے متمتع ہونا اُس کے ذہن میں بھی
 نہیں آتا۔ آج وہ دُنیا پر حکمراں ہے اگر وہ چاہے تو دُنیا اُس کے آرام کے
 لئے خدمت گزار ہو، لیکن دُنیا کو آرام پہنچانے کے لئے خدمت گزاری خود
 کر رہا ہے۔ مہر جہاں کا ذہن ان حالات سے کیوں کر پریشان ہو۔ بادشاہ کا
 ہر شخص کی خدمت کرنا اُس کے خیال میں اس سے نفرت کرنے کے ہم معنی ہے
 وہ جلال کی وجہ سے دُنیا سے رشک کرتی ہے۔ اس دُنیا میں کسی کو چند گز مزار
 کے سوا کسی چیز پر قبضہ نہیں ملتا، مگر وہ چاہتی ہے کہ جلال کے دل پر جو

ایک دُنیا کے وسیع سے زیادہ وسیع ہے۔ بلا شرکت غیرے قبضہ کرے۔ میں
اُس کی حیات کو سمجھتی ہوں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ان وجوہ کے علاوہ بھی کچھ
اور وجہ ہے۔ جلال کیوں اُس سے گرجوٹھی سے نہیں ملتا۔ شاید اُسے چاہتا
نہیں، یا اُس واقعہ سے متاثر ہوا ہے۔۔۔ یا۔۔۔ نہیں اس کا احتمال نہیں۔ جلا
کبھی اپنے اوپر ریاکاری کا نقاب مڑا لے گا وہ کسی وقت، دیوانِ مشر میں
حاضر کیا جائے، اُسے اپنے چہرہ کو ہاتھوں سے چھپانے کی ضرورت نہوگی
میں اُسے اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ آئینہ سیا جلال پر جب نظر ڈالو، اُس کے دل میں
کیا ہی صاف نظر آئے گا۔ مگر میرا لڑکا؟ اُس کا یہ حال ہے کہ زرزہ ہے مگر مدنون
جنازے کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ اس کی باتیں صرف نکسیریں ہی سمجھیں تو
تو سمجھیں۔ وہ اس بچے کی مانند ہے جو پیٹ سے مڑوہ پیدا ہو۔ اُس کے
بھیدوں کو خدا ہی سمجھتا ہے۔

مجلس سوم

زاہدہ - جلال الدین

جلال الدین - اماں جان! کیا آپ تنہا تھیں؟

زاہدہ - نہیں بادشاہ! ملکہ بھی میرے پاس تھیں، مگر جب انہوں نے

سُنا کہ آپ تشریف لارہے ہیں تو چلی گئیں۔

جلال - مجھ سے کیوں بھاگتی ہیں؟

زادہ - استغفر اللہ! حضور - بات یہ ہے کہ انھیں خیال ہے کہ اُن کے سامنے حضور کچھ دل گرفتہ رہتے ہیں، اس وجہ وہ ہٹ گئیں کہ آپ کو پریشان نہ کریں۔

جلال - آہ!

زادہ - جہاں تک میری زبان نے یاری دی، میں نے انھیں سمجھایا کہ جس چیز کو وہ تکرر خیال کرتی ہیں وہ حضور کی مشغولیت ہے۔ مگر اُن کے سمجھ میں نہیں آتا۔ حضور کو معلوم ہے کہ عشق و بدگمانی تو ام پیدا ہوئے ہیں اور ایک دوسرے سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتے۔

جلال الدین - بیچاری عورت! خود وہ اور اُس کی طبیعت ایسی اچھی ہے کہ مجھ جیسے فانی انسان کو ہی نہیں بلکہ ایک فرشتے کو جو حیات ابدی کا مالک ہو خوش ضعیف بنائے لیکن سب بفائدہ ہے۔

زادہ - حضور نے مجھے ایسے فکر میں ڈال دیا جس کا مجھے خیال بھی نہ تھا وہ برودت جس کی ہر جہاں نے مجھ سے شکایت کی تھی محض اس کی بدگمانی و مہم

سے عبارت نہ تھی۔ اس کی اصلیت ہی؟
 جلال - وہ بروقت و سر دھری نہیں بلکہ کچھ اور چیز ہو، کچھ اور ابتلا ہو۔
 زاہدہ - اگر میں اس کی ماہیت کے متعلق سوال کروں تو بے ادبی تو
 نہ ہوگی؟

جلال الدین - بے ادبی کیوں ہو۔ آہ! وہ عورت جو مجھے ازل سے
 علیحدہ کر کے اس دنیائے دُنی میں لائی، اس دنیا میں نہیں کہ میں اپنا حال
 اُس سے کہوں۔ اگر انسان کو کوئی شریک راز نہ ملے جس سے وہ اپنا درد دل
 کہہ سکے تو اُس کی مُسِبت اور بڑھ جاتی ہے۔

زاہدہ - کاش کہ حضور اپنا بارالم ہم پر منتقل کر سکتے تاکہ حضور کا وجود
 مسعود و ہمایوں جس کی اسلام و بنی نوع انسان کو اس قدر ضرورت ہے کچھ تو
 آرام پاتا۔ اے میرے پادشاہ! مجھ سے فرمائیے۔ مجھ سے اپنا درد دل کیسے
 مہر جہاں سے آپ کے دل پر کس قسم کے تاثرات پیدا ہوتے ہیں، کیا کوئی
 تکلیف پہنچتی ہو۔

جلال الدین - تم نے اگر ایک مرتبہ بھی نیرہ کو دیکھا ہوتا، تو اس قسم کے
 سوالات کی حاجت نہ رہتی۔

زاہدہ - مرحومہ کتنی بھی حسین تھی، مگر میرے خیال میں مہر جہاں سے زیادہ حسین تو نہ ہوگی۔ وہ بشر نہیں، ماہتاب معلوم ہوتی ہی یا اک فرشتہ۔
جلال الدین - افسوس کہ بہت زیادہ حسین ہے۔ حد تصور سے زیادہ حسین
نیرہ کی مانند حسین ہے۔ اُس میں اور نیرہ میں ذرا بھی فرق نہیں۔ اسی وجہ سے
تو میں مصیبت میں مبتلا ہوں۔

زاہدہ - کس طرح، میرے بادشاہ؟
جلال الدین - مجھے کبھی خیال نہ ہو سکتا تھا کہ دُنیا میں ایک انسان دوسرے
انسان سے اس قدر مشابہ ہو سکتا ہو۔ صرف اُس کا جسم اور اُس کے حرکات و
اطوار ہی نہیں بلکہ اُس کا چہرہ، چہرے کے باریک سے باریک خطوط، ہونٹوں کا
خفیف سے خفیف تبسم، ہر چیز ہر ادا، ہو ہو نیرہ کی سی ہے۔ صرف اس کی
بالوں میں تو ذرا سی زردی ہے جو اُس کے بالوں میں نہ تھی۔ اُسے دیکھتا ہوں
تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیرہ، وہ نیرہ جسے میں اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا
مگر جس کا بے بہا بست و دو سالہ جام حیات میں نے توڑا، آخرت سے واپس
آگئی، اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ مزار سے آ رہی ہے اپنے بالوں میں
تھوڑی سی مٹی لگائی ہے۔

اماں جان! اگر کوئی شخص اپنی معشوقہ کے مثال مجہم کو جو خود اُس کے
 ہاتھ سے تلف ہوئی ہو ہر وقت اپنے سامنے دیکھے تو کیا اُس کے دل میں مرث
 اُس کے چہرے میں کنائش باقی رہے گی جس وقت ملکہ میرے سامنے ہوتی ہے
 تو میں یہ تمیز نہیں کر سکتا کہ میں دنیا میں ہوں یا آخرت میں۔ نیزہ جب سے
 دنیا سے گئی ہے میں بستر کو مزار سمجھتا تھا، لیکن یہ کیا ہوا کہ اُس مزار میں ہر
 رات مجھے اپنی بغل میں ایک مردے کو لینا پڑتا ہے۔ اگر کوئی مردہ کسی شخص
 کے سامنے چلتا نظر آئے یا اُس کے سامنے وہ باتیں کرے، تو بڑے سے
 بڑا بہادر اپنی عقل کو کھو بیٹھتا ہے۔ غور فرمائیے اگر کسی کے خیال میں کسی کے
 نظروں کے سامنے ہر لمحہ یہی منظر ہو، وہ کیسے اسے برداشت کرے۔ دیکھئے
 اس ذکر نے میرا کیا حال کر دیا، بدن میں لرزہ پیدا ہو گیا، رو نگئے کھڑے ہو گئے
 میرے سامنے مردہ چلے پھرنے لگے یا مجھ سے باتیں کرے تو میں ڈرنے والا
 نہیں، انشاء اللہ نہ مرے رو نگئے کھڑے ہوں نہ میرے جسم میں لرزہ پیدا ہو
 لیکن آہ! نیزہ جس کی ادنیٰ خوشی کے لئے اپنی جان پیش کرتا، جسے میں بے
 بڑی دولت خیال کرتا تھا اُسے میں نے اپنے ہاتھ سے تلف کیا، اس کے
 بعد بھی میں اپنے کلچے میں خنجر کھبو کر اپنے تئیں اس عالم مصیبت سے

چھڑا نہیں سکتا۔ زندہ رہ کر زندگی کی مسرت سے محروم رہنے کے لئے مجبور ہوں
 احساس فرض مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں اس مصیبت بھری زندگی کو جھیلوں
 مگر فلک اسی پر بس نہیں کرتا۔ اُسے گویا میری مصیبتوں سے ایسا لطف آتا ہے
 کہ جیسے کسی کو جہنم میں ڈال کر جہنم کی دیواروں پر بارغ جنت کی اُس کے
 سامنے تصویر کھینچی جائے وہ ہر وقت ایک ایسی ہستی کو میرے سامنے پھرتا
 ہے جو ہر وقت مجھے میرے ہاتھ سے چھینی ہوئی نعمت سعادت و مسرت کو
 یاد دلائے۔

زاہدہ۔ اللہ نے آپ کی اُس معشوقہ کا معنی بدل بھیج دیا جسے آپ اس
 چاہتے تھے اور جس کے چلے جانے کا آپ کو اتنا براغ تھا گویا آپ حیات ابدی سے
 محروم کر دیئے گئے۔ یہ خدا کا احسان و کرم اور اُس کی شان ہے کہ جس مثال حسن
 کے آپ اس قدر والہ و شیدا تھے، اُسے پھر گویا آپ کے پاس بھیج دیا۔ کیا یہ
 روا ہے کہ فلک کی اس رعایت عظیم کو آپ ایک ناقابل برداشت مصیبت
 خیال کریں۔

جلال الدین۔ اتان جان! نیرۃ کا نازنین جسم جسے میں نے اپنے
 ہاتھ سے سُہر و خاک کیا، نہ معلوم اب کس حال میں ہو اس کے حسین چہرے پر جب

نظر ڈالتا ہوں تو اُس کا خیال مجھ پرستولی ہوتا ہو اور اس کی ہر بات، ہر او
 مجھے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ نیزہ کی طرف سے اک مجسم سرزنش ہے۔ اس کی
 نظریں نیزہ کی زبان بن جاتی ہیں اور مجھ سے کستی معلوم ہوتی ہیں: ظالم ایسی ہے
 تیرا دلع مجت کہ تو مجھے مرتے دم تک چاہیگا۔ مجھے اور میرے معصوم جگر پار
 کو، اس لئے اپنے ہاتھ سے تو نے سیلاب فنا میں غرق کیا کہ میری جگہ ایک دوسری
 کو لا کر بٹھائے۔ مجھے یہ معلوم ہوتا ہو کہ ہوا اُس کے بخارات سے پیدا ہوئی،
 اس لئے سانس لینا بھی مجھے گراں گزرتا ہے۔ نہ معلوم یہ بجلیاں تڑپتی تو ہیں
 میرے سر پر کیوں نہیں گر پڑتیں، زمین میرے پاؤں کے نیچے پھٹ کر مجھے
 اسفل السافلین میں کیوں نہیں بھیج دیتی۔ میں کیسی مردود و مخلوق ہوں کہ جلتا ہوں
 مرتا نہیں، موت بھی مجھ سے نفرت کرتی ہو اور میرے پاس آنے سے گریز کرتی ہے۔
 زادہ - میرے پادشاہ ! ۔ ۔ ۔

جلال الدین (بات کاٹ کر) آپ غور کرتی ہیں میں نے کیا کہا۔ جلا دوں
 تاتا ریوں کے کندھوں پر یہ بوجھ نہ ہوگا۔ اُس مہتی کو جسے تو اپنی روح ثانی کہتا
 تھا یہ کہلے محو کر کہ تو اللہ کی راہ میں بہت بڑی قربانی کر رہا ہے، پھر اُس کے
 دوسری کو لا۔ ارے ظالم کیا نیزہ تجھے نہ چاہتی تھی۔ کیا تبریز تیرے ہاتھ نہ آتا

تو ملک خدا شیطانوں کے ہاتھ میں چلا جاتا۔ بد بخت !

زاہدہ۔ مقد رات اُسی میں کون دخل دے سکتا ہے۔ جو ہونا تھا وہ ہوا
مگر میرے پادشاہ ! کیا یہ مناسب ہے کہ آپ بیچاری مر جہاں کو جو آپ کو دل
جان سے چاہتی ہو نا امید کر کے مار ڈالیں۔

جلال الدین۔ اُس بیچاری کی نہ کوئی قیامت نہ اُس کا کوئی قصور میں
جتنا ہو سکے گا اتنا اپنے دل پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ جہاں تک
ممکن ہو گا اُس کے فکر و واہمہ کو دور کروں گا۔ اما جان ! آپ اطمینان رکھیں
فلک نے بڑے اہتمام سے جس بلا میں مجھے ڈالا ہے وہ ایسی ہے جو اس
شش ہزار سالہ دُنیا میں میرے لئے مخصوص کی گئی ہے۔ اس بلا میں ایک ضعیف
عورت کو حصہ دار کرنا اس پر متوقف ہے کہ میں بھی فلک کی طرح ظالم ہو جاؤں۔
زاہدہ۔ میرے پادشاہ ! خدا آپ کے ربخوں کو، دُنیا کی عظیم ترین مستزل
میں تبدیل کرے۔

مجلس چہارم

اشخاص سابق اور ایک کینیز

کینیز۔ دروازے پر حضور کا کوئی غلام کھڑا ہے۔ کتا ہے ضروری کام ہے

حضور کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔

جلال الدین - کون ہے؟

اور خاں (باہر سے) میں ہوں حضور کا غلام، اے میرے پادشاہ! اک ضروری واقعہ قابلِ عرض ہے۔ اس لئے حضور کو تکلیف دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

جلال الدین (زاہدہ سے) اماں جان! تشریف لیجائیے۔ جہاں تک ہو سکے ملکہ کو تسلی دیجئے۔ میں بھی حتی الامکان کوشش کروں گا۔ اطمینان رکھیے۔ زاہدہ (جاتے ہوئے) بیچاری بد بخت عورت! اُس کے نصیب میں یہ تھا کہ اُن جھوٹی باتوں پر جو تسلی کے لئے جائز شمار کی گئی ہیں، اعتبار کر کے زندگی گزارے (جاتی ہے)۔

مجلس پنجم

جلال الدین - اور خاں

جلال الدین - اور خاں اندر آؤ۔ کون ایسا کام ہو جس کا مجھ سے اس وقت ذکر کرنا ضروری خیال کیا گیا۔

اور خان - میرے بادشاہ حضور کا غلام، کسی وقت پیام آور مصیبت بنائیں چاہتا مگر کیا کروں کہ فرض مجھے مجبور کرتا ہے۔ حضور کے بھائی نے ابھی ابھی ملک نصرت کو زخمی کیا ہے، حضور کا کیا حکم ہے؟

جلال الدین - غیاث الدین نے ملک نصرت پر ہاتھ اٹھایا ہے، قہر خدا کی ہزاروں بجلیاں اُس کے سر پر گریں وہ اپنی تلوار کا تجربہ مسلمانوں کے جسم پر کرتا ہے، چنگیزی کی فوج میں داخل ہونا چاہتا ہے ایسی حالت میں وہ میرا بھائی ہو گا! انسان جب ایسے خاندان میں پیدا ہونے کا خیال کرتا ہو تو اسے حسرت ہوتی ہے کہ میں کیوں کتے یا بچھو کی جنس سے نہ ہوا۔ دشمن سے لڑتے وقت کتا اپنے ساتھی کو نہیں کاٹتا۔ بچھو اپنے ہمجنس کو ڈنک مار کے بقیہ مخلوق کو خوش نہیں کرتا۔ اُس نے ملک نصرت کو کب زخمی کیا؟ ملک نصرت مر گیا؟ قاتل کہاں ہے؟

اور خان - اُس نے ابھی مارا ہے۔ ملک نصرت ابھی مرا نہیں ہے مگر بظاہر اُس کی زندگی کی کوئی امید نہیں ہے۔ شہزادہ خیمے کے گرد پھر رہا ہے اور حضور کے عفو کا امیدوار ہو کر فرمان ہمایوں کا منتظر ہے۔

جلال الدین - کیا میرے پاس خون میں ہاتھ رنگے ہوئے آنا چاہتا ہے؟

کیا مجھ سے عفو کا خواستگار ہو؟ وہ خجالت سے زمین میں کیوں نہیں جھنسا جاتا کہ
دنیا اُس کے بوجھ سے ہلکی ہو، کیوں ایک قدم جہنم کے اور قریب نہیں ہو جاتا؟

مجلس ششم

اشخاص سابقہ غیاث الدین

جلال الدین (غیاث الدین سے) آ، انسان کی نسل سے خونخوار جانور۔
آ، محل شاہی میں پرورش پایا ہوا ڈاکو۔ آ، قاتلوں کے پادشاہ! تو کسی سے
شرماتا نہیں، مگر کیا تجھے خدا سے بھی شرم نہیں آتی (نہایت زور سے بجلی کی کڑک
سنائی دیتی ہے، اُس کے بعد ایک اور مہیب آواز پیدا ہوتی ہے) یہ کیا آوازیں
کیا خدا ہم پر پتھر برسار رہا ہے۔

اور خان (دروازے میں سے باہر نظر ڈال کر) میرے پادشاہ! پہاڑ
کے ایک ٹیلے پر بجلی گری ہے۔

جلال الدین۔ اے آتشِ قدر! تو شہیدوں کی ہڈیوں سے کیا چاہتی ہو
ایسی ایسی ہستیاں ہیں کہ تو تو کیا اگر اُن کے سر پر جہنم بھی آپڑے تو اُن کے کئے کی
کافی سزا ہو (غیاث سے) پتھر کے بُت کی طرح خوفناک، خوفناک صورت بنائے

خاموش کیا بیٹھا ہی۔ کہو تو یہ تم نے کیا کیا؟

غیاث الدین - میرے بادشاہ! کیا عرض کروں۔ میرے پاس کوئی غنہ نہیں کہ حضور میں پیش کروں۔ نشہ کے عالم میں اک خطا سرزد ہو گئی۔ اپنے کئے پر نادم ہوں، میں کیوں اس دنیا میں آیا۔ کیا کروں، اعادہٴ مافات ممکن نہیں حضور سے عفو کی التجا کرتا ہوں۔

جلال الدین - دیکھو اس بے ادب کو۔ اسے اس بات سے شرم نہیں آتی کہ اس کا عذر گناہ، بدتر از گناہ ہے۔ شراب ہر شخص کے لئے حرام ہے مگر تم جیسے دنی البطع آدمیوں کے لئے تو بمنزلہ کفر کے ہی۔

تو کس منہ سے عفو کا بلتی ہے۔ شرم نہیں آتی۔ اپنے قاتل ہونے کا نشہ کے ادب پر ازام رکھتا ہو اور مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ کیا مجھے وہ واقعہ یاد نہیں ہے جو تبریز کے قریب تو نے ایک بیچارے سپاہی کے ساتھ کیا تھا۔ تو اپنی عمر میں کبھی اپنے کینہ و غضب کو نہیں بھولتا، کیا تو یہ امید کرتا ہو کہ ہر شخص تیری بدکاری اور تیرے جرموں کو بھول جائے گا۔ تو نے جن شہیدوں کو دوا آخرت میں بھیجا ہو کیا تو سمجھتا ہے کہ میں ایک ایک کر کے اُن کے مزارِ تجھے نہ دکھاؤں۔ تجھے اپنی شہزادگی پر گھمنڈ ہے کیا تو خیال کرتا ہے کہ جو خوارزم شاہ کے نسل سے ہو

وہ خون آشام بھی ہو؟ میں تجھے بتاؤں گا کہ جو شہزادگی کے بلند مرتبہ سے
 گر کر قاتل کے ذلیل درجہ پر آپڑے ہیں اُن کے جسم کیسے ٹکڑے ٹکڑے
 ہو گئے ہیں۔ تجھے میں وہ اذیتیں دے کر ماروں گا جو الموط کے حشیشیں اور
 تاتار کے جلادوں کے ذہن میں نہ آئیں تاکہ قیامت تک تو ایک دہشت انگیز
 عبرت ہو۔ کیونکہ! تو نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ملک نصرت نے گرجا
 کی لڑائیوں میں دین اور دولت کی وہ خدمتیں کیں جو ایک زبردست فوج
 سے زیادہ تھیں۔ اُس نے تنہا صفوں کو الٹ دیا چند ہمراہیوں کو مار کر
 قلعے فتح کئے۔ چند نفر سپاہیوں سے پورے لشکر کو درہم برہم کر دیا۔ چند
 ہزار فوج سے ملک کے ملک لے ڈلے ہزار ہا لکھو کھا دشمنوں کے مقابلہ
 میں ایک خطرہ سے دوسرے میں اُس نے اپنے تئیں ڈالا لیکن موت اُس کے
 جسم کا بال بیک نہ کر سکی۔ تو نے ایک خنزیر کے کینہ، ایک پھیتے کی وحشت کے
 ساتھ ملت کو ایسے قہر مان سے محروم کر دیا۔ خائن! تو نے اسلام کے مضبوط
 ترین قلعہ کو گرا دیا۔ میں تیرے سر کو پتھر دے سے ٹکڑے ٹکڑے کروں گا تیرے
 دماغ کو زمین پر پراگندہ کروں گا۔ ملعون! تو نے دین کی سب سے قیمتی تلواریں
 توڑ دی۔ تیرے گوشت کو گرم چٹوں سے نوچاؤں گا۔ اگر ان اذیتوں سے

بچنے کے لئے تو اپنے تئیں جہنم میں بھی ڈالنا چاہے تو تجھے وہاں تک پہنچنے کے لئے راستہ نہ دیا جائے گا۔

غیاث الدین۔ اے میرے پادشاہ! رحم۔ رحم۔
جلال الدین۔ یہ قاتل جب انسان کو مار رہا تھا اُس وقت رحم اُس کے
دل میں نہ آیا۔ اپنی جان بچانے کے لئے رحم رحم پکارتا رہا۔ دل چاہتا ہے کہ
میں اپنے تئیں خود ہلاک کر دوں۔ مجھے اتنا غصہ آتا رہا۔ جا تو اس وقت تو
قید خانہ۔ بیڑیوں، عقرب۔ اور جلاؤں میں جا۔ وہاں تجھے رحم ملے گا۔

مجلس ہفتم

اشخاص سابق۔ زاہدہ۔ مہر جہاں

زاہدہ۔ (برقع اوڑھے ہوئے اور اُسی کی طرح بُرقع اوڑھے ہوئے
مہر جہاں کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے داخل ہوتی رہی) آمیری بیٹی۔ دو عورتیں
ایک جگہ ہو کر اپنا درد دل بیان کریں۔ تو شاید بیجان مخلوق اور عیسٰی مصنوعات
بھی رحم کے جذبہ سے متحسّس ہو جائیں گے۔

مہر جہاں۔ آئی اماں جان آئی (اپنے دل سے) آئی، ہم کس مصیبت کے

زمانے اور کس طرح انگیزہ حالت میں ہیں کہ میں جس سے اپنے دردِ دل کا علاج چاہتی ہوں وہ خود مجھ سے زیادہ غم و اندوہ میں مبتلا ہوتا اور خود مجھ سے علاج کا طالب ہوتا ہی۔

جلال الدین۔ تم کہاں سے نکل آئیں؟ کیا اب انتظامِ مملکتِ مغرب کے مشورے اور عورتوں کے حکم سے کروں۔

زاہدہ۔ تو بہ تو پہ میرے پادشاہ! مشورہ اور حکم نہیں، استرحام و نیاز لے میرے پادشاہ! میں ایک ماں ہوں، میں حضور کے مبارک قدموں کو پٹ کر روؤں گی اور اس قدر روؤں گی کہ یا تو میرا رونا حضور کے دل پر اثر کرے گا یا میری آنکھوں میں ایک قطرہ گرے، میرے جسم میں ایک قطرہ خوں باقی نہ رہے گا۔ میں اپنی التجا کی تائید کے لئے اپنے ساتھ اک فرشتہ بھی لائی ہوں۔ فرشتہ جہاں جاتا ہے وہاں رحمت برستی ہے، اس لئے اُسے بھی ساتھ لائی ہوں (زمین پر گر کر) میں آپ کے قدموں پر گر کر اپنے آنسوؤں سے زمین کو اور حضور کے قدموں کو تر کر رہی ہوں، کیا حضور میرے آنسوؤں کو خون سے ڈھکیں گے؟ اگر کوئی سانپ بھی گھسٹا، گھسٹا، موت سے بچے بچے کو بچا لینے کے لئے آئے، تو اُس کا سر کچلنا شایانِ مردانگی نہیں میں

ماں ہوں۔ لے میرے پادشاہ! میں ایک ایسی ہستی کی جاں بخشی چاہتی ہوں جو میرے جسم ہے نکلی میری رُوح سے جدا ہوئی ہے۔ دو شخصوں میں سے ایک مجرم ہو، تو کیا آپ پسند کریں گے کہ دونوں کی جان لے لی جائے۔ اگر میرا بیٹا اس جہان سے جائے گا تو میں بھی اُس کے ساتھ جاؤں گی جسکو کو معلوم ہے کہ میرا اس کے سوا اور کوئی قصور نہیں کہ اُس کے دُنیا میں آنے کا سبب ہوئی۔ آہ! اپنے جگر پارے کو موت کے خطرے میں دیکھ کر میں ہر عذابِ آخرت سہہ رہی ہوں۔

جلال الدین - والدہ صاحبہ! آپ کو اندازہ ہو کہ آپ مجھ سے کیا چاہ رہی ہیں۔ کیا خواہش کر رہی ہیں؟

زاہدہ - میرے پادشاہ! میں نہیں جانتی۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ میرا لڑکا موت کے خطرے میں ہے اس کے سوا کچھ نہیں جانتی اور نہ کچھ جاننے کا اقتدار رکھتی ہوں۔ میرے پادشاہ! اپنی آنکھیں دوسری طرف نہ پھیرئے شریعت، توبہ توبہ چلنے بھی اب اس بات کو منع نہیں کر سکتا کہ ایک بد بخت والدہ اپنے بچے کے لئے روئے اپنے جگر پارے کے لئے رحم کی التجا کر ماں پن کیا چیز ہے آپ کیا اس سے واقف نہیں؟ میرے پادشاہ! میں

جس وقت غیاث کو جتنی اُس وقت اُس کی آنکھ کی پھل جھپک کی جاذبیت،
 اس کے ہونٹوں کے پہلے بسم کی لطافت اگر میں نے نہ دیکھی ہوتی تو اُس کے
 جسم کے اپنے جسم سے علیحدہ ہوتے وقت میں مرچکی ہوتی! اولاد کی محبت،
 اولاد کی دلسوزی کیا چیز ہے یہ آپ نہیں جانتے؟ ہاں آپ جانتے ہیں آپ کا
 بھی ایک جگر پارہ تھا آپ نے اُسے اپنے مقصد عالی کی راہ میں فدا کر دیا۔ اہم
 کی طرح اللہ پر قربان کر دیا۔ آپ مرد ہیں آپ اس پر مقتدر ہو سکتے ہیں آپ یہ
 کر سکتے ہیں، ہم ضعیف ہیں، عاجز ہیں ہم نہیں کر سکتے۔ اے میرے پادشاہ!
 اللہ بھی ایسے امتحانوں میں باپوں ہی کو مبتلا کرتا ہے ماؤں کو نہیں! جلال!
 جلال! اجال آئی کی حرمت کا واسطہ مجھ پر رحم کیجئے۔ دیکھئے میں کیا ہریان
 بک رہی ہوں ایک قاتل کو عدالت کے پنجہ سے چھڑانے کے لئے خدا کے کلام
 کو زبان پر لانے کی جرأت کر رہی ہوں نہیں نہیں مجھ میں اس کا اقتدار نہیں
 غیاث مجھے بھی اپنی طرح ملعون کر دے گا (اپنے سر کو جلال کی طرف پھرا کر)
 انگلیوں سے غیاث کی طرف اشارہ کر کے جو وہاں کھڑا ہے) قاتل یہاں ہو
 میں جانتی ہوں میں ڈرتی ہوں کہ اُس کی طرف دیکھوں گی تو میری آنکھوں
 میں خون کے وہ قطرے پھریں گے جو اُس نے بھائے ہیں۔ لیکن میرا دل

کتا ہی عذابِ آخرت کو اُس کی جگہ میں جھیلوں گا جس طرح جس وقت وہ
 میری گود میں لیٹا ہوتا تھا اُس کے جسم میں ایک قطرہ خون پیدا کرنے کے لئے
 میری جسم کی تمام قوت اُمنڈ کے آجاتی تھی اسی طرح میں یہ چاہتی ہوں ایک
 دقیقہ زندہ رہنے کے لئے وہ میری ساری عمر مجھ سے لے لے۔ وہ میری رُوح
 سے نکلا، میرے جسم سے جدا ہوا ہی اور جدا ہوتے وقت میرے تمام حیات
 قلب اپنے ساتھ لیتا گیا ہر میری تمام امیدوں نے اُسی میں شکل اختیار کر لی ہے
 آپ سے یہ کس طرح ممکن ہو گا کہ میری ۴۲ سال کی عمر کی ہر قسم کی لذت و مرست
 کو ایک دقیقہ میں مجھ سے چھین کر اُس کی عوض میں ایک یا دوسرے زندانی ایک
 ایک اذیتِ مزارِ دین۔ آہ جلال! تیرا دل نورِ شفق سے بنایا گیا تھا۔ اک
 نفسِ آہ سے شمع کی لو کی طرح لرزے لگتا تھا۔ آج کیوں پتھر ہو گیا میری تنی فراوون
 کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ الہی! الہی! میری زبان کو قدرت عطا کر کہ میری دل
 بیخِ دالم کو اک ذرہ برابر تو بیان کر سکے، جن بلاؤں کا ایک لمحہ تصور کرنا مجھے
 سرتاپا گریہ کر دیتا تھا آج گھنٹوں وہ میری نظروں کے سامنے ہیں۔ اے میرے
 پادشاہ! اپنے بیٹے کی زندگی میں آپ سے چاہتی ہوں۔ اے میرے پادشاہ
 رحمِ رحم۔ پہلے مجھے مار ڈالے، تاکہ اُس کے تلف ہونے کا تصور نہ کر سکوں (مہر جیل)

بیٹی، تم بھی اپنی نظروں کے سامنے ایک ماں کے دل کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے
 دیکھ رہی ہو اور تمہیں رحم نہیں آتا۔ میری مدد نہیں کرتیں۔ اے میرے امیر!
 میرے لئے آسمان سے کس قدر لعنت برس رہی ہے کہ ملائکہ رحمت بھی میرے
 حال پر ترس نہیں کھاتے۔ آہ! شکاری بھی، وہ شکاری جن کے نزدیک جان
 لینے سے بڑھکر کوئی مشغلہ لطف انگیز نہیں، کسی لومڑی یا پھڑیے کے بچے کو جس وقت
 کہ وہ اپنی ماں کے پاس ہوا، مارنے کی سنگدلی نہیں کرتے۔ لیکن یہ لوگ اک عورت
 کے جگر کے ٹکڑے کو، اُس کی آنکھوں کے سامنے گھسیٹ گھسیٹ کر جلاو کے پاس
 لیجائیں گے اور مار ڈالیں گے (روتے روتے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑتی ہی،
 جلال الدین (غیاث الدین سے) اب تو تمہارا دل بھرا، قاتل جانور!
 اپنے دینی بھائی کو شہید کر کے، اپنی ماں کو بھی رنج و غم سے ہلاک کر رہی ہو۔ دیکھو
 اس کی سیر کرو۔ بشارت تمہارے مکدر اور غیظ آلود دل میں کشائش پیدا ہو، تمہاری
 فطرت جو فلک کی طرح کینہ پرور ہے، غرق افتخار و ابہتاج ہو۔ بیچاری عورت!
 مہر جہاں (جلال کے قدموں پر گر کر) میرے آقا! میرے جلال! کیا اس
 عورت کو اُس کے حالِ زبوں سے رہائی دینا آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ ترجیم
 فرمائیے۔ اگر آپ اسے مار ڈالیں گے تو کیا اُس کی جان ملک نصرت کو مل جائیگی؟

ایک جان لئے جانے کے وقت اک جان نبشنا، آپ کی عظمت و مروت کے شایاں ہو۔ میرے پادشاہ! ہم عورتیں ہیں۔ ہم میں قدرت نہیں کہ اپنی دل کی حیات پورے طور پر بیان کر سکیں۔ اپنے درد کو سمجھا سکیں۔ مگر آپ سمجھتے ہیں۔ ہماری زبان، ہمارے درد و دل کو بیان نہ کر سکے۔ اس بیچاری ماں کو دیکھئے ہمارے حال کی یہ تصویر ہو۔ دنیا کا غلین ترین، جگر سوز ترین الم، آپ کے سامنے مجسم زمین پر پڑا ہو! اس پر رحم کیجئے۔ آپ کو آپ کے دین، آپ کے مقصد عالی کا واسطہ، اُن دو مقدس شہیدوں کی مٹی کا واسطہ جنہیں آپ نے اپنے دین کی راہ میں اپنے ہاتھ سے اللہ پر قربان کیا۔

جلال الدین (شدتِ تاثیر کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے) اپنے دل سے) آہ ایک خائن کی دلبوئی ان دونوں میں سے ایک کو مارے ڈال رہی ہو۔ دوسری مجھے اس حال پر لے آئی ہو کہ میرے دل کا ایک جذبہ میرے چہرے پر عیاں ہو جائے۔ اُف! مستعار چہرہ اور حالت بنانا انسان کے لئے اس قدر مشکل ہو جیسا اپنی زندگی کو ترک کر کے کسی دوسرے کی زندگی بسر کرنا۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ایک مزار کی شکل میں تبدیل ہو گیا ہوں (مہر جہاں سے) ملکہ! تم اپنی باتوں کو اس قدر بے تاثیر اور

میری والدہ کے آنسوؤں کو اس قدر بے اثر خیال کرتی ہو کہ میرے دل کی
 اُن حیات کو جنہیں میں دل کے پوشیدہ ترین گوشوں میں دفن کرنا چاہتا
 ہوں، باہر نکالنا چاہتی ہو۔ کیا تم خیال کرتی ہو کہ تمہارا ایک کلمہ اُن آنکھوں
 کا ایک آنسو مجھے دنیا کا ہر کام کرنے پر مجبور نہ کرے گا؟ مگر میں کیا کروں
 کیا میں فرمانِ الہی کو پورا کرنے سے باز رہوں؟

مہر جہاں۔ اے میرے بادشاہ! کیا یہ ممکن ہے کہ جانِ بخشنا حضرت
 ارحم الراحمین کی رضا کے خلاف پڑے گا؟

جلال الدین۔ مہر جہاں! کیا تم نہیں سمجھتی؟ میں اسے مارنے والا نہیں
 شریعتِ قصاص طلب کر رہی ہے۔ میں شمشیرِ الہی کے سامنے کس طرح سینہ سپر
 ہو جاؤں، اور ایک قاتل کو اُس کی جڑ سے بازر رکھوں؟

نراہدہ (پریشان حال سے، الہی! رحم بس تجھ میں باقی رہ گیا ہے۔
 تیری قدرت پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ ہم اپنے رُخواتوں کے باوجود تیری
 ہی بارگاہ میں اپنی فریاد لیجا سکتے ہیں (دروغی ہوئی زمین پر گر پڑتی ہے)
 مہر جہاں۔ اے عورت! اللہ سے امید منقطع نہ کر۔ دریائے رحمت
 انسانی خون کی طرح خشک نہیں ہوتا کہ ایک ماں کے آنکھوں سے نکلنے

واٹے گریہ نیاز سے جوش میں نہ آئے۔

مجلس ہشتم

اشخاص سابق، ملک نصرت، سلیمان، خدام

(ملک نصرت ایک چادر میں لپیٹے ہوئے لایا جاتا ہے۔ ایک طرف

اُسے سلیمان پکڑے ہوئے ہوتا ہے،

ملک نصرت۔ لیچلو، مجھے بادشاہ کے قدموں میں لیچلو۔ اُس کے حضور

میں مجھے ڈال دو۔ میرے بادشاہ! زخمی ہوں۔ میں کھڑا نہیں ہو سکتا۔ حضور

ازراہ مراحم خسروانہ مجھے معاف فرمائیں گے۔

جلال الدین۔ نصرت، نصرت! کیا مجھے تجھے اس حال میں دیکھنا تھا؟

ملک نصرت۔ حضور! گزشتہ پراسوس کرنا بے فائدہ ہو۔ اور اس میں

افعالِ الٰہی پر ایک تعریف پیدا ہوتی ہے۔ میں نے جب سے اپنے تئیں خوب چھپانا

ہے وہ سب سے قریب دشمن جو مجھے ہمیشہ ملا ہے موت تھی۔ اکثر موت کے مشہور

گندگا ہوں سے میرا گزر ہوا۔ آج نہ سہی چند دن بعد اس عالم محنت سے زخمی

ہو کر جانا آپ کے غلام کے مقدر میں تھا، اے میرے بادشاہ! -

جلال الدین۔ آہ! یقین کر کہ جس نے تجھے دشمن کے مقابلہ میں شہید ہونے کی دولت سے محروم کیا، اُسے اللہ کی شریعت اس زندگی سے محروم کرے گی جسے وہ معادِ ابدی سے زیادہ چاہتا ہو۔

زاہدہ۔ آہ! اب میں کیا کہوں؟ وہ آدمی جس کی اس نے جان لی، سامنے پڑا ہو۔ یہ اپنے ساتھ میرے بیٹے کو بھی لیجائے گا۔

ملک نصرت۔ اے میرے پادشاہ! مجھے اس سے تعجب نہیں کہ حضرت ملکہ اپنی اولاد کو خطرے میں دیکھ کر اپنے ضعیف قلب میں اس قسم کے خیالات کہ راہ دیں، مگر مجھے اُمید ہو کہ ذاتِ ہمایوں کے دل میں میرے حق میں اس قسم کے خیالات جاگزیں نہ ہوں گے۔ کیا حضور کو اس کا شبہ بھی ہو سکتا ہے کہ ملک نصرت جان دیتے وقت، حضورِ الہی میں حاضر ہوتے وقت دنیا میں آخری کام اور دولتِ اسلام کی آخری خدمت یہ کر کے جائے گا کہ ایک مسلمان کی، اور خاص کر ایک مسلمان شہزادے کی جان لینے کی خواہش کرے؟ سب گواہ ہوں کہ میں نے دنیا میں اور آخرت میں حضرت شہزادہ کو معاف کیا۔ جلال الدین۔ نصرت، نصرت! کیا خداے تعالیٰ نے تجھے ایک وقت میں انسان اور فرشتہ دونوں پیدا کیا؟

ملک نصرت - نہیں، میرے بادشاہ! میں ایک معمولی انسان ہوں۔
 کیا انسانیت اتنی قربانی کی بھی روادار نہیں ہو سکتی؟ (غیاث سے) میرے
 ولی نعمت زادے! میں نے جان بوجھ کر آپ کی خدمت میں کوئی گستاخی
 نہیں کی، مگر نادانستہ اگر مجھ سے کوئی قصور سرزد ہوا، تو کیا حضور مجھے معاف
 نہ کریں گے؟ میں دنیا سے جا رہا ہوں۔

جلال الدین (غیاث سے) تیرے دل کو کیا آتش لعنت نے راکھ
 کر دیا ہے یا شیطان کے ہاتھوں نے نکال پھینکا ہے؟ تیرے جسم میں جو اک
 مجسم غیض مضمطر آتا ہے۔ کوئی حرکت ظاہر نہیں ہوتی؟ تیرے منہ سے
 ایک لفظ نہیں نکلتا جس آدمی کو تو نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے تیری کافر مٹی
 اور ملعون نخوت تجھے اجازت نہیں دیتی، کہ اُس سے کہے نہیں نے معاف کیا؟
 تو اپنے دل کی ناپاکی سے اس قدر ڈر رہا ہو کہ اُس شہید کے قریب بھی نہیں
 پہنچ سکتا۔ جا اور اُس پاؤں کے تلووں سے اپنا منہ مل۔ اللہ تجھے غارت
 کرے، خائن! مجھے مجبور نہ کر کہ میں اپنے ہاتھوں سے تیرے مُردارِ جسم کو چھوؤں
 اگر کہیں میں نے تیری گردن پکڑ لی تو یاد رکھ کہ اُن ملعونوں کی طرح جن پر
 سنگ ساری کی جاتی ہے تو اپنے تئیں گردن تک زمین میں پائے گا۔

ملک نصرت - اے میرے بادشاہ! بڑا تے خدا، میری خاطر حضور
اٹھنا نہ ملے گی فرما کر مجھے اُس دنیا میں ملکیں نہ بھیجے۔

زاہدہ (غیاث سے) آہ! میں پاگل ہو جاؤں گی۔ اپنی بوٹیاں نوچ
کھاؤں گی۔ لڑکے! میں نے دودھ کی جگہ تجھے خون سے پالا ہے۔ یہ چیتے کی
فطرت تھیں کہاں سے آئی؟ کیا ملک ملک دیکھ رہا ہے؟ دل نرم کر۔ اس
دیوانہ کو دیکھو! اسے اپنے اوپر بھی تورحم نہیں آتا۔ اسے اس پر بھی رحم
نہیں آتا کہ میں اس کے لئے ہر لمحہ میں ایک عذاب موت سہ رہی ہوں۔ وہ
شخص جسے اس نے اپنے ہاتھ سے ہلاک کیا ہے، اس قدر انکسار ظاہر کر رہا ہے
دنیا میں حیات، آخرت میں سعادت اُسے دے رہا ہے، مگر اُس کے منہ سے
اک حرفِ ندامت اک کلمہ تشکر بھی نہیں نکلتا! غیاث! تو کیا چپ کھڑا ہے؟
کیا تیرے دل کی جگہ خراب ہے، تیرے منہ میں زبان کی جگہ ایک خون کا لوتھڑا
رکھ دیا گیا ہے؟ کچھ کہہ تو!

غیاث الدین - مجھے اتنی مُلت تو دی ہی نہیں جاتی کہ میں ایک باغی
منہ سے نکل سکوں میں کیا کہنا چاہتا ہوں اُس کی بھی تمہیں کچھ خبر ہے؟ وہ
مجھ سے معافی مانگتا ہے۔ حالانکہ اُسے معاف کرنا چاہیے، لیکن اب ندامت

کیا فائدہ؟ اعادہِ مافات ممکن نہیں کہ میں کچھ کر سکوں، ایک ذرہ برابر بھی مضبوط دے سکوں۔

جلال الدین (اپنے دل سے) اس کے قدموں میں سکرابتِ موت میں ایک آدمی پڑا ہوا ہے مگر اُس کی طبیعت میں ایک ذرہ برابر ہیجان نہیں پیدا ہوتا۔ انسان کے بجائے سب مزار بنا کھڑا ہے۔ جو بات اس کی زبان سے نکلتی ہے۔ سب مزار کے کتابہ کی طرح بے رُوح ہے۔

مجلسِ ہفتم

اشخاصِ سابق۔ نور الدین منشی

نور الدین۔ اے میرے پادشاہ! ہمارے ہراول کی فوج کے آدمی ابھی آئے ہیں۔ خبر لائے ہیں کہ تاتار کے پیشِ دستے سات گھنٹے کی راہ تک پہنچ گئے ہیں۔

اور خال۔ میرے پادشاہ! ہمارا موجودہ موقعہ خراب ہے۔ اگر ہم یہاں کچھ کر کے سامنے کے ٹیلے پر فوج کو نہ جانے گئے تو ہمارے لئے برا ہوگا۔ نور الدین۔ اُمراءِ لشکر کو یہ خبر پہنچ چکی ہے کہ تاتاری قریب پہنچ

گئے ہیں۔ فوج نے خیمے اُٹھاڑنے شروع کر دیے ہیں۔ ہر شخص کوچ کر لئے
 فرمان ہمایوں کا منتظر ہے (طلح کی آواز سنائی دیتی ہے)
 ملک نصرت۔ میرے بادشاہ! یہ کیا ہے؟ کیا دشمن فوج پر حملہ
 کر رہا ہے؟

جلال الدین۔ تاتاری قریب آگئے ہیں ہم اپنی فوج کو ان کے مقابلہ
 کے لئے لے جا رہے ہیں۔

ملک نصرت۔ (رُک رُک کے) اللہ کا لاکھ لاکھ شکر کہ۔۔۔ اپنے
 آخری سانس کے وقت۔۔۔ دشمن کے اوپر۔۔۔ میں غلبہ دیکھوں گا۔۔
 میری نظر نیچی نہ رہے گی۔۔۔ میری زندگی ایسی مسرت اور لذت میں۔۔
 ختم ہونی۔۔۔ اللہ کی غایت سے بھی مانگنے کی۔۔۔ تجارت نہیں کر سکتا
 تھا۔۔۔ یہاں تک کہ دنیا میں۔۔۔ اس قدر دُوح کو۔۔۔ تجارت
 دینے والے۔۔۔ جس خاتمہ کا۔۔۔ تصور نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ (اُس کی
 آواز ہلکی ہوتی جاتی ہے، مگر اُس کو اونچا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے،
 آہ! میرے بادشاہ! اپنا داہنا ہاتھ مجھے دیجئے۔۔۔ گرجتان کے بادشاہ
 کو بازو کی قوت کو دکھانے۔۔۔ کے لئے اس گرجتان کے مغور کو

جو صاحب ذوالفقار کہ وٹھونڈھٹا پھرتا تھا، اس گرجبان کے مغرور پادشاہ کو ایک وار میں دو گڑے کرنے والے ۔۔ اپنا داہنا ہاتھ مجھے دیکھو ۔۔ آہ! تاکہ میں اسے بوسہ دوں ۔۔ اور آخرت میں ۔۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے ۔۔ کہ اسلام کی سیفِ حمت ۔۔ کہاں ہے، تو میں بتاؤں کہ وہ آئیے ۔۔ ایک غضنفر مہیب کے پنجہ جلالت میں ہے کہ جو ۔۔ قہپاق کے خشک صحراؤں میں ۔۔ اگر شکار کر نکلتے ۔۔ تو اپنے تیر کے خون کو ۔۔ بھر ہند میں جا کر دھوتا ہے۔ اگر آسمان سے گردش کی شرط باز دے ۔۔ تو اپنی ٹھکن کو دور کرنے کے لئے فقار کے چوٹیوں میں جا کے بیٹھ رہے ۔۔ اُس ہاتھ کے نقش ہونٹوں پر لینے کے لئے حضور کے سامنے ۔۔ گھسٹا گھسٹا آیا ہوں (جلال پس و پیش کرتا ہے) عنایت کیجئے ۔۔ اے میرے پادشاہ! اپنے ہاتھ کو مجھ سے نہ کھینچئے ۔۔ زخم نے میری تکلیف اس وقت بہت زیادہ بڑھا دی ہے ۔۔ آہ! دشمن کی تلوار بھی تو نہ تھی ۔۔ اپنے ہاتھ عنایت کیجئے۔ اے میرے بادشاہ! شاید اُس سے میرے اضطراب میں ۔۔ کچھ سکون آئے ۔۔ دیکھئے میرے پادشاہ! اس ہاتھ کے اوپر دستِ خدا سوا کوئی قوت ۔۔ نہیں وہ مبارک ہاتھ ۔۔ میرے ہونٹوں سے اگر

جدا ہوا، تو اس وقت جدا ہو کہ میں کلمہ شہادت پڑھ رہا ہوں۔۔۔ (جلال اپنا ہاتھ دیتا ہے نصرت اسے اپنے منہ کی طرف لے جاتا ہے۔ آنکھیں بند کرتا ہے ہر شخص پر اک سکون، اک حیرت طاری ہوتی ہے)

مہر جہاں (اپنے دل سے) محبت کی طرح عظیم الشان محبت کی طرح دشت بھرا حال! جس طرح دو دل جب مل جاتے ہیں تو ایک دوسرے پر فدا ہوتے ہیں، اسی طرح جب دو فکر متحد ہو جاتے ہیں تو ایسے ہی بنتے، ایسے ہی اتحاد کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس حالت کو دیکھو۔ اس وقت جلال دنیا کو اور نصرت آخرت کو بھولے ہوئے ہیں۔ دونوں کی نظروں میں اس وقت دنیا و آخرت ایک دوسرے سے عبارت ہیں۔ اُن کے جسم ایک دوسرے سے چھوتے ہیں، اُن کی روئیں ایک دوسرے سے مل گئیں، ایک دوسرے سے ہم آغوش ہو گئیں (آسمان پر نہایت شدت سے گرج کی آواز سنائی دیتی ہے خیمہ کے سامنے بجلی کی چمکا چوند دکھائی دیتی ہے)

ملک نصرت (اس کی آواز اب زیادہ رُک رُک کراتی ہے) آہ۔۔۔ بجلی سے بھی۔۔۔ میری آنکھوں کے سامنے بارشِ نور ہی ہو رہی ہے۔۔۔ میرے جسم پر آہستہ آہستہ۔۔۔ اک راحت مستولی ہو رہی ہے۔۔۔ اے میرے

بادشاہ باچھ ہزار سال سے انسان کو۔۔۔ جس نے خوف سے تھرھرایا
 ہو۔۔۔ وہ عذاب موت۔۔۔ وہ سکرات کا عالم اس وقت مجھ پر ہے
 ۔۔۔ اُس کا بھی انسان جلد عادی ہو جاتا ہے۔۔۔ لیجئے۔۔۔ سب اسب
 ۔۔۔ گزر گیا۔۔۔ زندگی کے ساتھ۔۔۔ مگر عذاب۔۔۔ جینے میں ہی تھا۔۔۔
 اس کے بعد راحت، راحت۔۔۔ امان۔۔۔ آہ!۔۔۔ کچھ نہیں، فکر نہ کیجئے
 ۔۔۔ غالباً یہ پیچہ اجل ہے۔۔۔ لا الہ الا اللہ۔۔۔ تسلیم رُوح کرتا ہوں
 جلال الدین۔ نصرت، نصرت! اس مرد کی غیرت، اس شہید کی سعادت
 پر نظر ڈالو۔ آخرت کو جاتے وقت اس نے اتنی تکلیف بھی نہ اٹھائی جتنی
 دنیا میں آتے وقت اٹھائی تھی۔

نور الدین۔ اے میرے بادشاہ! وقت ہاتھ سے جا رہا ہے۔ حضور کو
 معلوم ہے کہ اگر حضور کو آگے نہ دیکھے تو فوج جنت کی طرف بھی قدم نہیں
 بڑھائے گی۔

جلال الدین۔ اس شہید کو اس کی آخری منزل میں پہونچائے بغیر ہم
 کہاں جائیں؟

اور خاں۔ مردے کو دفن کرنا، موت کے مقابلہ میں جانے سے زیادہ

باخیر و برکت نہیں۔ اس کام کو خدمتگاروں کے حوالے کیجئے۔ فقیروں کے کندھے تابوت اٹھانے کے لئے بادشاہوں کے کندھوں کے برابر ہیں (ہر شخص آہستہ آہستہ جانا شروع کرتا ہی)

جلال الدین (خدمتگاروں سے) اس جنازے کو شہر میں لے جاؤ کسی مناسب جگہ دفن کرو، مگر جہاں سب قبریں ہیں وہاں دفن مت کرنا۔ اس کے لئے علمی و تربت بناؤں گا۔ جس طرح وہ زمین پر فرو تھا، زمین کے نیچے بھی فرو رہے گا۔ لڑائی کے بعد اگر فرصت ملی اور دست ہائے مرگ اس کے لئے ایک ایک پتھر بھی لائے تو انشا اللہ اس کی تربت کا گنبد آسمان سے باتیں کرے گا (گج کی آواز بجلی کی چمک زیادہ ہوتی ہے۔ آہستہ اور ایک ہی شانہ انداز سے غیاث الدین کے قریب آ کے) ان خوفناک آوازوں کو سن رہے ہو جو زمین کو ہلارہی ہیں، آسمان کو دہلارہی ہیں؟ خدا کا نزلہ تہم اور صاعقہ غضب ان سے بھی بڑھ کر ہوتا ہی۔ ظالم کی عزت سرے اقبال اگر کوہ البرز کی طرح آسمان تک بلند ہو، ایک ضرب میں سیلاب کی طرح زمین پر آ رہے گی اگر خائن کی اساس دولت زمین کے طبقات اسفل میں دھنسی ہوئی ہو، پھر بھی ایک تھپیڑا اسے طوفان کی موجوں کی طرح آسمان تک پھینک دے گا

(زور سے) خدا سے ڈر! (ایک نظر حقارت سے غیاث الدین کو سر سے پاؤں تک دیکھتا ہی اور سید حادر وازے کی طرف جاتا ہی) بد بخت!
(جلال باہن بکھتا ہے۔ لوگ فشتہ ہو جاتے ہیں)

غیاث الدین (زاہدہ سے) اماں جان! تم میرے کیمپ میں آؤ
اگر نہ آؤ گی تو مجھے کمو بیٹھو گی۔

زاہدہ (اس طرح غیاث کو دیکھ کر جیسے کوئی خواب سے بیدار ہو کر دیکھتا
ہو اور اپنی پریشان آنکھوں کو اُس کے چہرہ پر گارڈ کر) کیوں؟ آہ۔۔۔ کیوں
تیرے چہرے میں تاریکی پھر بڑی معنی شروع ہوئی؟ دنیا کی رات تیرے ہی
چہرے میں جمع ہو گئی ہے۔ نہ معلوم تو دنیا کی نظروں سے کس قسم کے جرم
کس قسم کے گناہوں کو چھپانا چاہتا ہے؟ (غیاث اور زاہدہ دونوں
جاتے ہیں)

مجلس دہم

سیلمان - خدا

سیلمان (خدا حاکم روں سے) آؤ، اپنے ولی نعمت کی آخری خدمت
ہم ادا کریں۔ جنتِ اعلیٰ کے دروازے تک پہنچا کر ہم اس سے علیحدہ ہوں

(جھک کر میت کے قدم چوم کر) ہلکے ہلکے باتم نے میری جان ایک فتنہ
 دشمن کی تلوار سے ایک ظالم کے پنجہ سے چھڑائی تھی۔ خدا نے مجھے اس کا
 اقتدار تو نہ دیا کہ میں اُس قرض کو ادا کرتا، دشمن تمہارے پیچھے سے آیا، تمہارے
 سامنے سے نہ آیا کہ میں دیکھتا تو اپنے جسم کو تمہاری سپر کر دیتا۔ قاتل کو تم
 معاف کرتے ہو۔ بادشاہ، امیر اس قتل کو بھول جائیں گے، مگر وہ خنجر جو تمہارے
 جسم میں کھویا گیا، وہ گویا میرے جسم میں کھویا گیا، سلیمان تمہارے اس کرب کو
 نہ بھولے گا۔ موقع ملا، تو غیث کو اس کی جان شیریں سے محروم نہ کروں،
 تو میں اللہ کی رحمت سے محروم رہوں!

(جنازہ کو اٹھاتے ہیں)

(پردہ گر رہا ہے)



پردہ نہم

ایک میدان جنگ

مجلسِ اوّل

(جلال اک درخت کے نیچے، تلوار سے ٹیک لگائے کھڑا ہے۔
ایک دستہ فوج اُس کے گرد جمع ہو نور الدین ذرا فاصلے پر ہے)
جلال۔ کس قیامت کا طوفان، کس بلا کا سیلاب تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ
خدا کا دریائے غضب جوش میں آگیا ہے، اور دنیا کو ایک درخت کی طرح جڑ سے
اُکھاڑ کے بہا لے جائیگا۔

نور الدین (جلال کے قریب ہو کر) اے میرے پادشاہ! اس طوفان
بارش میں بھی بجلی کی کوند نے یہ عالم کر رکھا تھا گوہ یا فضا میں آگ لگ گئی ہو۔
جلال الدین (نور الدین کی طرف دیکھ کر) مولانا، آپ یہاں تھے؟
نور الدین۔ میں لڑائی کی خبر لایا تھا تا کہ حضور کچھ تو آرام فرمائیں۔
جلال الدین۔ موقع جنگ سے جس وقت میں علیحدہ ہوا ہوں اس وقت

تہا تاریوں کی صفوں میں بہت ترلزل پیدا ہو چکا تھا۔

نور الدین - ہمارے میمنہ نے دشمن کے میسرہ پر سخت حملہ کر کے درہم برہم کر دیا تھا۔ ہمارے تیر پانی کی دھاروں میں برس رہے تھے، تلواریں بھلوانے کے ساتھ کوند رہی تھیں، اور تاری اُس کیچڑ میں جو اُن کے خون سے بنی تھی غائب ہو رہے تھے۔ انشا اللہ آدھا گھنٹے سے زیادہ نہ گزرے گا، کہ ہماری فوج اُن کا منہ پھیر دے گی۔ اور بھنور کے خار و خاشاک کی طرح چکر دے کے ڈبو دے گی۔

جلال الدین - کو میرا گھوڑا تیار کریں۔

نور الدین - اے میرے پادشاہ! حضور کے تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں۔ اڑتالیس گھنٹے ہو گئے، حضور کا بستر گھوڑے کی میٹھ، اور حضور کا اوڑھنا ابرو باراں ہو گیا نقصان ہو گا اگر حضور تھوڑا سا آرام فرمالیں۔

جلال الدین - یہ آئین جنگ کے مخالف ہو گا۔ سردار فوج اگر پیچھے رہے تو معلوبیت اور شکست کے وقت پیچھے رہے۔ چلو ہم بھی چلیں، اک زبردست محاذ، ہم بھی کریں میدان جنگ، دین کا آخرت سے سب سے قریب کا دروازہ ہے۔ میدان جنگ میں دولت شہادت کے حاصل کرنے کے لئے بارگاہ رب العزت

میں ایک اور عرضی پیش کروں گا۔

مجلس دوم

اشخاص سابق۔ ایک سپاہی۔ اُس کے بعد اور خاں

سپاہی (ہاتھ سے تلوار چھوڑ کر، دوڑتا ہوا آتا ہے، کیا آپ میں تاثریوں کے برابر بھی رحم نہیں۔ کیا مجھے مار کر آپ میری بقیہ عمر کو اپنی عمر میں شامل کر لیں گے؟

اور خاں (اُس کے پیچھے سے دوڑتے ہوئے آکر، برجھی مار کر سپاہی کو گرتا ہے، جہنم واصل ہو، ملعون! زمین میں دھس جا! جن کے لئے تو نے اپنا دین فروخت کیا، کیا وہ تیری جان بچا سکتے ہیں۔ اب مجھے تیری ماں کی طرف سے شبہ ہونے لگا ہے۔

جلال الدین۔ اس قاتل کو پکڑو۔ تاتاریوں کی میٹھیوں کو چھوڑ کر، اپنے نیزے کو مسلمانوں کے سینوں میں کھنکھاتا ہے۔

اور خاں (جو اُسے پکڑنا چاہتے ہیں، ان سے مخاطب ہو کر) پیچھے ہٹا دیا تم اُس آدمی کو جس نے اپنا فرض ادا کیا ہے، اک چور ڈاکو کی طرح پکڑو گے۔

نور الدین۔ اپنے تئیں سُرو کرد۔ کیا تم میں پادشاہ کی اطاعت کا خیال نہیں ہے؟

اور خاں۔ (سر سے مغر، ہاتھ سے نیزہ گرا کر) پادشاہ کہاں تشریف فرما ہیں! مجھے اُن کے حضور میں لے چلو۔ ان لوگوں سے کدو، میرے ہاتھ نہ بانڈیں۔ میں قاتل نہیں ہوں سپاہی ہوں۔ اس وقت تک آسمان بھی میرا بچہ نہیں بھیر سکا۔

نور الدین (لوگوں سے) اس سے تعرض مت کرو۔ تو تم حضور شاہی میں ہو۔

جلال الدین (اور خاں سے) تم کیا چاہتے تھے۔ اس بیچارے کی کیوں جان لی۔

اور خاں۔ وہ مرد و میرے بھائی کا بیٹا تھا، میرے پادشاہ اپنے ایمان کو پاؤں تلے روند کر تازیوں کی طرف جانا چاہتا تھا۔ اپنے خاندان کی ناموس کی حفاظت کے لئے میں نے اُسے اپنے ہاتھ سے کینفر کر دار کو پہنچایا۔

جلال الدین۔ ہمارا میسر اپنی جگہ قائم ہے۔ اُس نے حملہ شروع

نہیں کیا، پھر کس طرح یہ آدمی تاتاریوں کی طرف جاسکتا تھا۔ فرض کیا کہ جانا چاہتا تھا، ایسے آدمی کا، اس طرف کیا کام۔

اور خاں۔ اے میرے پادشاہ! آپ کو کوئی ایسا وقادار آدمی نہ ملا جو آپ کے میرہ کے حال کی آپ تک خبر پہنچاتا۔ اے میرے پادشاہ! مصیبت کی خبر سانی، میرے نصیب میں تھی۔ تاتاریوں کی دہشتہ فوج بلا کے آسانی کی طرح ہم پر آپڑی۔ آدمے گھنٹے سے زیادہ ہوا، ہم خون کے دریا میں پیر رہے ہیں، اور ڈوب رہے ہیں۔ تیروں کے ٹکڑے ہو گئے، زہریلے نیزے، تلواریں، خنجر ٹوٹ گئے۔ آپ کے سپاہی ہتیاروں کی جگہ اپنے دانتوں کو، ناخنوں کو، گھوڑوں کو، ہڈیوں کو، یہاں تک کہ ڈھالوں کو استعمال کر رہے ہیں۔ ہمارا ایک ایک پیادہ، چالیس چالیس سواروں کا مقابلہ کر رہا ہے اور بہت سوں کا کام تمام کر رہا ہے۔ لیکن نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں، کہ ہم تلف ہو رہے ہیں۔ اللہ نے ہم کو زیادہ نہ کیا۔ جلال الدین۔ تاتاری کیسے زیادہ ہو گئے، کیا کہیں سے مدد پہنچ گئی۔

اور خاں۔ اے میرے پادشاہ! وہ زیادہ نہیں ہوئے، ہم گھٹ گئے۔

خدا غیاث الدین کو پہلی منزل تک نہ پہنچائے۔ اُس نے ہمارے دس سپاہی
میں سے نو کو ساتھ لے کر سیدھا بنداد کا رخ کیا۔ اس وقت اُدھر ہی کو جا رہا تھا۔
جلال الدین - آہ! کیا دنیا اپنے مرکز سے سرک کر، میرے سر پر آگریگی؟

میرا یہ حال ہو رہا ہے جیسے تشنج میں مبتلا بچے کا ہو، اور وہ اپنے تئیں سمجھا
نہ سکے۔ زمانہ غیرت مبرم چاہتا ہے، اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنی جگہ سے
اُٹھ کر اک طرف کو جا پڑوں گا۔ ملعون نے، ناصر اور چنگیز کو بھی مات کیا۔

آہ! میں نے کیوں اُسے زندہ چھوڑا، کیوں دنیا کو اُس پلید ہستی سے پاک
نہ کیا۔ دیکھتے ہو نور الدین، بعض مرتبہ رحم، انسان کو محنتِ آسمانی سے دُور
رکھتا ہے۔ کیا میرا فرض یہ تھا کہ ایسے زندہ مرداروں کو جو صرف گڑھے میں
پھینک دیئے جانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ یوں آزاد پھرنے دوں کہ دنیا

میں اپنا زہر پھیلائیں؟ یا آسمانی کیا خنزیر بھی انسان کی شکل میں پیدا ہو جاتا ہے؟
کیا لعنتِ شکل اختیار کرتی ہے، تو خاندان شاہی میں نمودار ہوتی ہے۔ کیا تو نے
ملعون کا قلب، شیطان کے سرمایے سے پیدا کیا ہے۔ آسمانی، ایک آدھ گھنٹے

کے لئے اُس مردود کو میری ہاتھ میں دے پھر چاہے اس کے عوض میں میری
زندگی، میری حیاتِ ابدی مجھ سے لے لے۔ مگر رونے سے کیا ہوتا ہے،

اپنے تئیں مسخرہ بنانا ہے۔ میں پاگل بھی تو نہیں ہو جاتا، جہنم کو بھی تو نہیں چلا جاتا کہ اس عذاب، اس اذیت سے نجات پاؤں۔ جہنم نے ہابیل و قابیل کے واقعہ کو بھی بھلا دیا۔ قابیل تو صرف ایک جان کے پیچھے بڑھتا تھا اس نے میری جان چھوڑ کر، مسلمانوں کی جان کا قصد کیا۔ جس طرح زندگی کے مقابلہ میں موت پیدا کی گئی، میرے مقابلہ میں غیاث پیدا کیا گیا ہے یا الہی، فطرت کا جگر شق ہوئے بغیر کس طرح، ایسے درندے جانور دنیا پر آتے ہیں۔ یا الہی، تیری دنیا میں ایسی خباثت کا ظہور ہوتا ہے، پھر بھی جہنم کے دہن سے دنیا پر آگ نہیں بستی۔ ان گناہوں کی زمین کس طرح متحمل ہے، کیوں افضل السافلین میں دھس نہیں جاتی؟ یا ربی! تیرے حوزہ قدرت میں ایسی لعنت کا ظہور ہوتا ہو، تو تیرا جلال کیوں اجرام کائنات کو ایک دوسرے سے ٹکرائے گا کہ نیست و نابود نہیں کر دیتا؟ آہ، والد مرحوم! جن باتوں پر میں نے آپ کو عیب لگایا تھا، فلک انہیں کی تقلید کرنا کر مجھے مراد دے گا۔ عدم کی کون سے کونے میں، جہنم کے کون سے گوشہ میں میں چلا جاؤں، کس شیطان کے بازو میں جا چھپوں، کہ اس دنیا میں پھر سے نجات پاؤں جو غیاث جیسے ہزاروں خائونوں کے بودار خون، اور سر

ہوئے جسم سے بنی ہے جس میں وہ مخلوق بستی ہے جو ایک دوسرے سے
مُردے کو کھاتی ہے۔ میرے سر پر آفتاب جب تک رہتا ہے، مجھ پر قطراتِ ابل
برساتا ہے، زمین جب تک میرے نیچے ہے، بوسے موت میرے چاروں طرف
پھیلی ہوتی ہے۔ اُف! مسرت و راحت دنیا میں نہ آنے میں ہے۔ اک دفعہ
دنیا میں آگے، پھر موت بغیر چٹکارا نہیں۔ آہ! میں بھی اب اُس کے
پیچھے پھنچتا ہوں۔ قصا کی طرح اُس کے سر کو توڑوں گا۔ اتنی اُس کے
جسم کے ہر ریش کو علیحدہ علیحدہ اک جان دے تاکہ ہر جان علیحدہ علیحدہ
کالوں تاکہ دل کچھ تو تسلی پائے۔

اور خاں۔ اے میرے بادشاہ! اب اُس تک پھونچنا ممکن نہیں۔
ہمارے اور اس کے درمیان تاتاریوں کی ایک زبردست فوج حامل ہے۔
جلال الدین۔ اے اللہ! کیا تو نے تاتاریوں کو اس لئے پیدا کیا
کہ دنیا میں جتنے مقصد نیک ہیں، ان تک پھونچنے میں حامل ہو جائیں؟
مجھے تو نے اتنے ملکوں کی بادشاہت عنایت کی، لیکن اتنی مہلت اور
نہ دی جتنی زاور خاں کی طرف دکھ کر، اس مہمونی سپاہی کو عطا کی۔
اُس نے اپنے شیطان کو واصل بہ جہنم کیا، میں ایک آدھ قلعوں تک بھی

نہیں پھینچ سکتا۔ اُن ایسی زندگی ناقابلِ برداشت ہی (اور خاں سے) چلو، میرے سامنے چلو، تمار یوں کی جہاں سب سے زیادہ کثرت ہی، اس طرف چلو۔

اور خاں۔ اے میرے بادشاہ! اس طرف جانے سے کوئی فائدہ نہیں بے فائدہ موت کے آغوش میں جانا ہی۔

جلال الدین۔ میں موت کے سوا کس چیز کا متلاشی ہوں؟ دنیا کے مکروہ چہرے کے داغہائے جہالت کو چھپانے کے لئے جاؤں گا اور خاں۔ اے میرے بادشاہ! فوج کا مرکز، اس وقت تک مستقل طور پر قائم ہی۔ اگر حضور وہاں تشریف لے چلیں تو ممکن ہی کہ خدا ہمیں فتح احسان و عنایت کرے۔

نور الدین۔ نہیں مجھے نہیں چاہیے، وہ فتح جو دودن بعد غداری سے برباد کر دی جائے شیطانوں ہی کو ملے۔

اور خاں۔ اے میرے بادشاہ! حضور کا یہ کیا خیال ہی۔ کیا حضور ملت اسلامیہ کو ناصر و غیاث کے حوالہ کر دیں گے۔

جلال۔ نہیں! نہیں! اگر تو چاہے تو میرے تارے قلب کو

ساپنوں کے دانتوں سے ٹکڑے ٹکڑے کرا ڈال، مگر ایسی بات نہ کہہ۔
 آہ! چلو فوج کے مرکز کی طرف، چلو، مرکز کی طرف! یہ تاتاری بلاکب
 دفع ہوگی، کہ ناصر ملعون اور غیاث خنزیری کی نوبت آئے۔
 (جلال، گھوڑے کے رکاب میں پاؤں رکھتا ہے، پردہ گرتا ہے)

پیرودہ دہم

(کرمان میں ایک محل۔ رات، صبح کاذب ابھی شروع ہوئی ہے)

فصل اول

غیاث الدین۔ زاہدہ

زاہدہ (غیاث الدین سو رہا ہے اور خواب میں خوف ناک طریقے سے چلا رہا ہے) تجھے کیا ہو رہا ہے؟ کیا ظلمت کا بوس اُس کے دل پر طاری ہے۔ آہ! مر جائے گا تو رونے کی مصیبت میرے اوپر پڑے گی
غیاث! غیاث!

غیاث الدین (گھبرا کر اٹھتا ہے اور زور سے اپنے بستر سے اُچک کر اپنے ماں کے ہاتھوں کو کپڑا لیتا ہے) ہیں؟ تم کیا چاہتی ہو؟ کیا ہے؟ تم کون ہو؟ مجھے چھوڑ دو۔ کیا مجھے مار ڈالو گی۔
زاہدہ۔ تجھے کیا ہو رہا ہے، کیا تیرے دل کی کثافت اتنی ہو گئی کہ تیری ماں، تجھے جلا وطن نظر آتی ہے۔

غیاث الدین (تھوڑی دیر نہ بگا ہو کر ماں کے مونہ کو ٹکٹا ہی)
 تم ہو؟ آف! ٹھیرو، زرا میں دم تو لے لوں (کانپ کر) آف! نہ
 سوؤں گا! اس کے بعد پھر کبھی نہ سوؤں گا۔ لپچیں اک دوسرے
 ملنے کی کس طرح جرات کریں گی (تلخی آمیز منہسی مہنس کر) کہتے ہیں
 نیند، وہ مثال روحانی ہی جو رحم مادر میں ہمارے ساتھ تھی اور پیدا
 ہوئی پھر بھی ہم سے جدا نہ ہوئی؛ کہتے ہیں نیند، وہ احسان الہی ہی،
 جو اس لئے عطا ہوئی ہے کہ انسان کی اُس قوت حیات کو دوبارہ دے
 جسے وہ دن کے تین چوتھائی حصے میں کھو بیٹھا ہے۔ جو لوگ یہ باتیں
 کہتے ہیں، وہ کبھی نیند سوئے نہیں۔ سوئے ہونگے، مگر میری طرح نہیں
 سوئے اور میری طرح خواب نہیں دیکھے۔ مجھ میں جو قوت تھی، اس سب سے
 محروم ہو گیا۔ نیند میں تھوڑا وقت آرام سے گزرتا تھا، وہ بھی ہاتھ سے
 گیا۔ آف! نہ سوؤں گا۔ اس کے بعد واللہ نہ سوؤں گا۔ نہ سوؤں گا
 کیا، نہ سو سکوں گا۔

زاہدہ (اپنے دل سے) چونکہ اپنی ساری عمر تاریکی میں گزاری
 اس لئے شاید خدا تعالیٰ اسے نیند کے آرام سے بھی محروم رکھنا چاہتا ہے

رغیث سے، تجھے کیا ہو گیا ہے؟ دیوانے لڑکے، نیند کو تو موت خیال کرتا ہے۔ کیسے انسان نیند کو بھی بالکل چھوڑ دیتا ہے خوشی و راحت کیساتھ تجھ سے بالکل دور ہو جائے گی۔

رغیث الدین۔ نیند؟ نیند کو کسی کی ماں کیا، اس کی آنکھ بھی خواب کی طرح نہیں دیکھ سکتی۔ تم کیسے دیکھ سکو گی؟ ایسے خواب کے آدھ گھنٹے کے عوض میں اگر عمر ابدی بھی دی جائے تو انسان قبول کرنے کی ہمت نہ کرے۔

زاہدہ (تعجب سے) کیا خواب؟ تم نے کیا دیکھا؟ کیا دیکھا؟ کیا خدا، تمہارے کئے کاموں کو جب تم آنکھ بند کرتے ہو دکھاتا ہے۔ رغیث الدین۔ یہ نہ کہو میرے کئے پیوؤں کو نہیں۔

زاہدہ۔ کیا معلوم۔

رغیث الدین۔ کیا معلوم نہ کہو۔ وہ میرے کئے کی منرا نہیں۔ جو میں نے دیکھا، وہ خواب تھا۔ تھا نہ؟ ہاں خواب ہی تھا۔ کہو تھا۔ تم مجھے پاگل کر دو گی۔

زاہدہ۔ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ پاگل تو تم خود ہوئے جا رہے ہو

تم خود جانتے ہو کہ جو تم نے دیکھا وہ خواب تھا۔ اب کیا تم خواب سے
ڈرنے والے جوان ہو جاؤ گے ؟

غیاث الدین - میرا خواب کس قسم کا خواب تھا، جانتی ہو ؟
فضا میں یکا یک ایک خوف ناک آواز پیدا ہوئی، جو زمین و آسمان
پر چھا گئی۔ کائنات کا ہر ذرہ کانپنے لگا اور کانپ کانپ کر اک
دوسرے سے جدا ہونے لگا۔ اتنے میں آتیش قطروں کے دھوول
میں سے ایک گرو باد پیدا ہوا جس نے اجرام فلکی کو اک دوسرے سے
ٹکرا ٹکرا کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا شروع کیا اور ہر ٹکڑے کو کورہ زمین پر
گرایا، جس سے زمین کے ہر منقذ سے آسمان تک آگ کے فوارے
بھل کے پھینچے۔ ان فواروں میں اس طرح دھکتے ہوئے سنگ مزار
جلتی ہوئی مردوں کی ہڈیاں نظر آتی تھیں گویا وہ تپتے ہوئے سرج
کے ٹکڑے ہیں۔ آگ کی نہریں آسمان سے گر رہی تھیں اور ایسا
معلوم ہوتا تھا کہ آگ کے ارد سے چلے آرہے ہیں۔ گرج کی خوف ناک
آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ پہاڑ اکھڑا کھڑا کر منتشر ہو رہے تھے
سرخ زفت جہنمی خوف ناک صدا میں پیدا کر کے، بجلی کے ہزاروں

ٹکڑے برسا کر دنیا پر پھیل رہا تھا۔ ایسے زبردست دھماکے کے ساتھ کہ گویا بیخ بنیاد سے اٹکھڑ جائے گی، ایک دنیا دوسری دنیا سے ٹکڑے کھا رہی تھی۔ اس تصادم سے جو آدازیں پیدا ہوتی تھیں وہ خود ایک دوسرے سے ٹکڑے کھاتی تھیں اور ہر صدمہ سے اک صداائے خوف ناک پیدا ہوتی تھی، دنیا کا ہر اک ذرہ، بڑھ بڑھ کر دراز ہو ہو کر اک زنجیر برق بن رہا تھا۔ اوپر سے نیچے کرہ زمین کی برابر آتش پارے گر رہے تھے نیچے سے اوپر کمکشاں کی طرح بجلیاں جا رہی تھیں یہ معلوم ہوتا تھا کہ دہشت نے شکل اختیار کر لی ہے بلکہ دنیا میں جو چیز موجود تھی وہ دہشت مجسم بن گئی تھی اور ان سب سے بلند تر اور ان سب سے زیادہ خوف ناک، اک جان شگاف، عالم کو تہ و بالا کرنے والی آواز آرہی تھی دکھال خوف سے اپنی انگلیاں کانوں میں دیکر ہائے وہ آواز اب پھر سنائی دینے لگی کیا فلک، سونے کی طرح، جاگنا بھی میرے لئے حرام کر دے گا۔

زاہدہ۔ الہی توبہ، کیا تم نے اپنی کفیر کردار کے لئے، ایسی سخت جہنم دیکھی ہے جس کے مقابلے میں اصلی جہنم حبت معلوم ہو۔

غیاث الدین - نہیں نہیں اے عورت ! یہ مت کہہ - کیا تو نے
 اُس جہنم کو دیکھا ہے جس کا نظارہ مجھے کرایا گیا ہے - نہیں تو نے نہیں دیکھا
 مجھے پھر خوف نہ دلا - وہ خواب ہی تھا، قیامت برپا نہیں ہوئی تھی -

زادہ - میں جانتی ہوں، ملعون تو جس وقت برسرِ عناد ہوتا ہے
 اس وقت قیامت بھی آجائے تو باز نہیں آتا - خدائے غضب کے
 مقابلہ کرنے سے بھی تو نہیں جھکتا -

مجلس دوم

اشخاص سابق - ایک خادم

خادم - حضور ! کچھ لوگ خدمت میں باریاب ہونا چاہتے ہیں -
 غیاث الدین - آئیں -

زادہ - غیاث ! غیاث ! نہ معلوم ملک نصرت کا خون تجھے
 میاں لایا ہے یا کیا ہے - جو خواب تو نے دیکھا ہے وہ اُن خائنوں کے
 سزا کا نمونہ ہے جن کا ارتکاب تو نے اپنے بھائیوں اور اپنے دین کے

خلاف کیا ہے۔ خدا انجام بخیر کرے (زادہ جاتی ہے)
 غیاث الدین۔ یہ بھی اُس جانور کی طرح ہے کہ جو انسان کے
 چہرہ میں اگر کچھ حدت دیکھے تو مردہ کی طرح ٹھنڈا ہو جائے۔ اگر برودت
 دیکھے تو اس کی جان لینے کے لئے اُس پتیتے کی طرح ہو جائے جس کے
 مونہ کو خون لگ چکا ہے۔ خیر اس وقت میرے دل کے اضطراب کو
 کچھ تو سکون حاصل ہوا۔

مجلس سوم

(غیاث الدین۔ براق حاجب)

غیاث الدین۔ مرحبا امیر! آئیے تشریف لائیے۔ خیریت تو
 ہے۔ اس نا وقت تشریف لانے کا کیا سبب ہے۔
 براق حاجب۔ اے میرے شہزادے۔ بلائیں آتے وقت،
 وقت کا انتخاب نہیں کرتیں کہ میں حضور کی خدمت میں پہنچنے کے لئے
 کوئی ساعت موزوں انتخاب کرتا۔

غیاث الدین - کیسی بلا؟

براق حاجب - اے میرے شہزادے ایسی بلا جو اہل کی طرح بالکل غیر متوقع سر پر آپڑی حضور کے بھائی جلال الدین نے شہر کا محاصرہ کر لیا ہے۔ دو گھنٹہ سے اپنی فوج کے ساتھ قلعہ پر حملہ کر رہا ہے۔ اگر کوئی موثر تدبیر کوئی زبردست اتحاد ہم پیش نہ کر سکے اور اپنی فوج کو ایسے ہی عالم تردد و فتور میں ہم نے چھوڑے رکھا تو مجھے خوف ہے کہ وہ شہر کے دروازہ کو اپنے ضرب دست سے کھول دے گا اور اگر ہم اس سے ہر ایک کی ہزار جانبیں بھی ہوں تو اس کی شمشیر سے ایک بھی نبچ سکیں گی۔ غیاث الدین - بھائی کو اسلام سے جو شدت کا تعلق ہے اس سے فائدہ اٹھانے سے دریغ نہ کرنا چاہیے۔

براق حاجب - اے میرے شہزادے۔ ایسے عوام فریب نمائشات سے دھوکا کھانا آپ کے ذہن و ذکا کے شایاں نہیں۔ لو فرضاً اگر آپ کا فرمانا صحیح بھی ہو۔ جلال ہیں مسلمان ہی کب سمجھتا ہے۔ اس کی نظر میں مسلمان تو وہ ہے جو تاتاریوں سے جنگ کرے۔ اب چونکہ ہم نے اس کے خیال و عقیدہ کی پرستش نہیں کی تو ہم اس کے نزدیک چنگیز کے

برابر مشرک ہیں۔ اس کے علاوہ اُسے اپنے سامنے دولتِ دنیا نظر آ رہی ہے۔ آخرت کا کون خیال کرتا ہے۔ آپ کا بھائی اس زبردست سلطنت کو چھوڑ کر کیا اس اُمید پر نکیہ لگائے بیٹھا رہ سکتا ہے کہ تین گز قبریں آرام سے لیٹے گا۔ ہم اپنی قوت تدبیر کو چھوڑ کر غیر کے اخلاق پر بھروسہ کریں آپ اس بات کو یقین جانئے کہ ایک بااثر اور قوی اتحاد کی اگر ہم نے بنیاد فوراً نہ ڈال دی تو ہمارے لئے کوئی چارہ نجات نہیں ہے۔

غیاث الدین۔ کیا کہہ رہے ہو اتحاد موجود ہی سلطنت قائم ہے۔ براق حاجب۔ نہیں میرے شہزادے نہیں۔ اتحاد کہاں ہے۔ فوج میں ایک دوسرے پر اعتماد نہیں۔ ہر شخص عین اُس وقت جب کہ دشمن کے تیر اور شمشیر کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو رہا ہے اُسے یہ فکر بھی رہتی ہے کہ دائیں بائیں سے اُس کے بھائی ہی خنجر اور چھرا اُس کے پہلو میں نہ بھونک دیں۔ ابھی تک ہماری صفیں آراستہ نہیں ہوئیں تابع متوجہ پہچانے نہیں گئے۔ حکومت دو قوتوں کے ساتھ نہیں کی جاسکتی غیاث الدین۔ آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔

براق حاجب۔ عرض کروں؟ اس قدر پرخطر زمانے میں

بادشاہت کے لئے محض شاہزادگی کافی نہیں اس کے انتظام کے لئے ایک ایسے فکر کی ضرورت ہے جس میں کچھ نہیں تو پچاس برس کا تجربہ تو جمع ہو گیا ہو، ایک دل کی ضرورت ہے کہ جو اقلات میں چالیس فوجوں کا مقابلہ کر چکا ہو، اگر اتابک کی جگہ ہو جاؤں تو آپ کے لئے ایک ایسی سلطنت قائم کروں کہ جس پر آپ باطمینان حکمرانی کر سکیں اور اصل تو یہ ہے کہ اشتراک منفعت سے ایک دوسرے پر بھروسہ حاصل ہوتا ہے۔ دنیا میں قرابت سے زیادہ میں نے اور ایسی چیز نہیں دیکھی جو منفعت بڑھاتی ہو۔ آپ اور آپ کے بھائی کے درمیان جو معاملات ہیں آپ اُن کا خیال نہ کیجئے۔ جس طرح قرابت جانہن کی محبت کو مستحکم کرتی ہے اُسی قدر بعض حالات میں افراق و نفرت کا باعث بھی ہوتی ہے۔

غیاث الدین۔ آپ کس قسم کی قرابت سے بحث کر رہے ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا۔

براق حاجب۔ حالانکہ جس قرابت کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ وہ بالکل عیاں و ظاہر ہے۔ آپ نے اس بات کو خیال نہیں فرمایا کہ اتابک کے لفظ میں کیا معنی پنہاں ہیں اگرچہ آپ کا سن ماشار اللہ

بڑھ چکا ہے لیکن ابھی اُس درجہ کمال کو نہیں پہنچا کہ آپ بادشاہت کا
 بار تنہا اٹھا سکیں۔ آپ کو ایک باپ کی بھی ضرورت ہے اور آپ کی والدہ
 بھی بیوہ ہیں۔ اُن کی عمر بھی زیادہ نہیں۔ اُن کو مرد کی ضرورت ہے۔ اگر
 حضرت ملکہ اس غلام کے ساتھ نکاح فرمائیں تو قرابت و وصالت دونوں
 کی بنیاد پڑ جائے۔ حکومت کو وہ وحدت جس کی اُسے ضرورت ہے اور
 فوج کو وہ اطمینان جس کا اس وقت فقدان ہے حاصل ہو جائے۔ ظاہر
 ہے کہ اُس وقت میں سلطان جلال الدین کے بھی باپ کی جگہ ہو جاؤں گا۔
 اُس وقت اُس کی سوسنیت کو زائل کرنا اور اپنے ترتیب کردہ دائرہ
 منفعت میں داخل کرنا آسان ہو گا۔ یہ تمام باتیں آپ مجھ پر منحصر کر سکتے ہیں۔
 غیاث الدین۔ تیری باتوں کو سنتا ہوں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا
 ہے کہ میں بیداری میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ حاجب! اس قدر بالا پروازی
 تجھ میں کہاں سے آئی۔

براق حاجب۔ جس چہرے نے اُس مرتبہ اعلیٰ کی ہوس آپ کے
 دل میں ڈالی ہے جسے بادشاہت کہتے ہیں اُسی نے میرے تصورات
 میں وہ عنصر بھی پیدا کر دیا ہے جسے آپ بالا پروازی کے لقب سے

یا دفر مار ہے ہیں۔ علاوہ ازیں جب میں اُس شمشیر کے قبضہ پر ہاتھ ڈالتا ہوں جو میری کمر میں لٹک رہی ہے تو مجھے دنیا کی اعلیٰ ترین اور بلند ترین سلطنت کو اپنے زیر قدم لانا محال نہیں معلوم ہوتا۔

غیاث الدین۔ حد سے آگے نہ بڑھ۔ ورنہ ایسا ذلیل کروں گا کہ تو بھی یاد رکھے گا۔

براق حاجب۔ یہ بات ہی میرے شیر! ماے میرا پڑی شیر پنجہ کس قدر غصہ کر رہا ہے۔

غیاث الدین۔ بے ادب۔

براق حاجب راہستہ آہستہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اور غیاث الدین کی طرف جا کر، تو اپنی زبان کو ادب سکھا۔ اچھی طرح جان لے کہ تیری زندگی ایک شیر کے پنجہ میں ہے۔ اچھی طرح جان لے کہ بادشاہ کی تلوار تیری گردن پر رکھی ہوئی ہے۔ اس دیوانہ کو دیکھو۔ اپنے بھائی کو دشمن کے مقابلہ میں چھوڑ کر یہاں بھاگ آیا ہے۔ اُن کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو خاک اُڑ رہی ہے اُسے غول بیا بانی کی فوج کا غبار سمجھ رہا ہے جس ملک میں اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ کر آیا ہے اُسے سمجھ رہا ہے کہ میرا

فتح کیا ہوا ملک ہے۔ اُس شخص کو جو ایک دفعہ اس پر ہاتھ ڈالے تو اُس کی جان نکال کر پھینک دے، یہ خیال کرتا ہے کہ میں یہ سلطنت اُسے بخش رہا ہوں۔ سن تیرے سامنے جو کھڑا ہے وہ جلال نہیں، اُس کے دل میں بھائی کی محبت نہیں، وہ ملک نصرت نہیں، حق نعمت وغیرہ فضول الفاظ سے تو اُس پر اثر نہیں ڈال سکتا۔ اپنے محبوبین کو چھوڑ۔ اگر تجھے اپنی زندگی پیاری ہے تو اپنی ماں کو بلا اور اُس سے کہہ کہ نکاح کی مخالفت نہ کر۔ عیث الدین۔ تو اپنے دیوانہ پن کو چھوڑ۔ میں اپنی ماں کا باپ ہوں کہ اُس کے نکاح اور طلاق کے بارہ میں دخل دوں۔

براق حاجب۔ اپنے بچپن کے لحاظ سے تم نے ایک خاصہ ہوشیار کا جواب دیا ملکہ کو بلاؤ میں اُن سے کہوں گا۔ وہ سلطنت کی دشواریوں سے واقف ہیں اُن کے لوازمات سے بھی بے خبر نہیں ہیں۔ جو کچھ اُن کی نظروں سے گزرا ہے وہ محض لفظی چیزیں نہ تھیں کہ شہزادہ کی طرح اُن کے خیالات ہوں۔ یہاں آؤ۔

عیث الدین۔ کسے بلارہے ہو۔ کیا چاہتے ہو۔
براق حاجب۔ ڈرو مت میرے بچہ۔ میں تمہارے لئے مشکبخر

نہیں منگوارہا ہوں۔ تمھاری اماں جان کو بلوارہا ہوں (کمرہ میں ایک نوکر داخل ہوتا ہے اس کی طرف مخاطب ہو کر) حضرت ملکہ زاہدہ سے جا کر عرض کرو کہ زرا یہاں تشریف لائیں۔ شانزادہ صاحب کا یہ حکم ہے اور میری بھی یہی التماس ہے۔ سُن بھول نہ جانا جیسا میں کہہ رہا ہوں انھیں الفاظ میں کہنا۔ فوراً تشریف لائیں۔ ایک نہایت ضروری کام درپیش ہے۔ شانزادہ صاحب یہ حکم دے رہے ہیں اور میں بھی یہی عرض کر رہا ہوں (نوکر حاتھی غیاث الدین - یہ مسخر اپن گس وقت تک رہے گا۔

براق حاجب۔ لڑکے! میں ابھی تیری عمر کو نہیں پھنچا تھا کہ میں نے مسخر اپن اور مذاق ترک کر دیا تھا۔

غیاث الدین۔ بہت اچھا تو اب ہم کو سنجیدہ طریقہ سے گفتگو کرنی چاہیے۔ فرمائیے کیا آپ مجھے ان حقارتوں اور ذلتوں کے لئے کرمان لائے تھے؟

براق حاجب۔ بیٹے! میں تجھے کرمان نہیں لایا۔ لڑائی کے میدان میں اگر ایسا کوئی واقعہ ظاہر ہو جو جلال الدین کے فکر و رائے کے خلاف پڑے تو اس کی عادت ہے کہ وہ موت کا تقاب کرنے سے بھی

باز نہیں رہتا۔ تم اُس کی اس عادت سے واقف تھے۔ تمہارے بھائی نے
 اپنی کوشش اپنی فرزانگی بلکہ اُس دیوانگی سے جو دنیا میں اُسی کے ساتھ
 مخصوص ہو وہ وہ کام کئے کہ چنگیز کو بھی حیرت میں ڈال دیا۔ یہ سب کچھ
 تمہاری آنکھوں کے سامنے تھا۔ مگر تم یہ ہی کہا کئے کہ میں خوارزم شاہ کی
 نسل سے نہیں ہوں؟ میرا سوا اُس سے بعینہ مشابہ نہ بھی ہو۔ پھر بھی
 مشابہت سے خالی نہیں۔ میں وہ کام کر سکتا ہوں جو کسی دوسرے کے
 بوتے کے نہ ہوں۔ میرے افعال بالکل اُس جیسے نہ ہوں پھر بھی کچھ ملے جلتے
 ہونگے۔ کیا جلال کا ایک خدمتگار اُسے چھوڑ کر میرے پاس نہیں آیا؟
 تم نے اپنے دل میں یہ خیالی بلاؤ پکائے کہ قوم اُسے چھوڑ کر تمہاری
 تابع ہو جائے گی۔ اُس کے گرد مال و اقبال اس طرح رہتے تھے جس طرح
 ایک منعم کو فقیر گھیرے رہتے ہیں۔ جو شخص بادشاہ کے نان و نمک کا پرور
 ہو۔ وہ اُس کا مطیع و منقاد رہے گا۔ لیکن محض اُس خاندان میں پرورش
 پانے سے کوئی بادشاہت کا لقب اختیار نہیں کر سکتا۔ بادشاہت کا
 لقب اختیار کرنے کی ہوس تم میں پیدا ہوئی۔ حسد، خوف، کین، رنج
 وغیرہ امراض نفسانیہ نے تم میں قوت پکڑ لی۔ جس وقت جلال نے

تاتاریوں پر حملہ کیا، تم نے یہ خیال کیا کہ میں اگر اس وقت اس سے علیحدہ ہو جاؤں تو یہ ضرور مارا جائے گا اور اس کے مارے جانے پر دولت و اقبال تمہارے حصے میں آئینگے۔ نہایت اطمینان سے تم میدان جنگ سے بھاگے، بغداد تک گئے، تم دولت عباسیہ کے طرفدار بن گئے، تم اس بغض کو بھول گئے جو ناصر کو تمہارے خاندان سے ہے۔ تم نے یہ خیال کیا کہ اور نہ سہی، تو وہ تمہیں، علی الرغم جلال، سلطان اور بادشاہ کا لقب دے کر، جس طرح سے ایک وقت میں ارطغرل کو عطا کیا گیا تھا، اپنا وکیل قرار دے گا۔ تم نے یہ نہ سوچا کہ ہر خلیفہ قائم بامر اللہ کی مانند نہیں ہے، یہ نہ سوچا کہ ناصر، تم تو کیا، اگر اس وقت امام مہدی کا بھی ظہور ہو، تو انہیں نہ مانے گا۔ بغداد میں ارطغرل کا درود تمہاری طرح نہ ہوا تھا، کہ چند بھگورڈوں کو لے کر تم وہاں پہنچ گئے۔ وہ جب بغداد کے فیصلوں کے نیچے پہنچا تھا۔ تو اس کے ساتھ ایک ایسی زبردست فوج تھی کہ جو خلیفہ کو اور اس کے ملک کو اپنے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہا لے جاتی۔ وہ ایک قہرمان بن کر بے پروایا نہ انداز سے وہاں پہنچا تھا۔ تم جو بغداد پہنچے تو تمہیں معلوم ہوا کہ اپنی مختصر فوج کے ساتھ

مجلسِ رائے خلافت میں شہزادے کے عنوان سے، ظاہرِ اہمان، مگر حقیقت میں
 یقینی بن کر رہو گے۔ اس میں تم کو کچھ زیادہ کشش نظر نہ آئی، تم نے
 عباسیوں سے نظر بچھڑا کر علویوں کی طرف رخ کیا، گویا تمہارے لئے
 مذہب بدلنا بیش بریں نیست کہ سیاہ لباس کے بجائے سبز لباس پہن لیا
 جائے۔ گہراؤ مت، پریشان مت ہو۔ میں جانتا ہوں کہ انسان کے وجدان
 میں جس وقت پہچان پیدا ہوتا ہے، اس وقت اسے کتنی تکلیف ہوتی ہے۔
 مگر خیر، تمہاری اجازت سے میں اپنی بات تو پوری کہہ لوں۔ میں نے ابھی
 یہی کہا تھا نا کہ تمہارے نزدیک تبدیلِ مذہب بجائے سیاہ کے سبز لباس
 پہننے سے عبارت ہے؟ تم اپنے بھائی کے پاس سے جس طرح بغداد
 بھاگ کر گئے، اسی طرح بغداد سے بھی بھاگے، الموطا پٹھیں۔ تمہارے
 ذہن میں یہ بات نہ آئی کہ اسماعیلی فرقے کے رؤسائے نے یہ دیکھ کر کہ
 وکیل بن کر بادشاہت کرنا زیادہ آسان ہے، امامِ معصوم کا عقیدہ کر
 رکھا ہے۔ ان کے خجربادشاہوں کے محفوظ ترین غارت خانوں میں اور
 اصحابِ حکومت کے تنہا ترین گوشوں میں پھنچ کر بادشاہوں اور باقدا
 لوگوں کو صفحہ دنیا سے اٹھا رہے تھے۔ وہ قوم جو اس بات پر مقتدر

ہو کہ دنیا میں تختِ دولت پر شکن تاجداروں کے سامنے ہر وقت وار کرتے ہوئے خنجر کی تصویر رکھے، تم نے خیال کیا کہ وہ خوارزم شاہ کا نام سنتے ہی اطاعت و مغلوبیت کے واہمہ میں گرفتار ہو جائے گی حالانکہ بعد ازیں گو ظاہری اور سطحی ہی سہی، تمہارا دبدبہ اقبال قائم تھا، لیکن الموط میں لوگوں نے تم کو اس نظر سے دیکھا کہ انسان کی شکل میں ایک بھیڑیا آگیا ہے۔ تم کو تمہارے نوکروں سے زیادہ اُنھوں نے رتبہ نہ دیا۔ اس وقت تم اپنی قیمت کو ایک حد تک سمجھے۔ پھر بھی تم یہ تصور کرتے رہے کہ تم خوارزم شاہ کی نسل سے ہو، اس لئے تمہارا حق زمین پر حکومت کرنے کا ہے، گو وہ گزردو گز ہی کیوں نہ ہو۔ جب تم اُن مقامات میں پہنچے جہاں تمہارے پدر عالی مقام کا ایک وقت حکم چلتا تھا، تو تم نے خیال کیا کہ تختِ سلطنت خود اٹھ کر تمہارے قدموں کے نیچے آجائے گا۔ اپنے اہلکار میں مجھے سب سے زیادہ باقوت اور اہل رائے زیرنگین مقامات میں کرمان کو سب سے زیادہ محفوظ مقام سمجھ کر تم اس جگہ تک اپنی رائے اپنی خواہش، اپنے پاؤں سے چل کر پہنچے۔ خبر نہیں یہاں آتے وقت آں سزاور و سنجر کا ماجرا بھی تمہیں یاد آیا کہ انہیں؟ تمہارے دادا جب

یہاں تھے، تو دولتِ خوارزم شاہی کو قائم کرنے کے لئے اُن کے اور
 سلطانِ سنجر کے درمیان کیا کیا واقعات، کیا کیا معاملات ہوئے، اُسے کیا
 تم بھول گئے ہو؟ اور کون سلطانِ سنجر؟ وہ سلطانِ سنجر کہ جو خود تمہاری
 طرح شانزادہ تھا، لیکن تم جیسے ہزار ہزاروں کو اپنی خدمت میں رکھ سکتا
 تھا اور رکھتا تھا۔ کیا یہ سب واقعات تم بھول گئے؟ اور اگر نہیں بھولے
 تو لذتِ حکومت، نعمتِ شناسی کے فرض پر غالب آگئی اور اس کو آپ
 صرف اپنے جدِ امجد کے لئے مخصوص اور اُس شانِ بزرگی کو محض اُن کے
 لئے منحصر سمجھتے ہیں۔ آپ غصہ نہ ہوئے، مجھے اپنی بات پوری کرنے
 دیجئے۔ میرا مقصد اس تمام گفتگو سے یہ تھا کہ میں نے آپ کو یہاں نہیں
 بلایا، اس میں اور باتیں بھی شامل ہو گئیں، تو محض بر سبیلِ تذکرہ تھیں
 خلاصہ یہ کہ میں نے آپ کو یہاں آنے کی دعوت نہیں دی آپ کے جدِ امجد
 جس طرح سنجر کے سامنے بے بھاگے، میں آپ کے سامنے سے بھاگا
 نہیں اور آپ کے خاندانِ دولت کا جو شعار و مسلک رہا ہے، یعنی
 خداے جہاں را جہاں تنگ نیست، اس کی بنا پر آپ کے اور آپ کے
 بھائی کے درمیان جو منہگامہ ظہور پذیر ہوا، اس کے نتیجہ کی طرف اشارہ

کرنے کی مجھے ضرورت نہیں جس طرح میں نے آپ کو کرمان آنے کی دعوت نہیں دی، اسی طرح میں نے آپ کی حقارت اور ذلت کرنے کا کوئی کام اختیار نہیں کیا۔ آپ کے اتابک کی جگہ ہونے کی خواہش میں نے ضرور کی لیکن جس طرح انسان عدم سے خود نہیں آتا، اسی طرح اتابک کی مسند اس وقت نہ تھی جب کہ اتابکوں ہی کا وجود نہ تھا۔ بادشاہزادوں کے لئے اول بادشاہ پیدا ہوئے، میں نے بھی حضور کی خدمت میں ایک ایسی تدبیر عرض کی تھی جس کی آئین سلطنت میں سیکڑوں مثالیں پہلے سے موجود ہیں۔ میں آپ کی والدہ کے ساتھ طالب ازدواج ہوا بے شک، لیکن اگر کسی مرد کا آپ کی والدہ کی طرف رغبت کرنا، آپ کی توہین ہے، تو اس گناہ کے مرتکب مجھ سے پہلے آپ کے والد حضرت مکان تھے غیاث الدین (اپنے دل سے) آف! اس کا استہزاء، توہین کے دل میں انہی گئے زہر سے زیادہ اثر کرتا ہے۔

براق حاجب (اپنے دل سے) میں یہ جانتا تھا کہ بہت سے ایسے شخص ہیں جو انسان کی ہزاروں خبیثیات کے متحمل ہوتے ہیں لیکن ایک چھوٹے سے خندہ استہزاء کے متحمل نہیں ہوتے، مگر مجھے اس کی

امید نہ تھی کہ ایک شخص جو اپنے حیات چھپانے پر اتنا قادر ہو جو پاؤں تلے روندے جانے پر بھی ایک سنگِ مزار کی طرح بے حس و بے ہجان رہے وہ مستہزی تبسم سے اس قدر متاثر ہو گا (غیاث سے مخاطب ہو کر) آپ نے کچھ فرمایا نہ؟ جلال الدین کی فوج قلعہ کی دیوار سے دست و گریباں ہے آپ خیال نہیں کر سکتے کہ اس وقت ایک ایک منٹ جو ضائع ہو رہا ہے کتنا قیمتی ہے۔ ایک دقیقہ جو عالمِ فنا کو بے کار جا رہا ہے، وہ سب کی زندگی اپنے ساتھ لے جاسکتا ہے۔

غیاث الدین۔ میں کیا کہوں، جس شخص کا حکم نہ چلتا ہو، اس کا کچھ کہنا بھی بے فائدہ اپنے ذہن پر بار ڈالنا ہے۔

براقِ حاجب۔ یہ بھی آپ نے نا تجربہ کاری کی ایک بات کہی، اور نا تجربہ کاری بھی ایسی جو آپ ہی کے ساتھ وابستہ ہے۔ حضرت ملکہ آپ کی والدہ تشریف لارہی ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کی ہم خیال نہ ہوں گی۔

غیاث الدین (اپنے دل سے) آہ! خدا کرے تو جلال کے پیغمبر میں پڑے، مگر تجھے اتنا اقتدار نہ ہو کہ اس کی تلوار کو یہ کہہ کر اپنے منہ میں لے کہ میرا منہ پارہ پارہ ہو جائے۔ تو اپنی موت پر بھی قادر نہ ہو۔

مجلس چہارم

اشخاص سابق۔ زاہدہ

زاہدہ۔ کیا ہے غیث؟ تیرے پہرے کا عجیب حال ہے۔ مجھے کیوں بلایا تھا۔

غیث الدین۔ میں نے نہیں بلایا، اُس نے بلایا، جب کہ ملک کا ایک حاکم موجود ہے، بھلا دوسرے کو امر و نہی کا کیا اختیار ہو سکتا ہے؟
زاہدہ۔ کیا تم نے مجھے چستان حل کرنے کے لئے اس وقت خواہ مخواہ تکلیف دی ہے؟ آخر کیا غرض ہے، کچھ کہو تو؟

براق حاجب - میں نے بعض تدابیر ان کی خدمت میں عرض کی
تھیں شاید اُسی کے متعلق بلایا ہوگا۔ میری غرض تو صرف یہ تھی کہ دونوں
سلطنتوں کے درمیان رابطہ اتحاد بڑھے۔ اُن کی زندگی دشمن کے پنجے سے
نجات حاصل کرے۔

زاہدہ - غیاث! کیوں تو اس کی بات پر عمل نہیں کرتا؟ تیری ضد تو
مشہور ہے ہی، لیکن کبھی اس ضد سے مجھے کچھ فائدہ حاصل ہوا، سوائے
اس کے کہ ہمیشہ اپنا مقصد کھویا؟

غیاث الدین - اے عورت! فضول بکو اس مت کر دتھیں معلوم
بھی ہے کہ یہ چاہتا کیا ہے؟

زاہدہ - کیا چاہتا ہے کہ تم اس قدر غصہ اور اس قدر حدت ظاہر
کر رہے ہو؟

غیاث الدین - یہ چاہتا کیا ہے... تمہیں چاہتا ہے۔

زاہدہ - یہ کیا کہا؟ لڑکے، تو پاگل تو نہیں ہو گیا؟

غیاث الدین - افسوس کہ میں اب تک پاگل نہیں ہو گیا! میں نے

یہی کہا کہ تمہیں چاہتا ہے۔ کتا ہے میں اتنا بگڑا ہوا ہوں کہ درمیان اتحاد

لازم ہو اور اتحاد کے لئے قرابت کی ضرورت ہو۔ تمہیں چاہتا ہے۔ جو قلعہ ہمارے
سلطنت کی محافظت کے لئے بنایا جائے گا۔ تم اس کی گارا ہوگی سمجھیں؟
زادہ۔ (براق سے مخاطب ہو کر) حاجب! شہزادہ کو کیا ہو گیا ہے کہ
ایسی نامناسب باتیں کہہ رہا ہے؟

براق حاجب۔ حضور غصہ فرما رہے ہیں اور غصہ کی سبب میں بڑی
خرابی یہ ہے کہ آدمی ہر چیز کو مبالغے سے بیان کرتا ہے۔ حضور کے غلام کی جو خواہش
تھی، اُسے اپنے ذہن میں بڑھا بڑھا کر اپنے تئیں ایک توہین کی شکل
دے دی ہے۔

زادہ۔ کیسی خواہش؟

براق حاجب۔ ابھی ابھی حضرت شہزادہ نے جو کچھ کہا، وہ حقیقت
میں اس قدر خراب الفاظ اور نامناسب صفتوں کے ساتھ بیان کیا کہ اس کی
حد پایاں نہیں، لیکن آپ اس تمام کلام میں سے حقیقت کو تو آسانی سے
نکال سکتے ہیں۔

زادہ۔ کیا تو خیال کرتا ہے کہ خوازم شاہ کی حرم اب اس قدر ذلیل
ہو گئی ہے کہ ایک پاسبان کے ہم بستری پر آمرا لٹے؟

براق حاجب - توبہ، توبہ! میرا خیال ہے کہ ایک پاسبان کا بستر اتنی ترقی کر سکتا ہے کہ ایک ملکہ کی آرام گاہ ہو سکے۔

زاہدہ - دیکھو اس کو زمک خائن کو! اپنے ولی نعمت کی عزت و فہوس پر نظر ڈالتا ہے اور اپنی خواہش کو کیسے اطمینان اور کیسے ڈھٹائی سے بیان کرتا ہے۔

براق حاجب - توبہ، توبہ، حضور! آپ کیا ارشاد فرما رہے ہیں؟ ایک مُردہ دنیا کی کون سی نعمت سے مستفید ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کے کر

ولی نعمت ہو سکے؟ دنیا - آخرت کی حرم سرا ہے کہ زندوں میں مردوں کے

عزت و فہوس پائے جائیں، دنیا میں عورت، مرد کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ انسان

جس وقت مر گیا کیا اس کا نکاح باقی رہتا ہے؟ آپ نے حق نعمت کا ذکر

فرمایا۔ یہ ملحوظ رہے کہ یہ خاکسار، خائن قرہ خطہ کے اطاعت گزاروں میں سے

ہے۔ میں خوارزم، غلامی یا خدمتگاری کرنے کی غرض سے نہیں آیا تھا، بلکہ آپ

کی سلطنت سے وہ خراج وصول کرنے آیا تھا جس کے پیش کرنے کا وعدہ خان

سے کیا گیا تھا۔

زاہدہ - تو ان ترتیبات میں جو تجھے قیامت تک ملعون قرار دیں شیطان

سے کسی طرح پیچھے نہیں، لیکن میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اپنا دل

ایک ابلیس کے حوالے کر دیں۔

براق حاجب۔ تو کیا آپ کی نظریں یہ زیادہ خیر و برکت کا باعث ہوگا کہ آپ جلال الدین کے پنجہ قمر میں پڑ جائیں؟

زاہدہ۔ اپنے دل کی اس ناپاکی کے ساتھ، تو اس مبارک نام کو کس طرح اپنی زبان پر لاتا ہی؟ میں نہیں سمجھتی کہ تیرا دل کیوں ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جاتا؟ تجھے اگر خدا مردوں کو بھی زندہ کرنے کی قدرت عطا کر دے، تو بھی کوئی مردہ جسے جلال نے مار ڈالا ہو، یہ نہ چاہے گا کہ تیرے ہاتھ میں پڑے۔ اس کتے کو دیکھو! یہ خیال کرتا ہے کہ وہ بستر جسے اس نے اپنے بالوں سے ناپاک کیا ہو، اسے کوئی شخص مزار سے زیادہ اچھا سمجھے گا۔

براق حاجب۔ گندی باتیں کہنے والے کے منہ کو گندہ کرتی ہیں میں یہاں گالیاں سننے کے لئے نہیں آیا تھا۔ جلال قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہے جس وقت کہ میرے جسم کو ایک انرڈ حال پٹا ہوا ہو۔ میں اپنی بغل میں ایک سانپ نہیں پال سکتا۔

زاہدہ۔ دیکھو! یہ خائن اپنی ولی نعمت کی اولاد کے لئے کیا ہدیائیں بک رہا ہے۔ ملعون! کیا تو یہیں یہاں ان باتوں کے لئے لایا تھا؟

براق حاجب۔ حق نعمت کا ذکر میں نے ابھی کیا تھا۔ شاید آپ کی سمجھ نہ آیا۔ گالی کا جواب گالی سے دیتا، زہر کے قطرے میں دوسرا زہر کا قطرہ ملانا ہی۔ آپ کے اس زہر کے قطرے کا بھی انسان متحمل نہیں ہو سکتا۔ میں نے آپ کو یہاں نہیں بلایا ابھی مخدوم مکرم حضرت شہزادہ کو سمجھانے کے لئے میں نے گھنٹہ بھر دماغ کھپایا۔ اب ان کی والدہ محترمہ کے ساتھ مغز کھپانا پڑے گا۔ آپ بات سمجھنا چاہتی بھی ہیں یا نہیں؟ فلک، انسان کو سلطان جلال الدین کے پنجے کے علاوہ اور پنجوں میں بھی ڈال سکتا ہے۔ خوارزم شاہی عورتیں تاتاریوں کی اسیر بھی ہو سکتی ہیں، لیکن اس قوم کا حال کچھ اور ہے۔ شاید ان کے بالوں میں آپ کو خوشبو اور لذت معلوم ہو۔

زامدہ۔ آہ، غناغنا! آہ، غناغنا! بجائے اس کے کہ میں تجھے دنیا میں لاتی نکاش میں خود ہی دنیا میں نہ آئی ہوتی! تیرے طفیل میں میں وہ باتیں سن رہی ہوں کہ عورت تو عورت، ایک ساپن بھی سننے تو شرم کے مارے پسینے پسینے ہو جائے۔ تو صفائے خاطر سے انھیں سن رہا ہے۔ تیرے جسم نے میرے دودھ سے پرورش پائی ہے۔ میرا جگر اس وقت اگ میں کھولایا جا رہا ہے۔ تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ مگر تجھ میں ایک ذرہ برابر بھی حرارت

پیدائیں ہوتی۔ تیرا دل ہو کہ سڈا اس؟ اس شخص کے منہ سے جو باتیں
نکل رہی ہیں، تو اُن کا کس طرح تحمل کر رہا ہے؟

غیاث الدین۔ اے عورت! میرا کیا قصور ہے کہ خواہ مخواہ مجھ پر
لادے چلی جاتی ہو۔

زاہدہ۔۔۔ کیونے! ایک کتے کے منہ سے تو اُس عورت کو نہیں چھڑا سکتا
جس نے اپنے پیٹ میں تجھے رکھ کر پالا۔ اگر ہر ماں کو یہ خبر ہو کہ وہ تجھ جیسی
اولاد دے گی، تو دنیا میں انسان کی نسل منقطع ہو جائے۔

براق حاجب۔ ملکہ! آپ اس قدر حدت کیوں فرما رہی ہیں؟

بستر محبت کے ایسے پرناز مگر سے ایسی نفرت!

زاہدہ۔ اُف! پھر اُس افغی کے منہ سے زہر نکلنا شروع ہوا۔
میں بھی کیسی دیوانی عورت ہوں کہ ایک ایسے ملعون سے باتیں کر کے
اپنے تئیں ذلیل کر رہی ہوں جو اس قابل بھی نہیں کہ اس کے منہ میں
تھوکا جائے۔ رگمہ سے نکل جاتی ہے)

براق حاجب (غیاث سے) ہائے، اب معلوم ہوا کہ آپ میں جو
حدت ہے، وہ آپ کو ارثاً اپنی والدہ سے ملی ہے۔ آپ کے والد اپنی اولاد

عیال، دین، دولت کو دشمن کے پاؤں کے نیچے چھوڑ کر آپسکون جزیے میں جا چھپے تھے۔ اس حالت کو انھوں نے برداشت کیا۔ آپ میں برداشت نہیں۔ کچھ پروا نہیں حدت اُن مصیبتوں میں جو انسان کے سر پر پڑتی ہے سب سے زیادہ جلد گزر جانے والی مصیبت ہے۔ جلد اُن کے خون کی یہ حدت چلی جائیگی فکر نہ کیجئے۔ اس وقت وہ میری بات کو سوچیں اور سمجھیں گی اور ہمارا کام ٹھیک ہو جائیگا۔ مجھے اُمید نہیں کہ آج یا کل جلال الدین جبراً قلعے میں داخل ہو سکے۔

غیاث الدین۔ اے آدمی! تیرا کیا ارادہ ہے؟ ہم سے تو نے کیا خطا دیکھی کہ حقارت تو ہیں اور استہزاء سے ہیں مار ڈالنا چاہتا ہے؟ براق حاجب یہ احمق کسی طریقہ سے بات سمجھتا ہی نہیں۔ دو گھنٹے بعد سانپ کی طرح میرے پاؤں کے نیچے گھسے ہوئے جا رہے ہو گے ہیں ناحق کیوں تمہارا مردار خون گراؤں۔ اپنے تئیں زحمت میں ڈالوں۔ تم جیسے عاجز مخلوق کو ایک منٹ میں میں سکتا ہوں۔ کیوں میں غصہ ہو ہو کر اپنی طبیعت کو خراب کروں۔

مجلسِ پنجم

اشخاص سابقِ زراہدہ - بعدہ جابر

زراہدہ (دروازہ سے لوٹ کر) تو نے مجھے اس قید خانہ میں قید کرنے کے لئے بلایا تھا؟ پھر جو اذیتیں مجھے دی جانے والی تھیں ان سے لطف اٹھانے کے لئے خود بھی یہاں آگیا۔ کیوں ہر نا؟ جہنم کے دربان بھی جہنم کے مجرموں گنہگاروں کے ساتھ یہ نہیں کرتے، اے حمان کُش عہد و امان دشمن! ملو! غیاث الدین - کیسا قید خانہ؟

زراہدہ - گویا نہیں معلوم کیسا قید خانہ؟ دروازوں پر سیکڑوں مسلح عفریت مسلط ہیں۔ میں نے ایک قدم آگے بڑھنا چاہا، میرے سینے کی طرف چالیس پچاس خنجر ایک دم چمکائے گئے۔

غیاث الدین - براق! تیری جسارت اسی کی وجہ سے تھی۔ تیرے جاں میں آخر ہم بھینس ہی گئے۔ جی بھی تو اس گھبراہٹ سے جو شیر کے سامنے کتے کو ہوتی ہے، ہمیں تشفی دینے کی کوشش کرتا تھا۔

براق حاجب - غالباً حضرت ملکہ کو حدت کی وجہ سے خیالی صورتیں

نظر آنے لگیں، حدت و غصہ بھی ایک قسم کا بخار ہی۔ جس میں خیالات آدمی کے سامنے مجسم ہو کر نظر آنے لگتے ہیں۔

زاہدہ۔ افترا پر دازی، گستاخی، کیا تیرے مذہب میں عبادت ہے؟ تجھے شرم نہیں آتی اپنے کرتوتوں پر فخر کرتا ہے۔ اُن سے انکار نہیں کرتا۔ براق حاجب۔ میں آپ کے جاں جہان آرا کو دیکھ نہیں سکتا، مگر میرا خیال ہے چونکہ غصے کی سُرخی سے آپ کے رخ تاباں پر اور رونق آجاتی ہوگی، لہذا آپ نے بغیر غصے کے کلام کرنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ میری بات کا یقین مانئے۔ محلِ سراب کے گرد سپاہی میرے بٹھائے ہوئے نہیں۔

زاہدہ۔ آہ! جھوٹ کی قوت سے، میری آنکھوں کے دیکھے ہوئے ہوئے کو بھی غلط ثابت کرنا چاہتا ہے۔ یہ جو دروازے تک جلا دئے گئے ہیں، انھیں تو نے مقرر نہیں کیا تو کس نے کیا؟

براق حاجب (زور سے چلا کر) دروازے پر کون ہے؟

جابر (داخل ہو کر) میں ہوں، حضور۔

براق حاجب۔ چاروں طرف فوج کو تم نے متعین کیا ہے؟

جابر۔ جی ہاں۔ میرے ولی نعمت!

براق حاجب - کیوں ؟

جابر - اس لئے کہ ضرورت پیش آگئی تھی (براق حاجب کے ہاتھ میں ایک کاغذ دیتا ہے)

براق حاجب - یہ کیا ہے ؟

جابر - حضور خود ملاحظہ فرمائیں۔

براق حاجب (کاغذ پر نظر ڈال کر) وہ آدمی کہاں ہے۔

جابر - حضور ہیں ہی۔

براق حاجب - بلاؤ غیاث سے مخاطب ہو کر، شاہباش میرے

شہزادے تم سے اس قدر بہت اس قدر مہارت کی مجھے اُمید نہ تھی۔ اگر جیتے رہے تو کچھ کر لو گے۔ بادشاہ بھی ہو جاؤ گے۔

غیاث الدین - تمہارا یہ استہزا۔ یہ حقارت کبھی ختم بھی ہوگی کہ

نہیں۔ اس سے زیادہ کی مجھ میں برداشت نہیں۔ مجبوراً میں کوئی نہایت

سخت بات کہنے پر مجبور ہوں گا۔

براق حاجب - اگر محل کے گرد فوج محاصرہ کئے نہ کھڑی ہوتی

تو بیشک تمہاری دھمکی بے اثر نہ ہوتی۔ ایک لمحہ پہلے میں موزی تو سمجھتا تھا

مگر اژدھے کی طرح ایک سوہوم نوذی جانتا تھا۔ لیکن اب مجھے معلوم ہوا کہ تم افنی کے زہر کی طرح نادیدہ لیکن اُس کے زہر کی مانند تیز اور خوفناک اثر رکھنے والی ہستی ہو۔

غیاث الدین - تمہارا کیا مطلب ہے۔

براق حاجب - اب دس پندرہ منٹ ہوئے۔ آپ نے جو اوروں کے ساتھ معاملات کئے آپ کے وجدان کے سامنے میں نے اُن کی تشریح کی تھی۔ میرے ساتھ جواب آپ معاملہ کر رہے ہیں اُس کے متعلق اپنے وجدان ہی سے پوچھئے۔ وہ آپ کی خدمت آپ کی راحت کے لئے جو کچھ کیا گیا ہے اُس کی تھوڑی سی تشریح کرے گا۔

مجلس ششم

اشخاص سابق - جابر سلیمان

براق حاجب (اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے) آپ نے اپنی ضمیر سے اپنے کمینہ پن کے جس کی دنیا میں نہ نظیر ہے نہ عدیل اور جس پر آپ کو فخر ہے تعریف اس قدر عینی کہ اُس کے سوا آپ کچھ اور نہیں سن سکتے۔ پھر بھی

انسان جس چیز کو رات دن سنتا اور دیکھتا ہے اُسے اُس سے زیادہ لطف نہیں آتا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اپنے اوصاف اور لطائف کو آپ کسی دوسرے کی زبان سے سُنانا پسند فرمائیں گے یقیناً انسان کو اپنے سایہ سے زیادہ آئینہ میں اپنا عکس بہتر معلوم ہوتا ہے (جابر سے مخاطب ہو کر) کیوں ہے کہ یہ جابر۔ بیشک حضور بیشک۔

براق حاجب (غیاث سے) لیجئے آپ کے سامنے ہڈی اور گوشت سے بنا ہوا ایک آئینہ موجود ہے۔ اُس کی طرف متوجہ ہو جائیے اور اُس سے سوال فرمائیے۔

غیاث الدین (اپنے دل میں) میں نے اس آدمی کو کیوں دیکھا تو ضرور ہے مگر کہاں دیکھا ہے اور کب دیکھا ہے۔

زاہدہ۔ آہ خدا کی ایک کمینہ ترین ذلیل ترین مخلوق رو در رو اُس سے کہہ رہی ہے کہ تو ذلیل ہے شاید کہ شخص صحیح کہہ رہا ہے۔ شیطان کسی ماں کے بطن سے تو پیدا ہوا نہیں کہ میں کہہ سکوں کہ مجھ جیسی بد بخت کوئی اور عورت بھی ہوگی۔ یا اللہ کاش غیاث کی جگہ مجھے جلال دیا ہوتا خدا نے انسان کو مٹی جیسے سفلی اور تاریک چیز سے پیدا کیا لیکن اُس نے

انسان کو منظر نور اور شیطان کو منظر تاریکی بنایا۔ آہ جلال کی ماں جس وقت دنیا میں حلال کو لائی اُسی وقت مٹی ہو گئی۔ جب میرا غیاث عالم وجود میں آیا میں مستغرق نور ہونا مشرور ہوئی مگر آہ میں دیکھ رہی ہوں کہ گو جلال کی ماں کا جسم مٹی کا ڈھیر ہو چکا ہے۔ لیکن خود وہ عرش اعلیٰ پر اپنے آغوش کھولے ہوئے اپنے بچے کو گود میں لیتی ہے۔ میں دنیا کے تخت سلطنت جیسے اعلیٰ مقام پر ممکن ہونے کے باوجود قصر ذلت میں گری جا رہا ہوں۔ اُس کے پیچھے اپنے آئینے۔ اسفل السافلین میں پہنچا رہی ہوں۔
(روتی ہوئی بیہوش ہو کر گر جاتی ہے)

براق حاجب (غیاث سے)، آپ اپنی گفتگو سنا جاتے تھے میں بھی یہ ہی چاہتا تھا۔ مگر شاید جو کچھ انہوں نے کہا وہ آپ کے سنانے کے لئے نہیں کہا وہ اپنے ہی دل سے کہا۔ شاید ان کے منہ میں اس وقت بھی یہی گفتگو جاری ہے۔ ہمیں انہیں دق نہیں کرنا چاہیے۔ میں اور سلمان آپ کے حکم کے منتظر ہیں کچھ فرمائیے۔ کچھ پوچھیے۔

غیاث الدین - مجھے کچھ معلوم کرنا ہے کہ پوچھوں ؟
براق حاجب - آپ تو کچھ معلوم نہیں کرنا چاہتے۔ آپ پر تو ہر چیز

روز روشن ہے۔ مگر حضور کے حافظہ کو مدد دینے کے لئے میں چاہتا ہوں کہ اُن باتوں کی ایک مرتبہ پھر تکرار ہو جائے (گو آپ کو معلوم ہی ہیں) آپ کی امیرانہ زبان مبارک کو زحمت نہ ہو۔ اس لئے میں خود ہی سوال کرتا ہوں (سلمان سے) امیر جابر سے تم نے کیا باتیں کیں تھیں زرا پھر بیان تو کرو۔

سلمان۔ کل شام شہزادہ کے آدمی ایک مقام پر جمع تھے۔ میں بھی اُن میں تھا۔ یہ گفتگو ہوئی کہ جب تک براق حاجب زندہ ہے ہمارے لئے سلامتی نہیں۔ وہ قلعہ کو بھی اور ہم کو جلال الدین کے سپرد کر دے گا۔

غیاث الدین۔ ایسی نامعقول باتوں کا کیا یقین کیا جاسکتا ہے۔

براق حاجب۔ خدا حضور کے عمرو دولت کو برقرار رکھے (سلمان

سے) پھر؟

سلمان۔ اس کے بعد آپ کو مار ڈالنے کے لئے تجویزیں سوچی گئیں۔

براق حاجب۔ خدا اُس کی سعی مشکور کرے۔ وفادار لوگ ہیں۔

بائبر لوگ ہیں پھر؟

سلمان۔ پھر یہ قرار پایا کہ آپ کو غافل پائیں تو خنجر سے آپ کا کام

تمام کر دیں۔

براق حاجب - خیر کھونا تو آسان ہو مگر غافل پانے کے لئے چکمانہ
تدابیر سوچی گئیں تھیں ؟

سلمان - اس کا مجھے علم نہیں ہے۔ اتنا جانتا ہوں کہ اُن کے درمیان
ایک قرارداد ضرور ہوئی اور اس کے بعد انھوں نے حضرت شہزادہ سے
اجازت و حکم حاصل کر لیا۔ آج اپنے ارادہ کو پورا کرنے والے تھے۔

براق حاجب - حضرت شہزادہ سے اُنھیں حکم مل گیا تھا۔ کیوں ؟
غیاث الدین - میں نے اُنھیں حکم دیا ؟ (سلمان سے) ملعون یہ
جھوٹ - تو نے کہاں سے ایجاد کیا۔ کس متانت سے باتیں کر رہا ہے۔ آدمی
کے مُنہ سے سچی بات بھی نکلتی ہے تو اُس کے چہرے پر اس قدر متانت نہیں ہوتی۔
براق حاجب (سلمان سے) حضور کے فرمانے کی تصدیق کر لو گے

ہمارے حضور اگرچہ نوجوان ہیں مگر اُن کا تجربہ بہت زیادہ ہے۔ دن میں ہزار
جھوٹ بولتے ہیں اُس میں ایک آدھ بات سچ ہوتی ہے۔ تو اُن کی طرف
غور سے دیکھا کر۔ بات کو چاہا کر کہا کر اس بات سے مت ڈر۔ کہ لوگ کہیں گے
کہ جھوٹ بول رہا ہے۔ انسان چاہے خوارزم شاہ کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، وہ
اپنے تجاہل کو اتنا زیادہ نہیں کر سکتا کہ اپنے افعال کو بھی یاد نہ کر سکے۔ تو نے

جو کچھ کہا، اُس کے صحیح ہونے کو وہ تجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ مگر تیری طرز گفتگو اُنھوں نے پسند نہ فرمائی۔ تو نے اپنے اوضاع و حرکات میں کوئی حرارت کوئی اہمیت ظاہر نہ کی اس لئے اُنھوں نے اُنھارا ناراضی فرمایا ہے۔

غیاث الدین - حاجب! استنزا بھی ہو چکا، حقارت بھی۔ معلوم ہوتا ہے تم حقیقت میں میری طرف سے شبہ کر رہے ہو، میری بات کا یقین نہیں کرتے۔ اس رذیل مسکین کی بات پر اعتماد کر رہے ہو۔

براق حاجب - میرے شہزادے! اس تصور کی معافی کا آپ کی لطف و عنایت سے طلب گار ہوں۔ میں مراتب حکومت کے دوسرے درجے پر ہوں، میرے ہاتھ میں ایک مملکت ہے، اور میری قوت اس درجہ ہونیکی وجہ سے مجھ میں یہ اقتدار ہے کہ میری رعایا جتنا جھوٹا سال بھر میں بولے میں ایک دن میں بول سکتا ہوں اور اس کا اندازہ کر کے، میں نے حضور کی بات کا یقین نہیں کیا اور اس ذلیل فقیر کی بات کا یقین کیا۔ میرے شہزادے! دنیا جس وقت تک حضور کے تابع فرمان ہے اُس وقت تک ہم لوگ سچ بولنے کا پُرناموس ٹکیس دینے کے لئے کیوں مکلف ہوں؟ وہ مذلت وہ قید تو عوام کے لئے ہی چھوڑ دیں۔

سلمان - حضرت شہزادہ خوب اچھی طرح واقف ہیں کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا۔

غیاث الدین - خنزیر! میں تجھے ہی کب جانتا ہوں کہ میں یہ بھی جانوں کہ تو جھوٹ نہیں بول رہا۔

براق حاجب (سلمان سے) بیوقوف! خوارزم شاہی زمانے میں بادشاہ اس لئے سلطنت کرتے ہیں کہ سارے ملک کی رعایا کو اپنی انگلیوں پر نچائیں، اس لئے سلطنت نہیں کرتے کہ رعایا کی آرزو پوری ہو، یا ان کے حال زار سے واقف ہوں۔ ہمارے آقا تجھ جیسے نفرت کو بھلا کب خیال میں لائیں گے جس میں کارکردگی، اور سچائی کے سوا اور کوئی خوبی نہیں؟ رستی، ہمارے کھیتوں میں کام کرنے والے جانوروں، ہمارے باغوں کے درختوں غرض کہ اپنے ملک میں رستی، سچائی اور محنت کا تصور اگر کرنا ہو تو تمہیں حیلوں اور جادات میں کرنا ہوگا۔

غیاث الدین (براق سے) میری بات ابھی میرے منہ میں ہی تھی تم نے اسے پورا نہونے دیا، چنانچہ ساقط کی طرح کر دیا۔

براق حاجب - زندہ بادشاہزادہ، بادولت و اقبال زندہ باد۔

کیا عمدہ تشبیہ اپنے بیان فرمائی ہے۔ درحقیقت کلام الملوک، ملوک الکلام
 آپ کے جلالِ اعلیٰ اُس سر تو بہ تو بہ، مجھ سے سہو، یہ خطا سرزد ہو گئی۔ میں
 پروردہ خاندانِ ادب نہیں، اس لئے اس قسم کے قصوروں کی معافی چاہتا
 ہوں۔ اُن سر نہیں، جناب نہرار اسپ، نہایت اعلیٰ درجہ کے شاعر تھے، حتیٰ کہ
 جس وقت کہ اپنی جان بچانے کے لئے صحرائے قحاق میں، دریائے ریگ
 میں بھاگے بھاگے پھرتے تھے اس وقت بھی شعر موزوں فرماتے تھے۔
 ذوقِ ادب تو آپ میں دراثماً پھنپنا ہی۔ میرے شہزادے حسنِ طبیعت اور امارت
 دونوں آپ کو درنہ میں ملی ہیں۔

غیاث الدین۔ مجھے بات نہ کرنے دو گے۔

براق حاجب۔ میری کیا مجال حضور! فرمائے۔ آپ کو اپنی تمام
 زندگی میں جس قدر باتیں کرنے کی آرزو ہو اُن سب کو ایک جگہ جمع کر کے
 کہہ ڈالے۔

غیاث الدین (سلمان سے) یہاں آگئے۔ تجھے میں اب سمجھوں گا۔
 براق حاجب (سلمان سے) حضور کے پاس جاؤ گئے لیکن انھیں
 کسی پہلو پر کاٹ مت لینا۔ میں تو میں ایک ایک کر کے تیرے دانت اکھاڑ

ڈالوں گا۔ اور اگر کہیں وہ مجھے کاٹ لیں، تو خبردار، آواز مت نکالنا نہیں تو
تیری زندہ کھال اُدھیر دوں گا۔ اب بول اس کے بعد کیا باتیں ہوئی تھیں۔
غیاث الدین۔ کیا بالکل مجھے خاموش کرنا چاہتے ہو، اگر ایسا ہی؟
تو ایک دفعہ میرا گلا گھونٹ دو اور مجھے خاموش کر دو۔

براق حاجب۔ ازراہ کرم یہ خدمت اُن لوگوں کے سپرد فرمائیے
میں نے بہت جلاؤں سے کام لیا ہے، مگر خود جلاؤی نہیں کی۔ فرمائیے ارشاد
فرمائیے، میں، حضور کی والدہ کی طرح، حضور کے باپ کی طرح خاموش ہو جاؤں گا۔
زرا پدہ (کچھ ہوش میں آکر) آہ یہ کتنا! دنیا میں انسانیت کا حس باقی
نہ رہے۔ اس لئے اس نے اس کا تہیہ کر لیا ہے۔ زندوں کو کافی نہیں سمجھتا
کہ مُردوں پر بھی اپنی زبان تیز کرتا ہے۔ اپنے دانتوں کو کدال کی جگہ استعمال
کر کے قبروں میں گرے ہوئے مُردوں پر چلاتا ہے۔

براق حاجب۔ حضرت ملکہ کا پھر خون جوش میں آنے لگا۔ تھوڑی
دیر میں وہ رونا شروع کر دیں گی۔ رونے والا ہٹ جائے۔ فرمائیے آپ فرمائیے
کیا فرما رہے تھے۔ سلمان تجھ سے کیا فرما رہے تھے۔

سلمان۔ شانہ زادہ ابھی فرما رہے تھے کہ وہ مجھے نہیں جانتے حالانکہ

جب انہوں نے ملک نصرت کو مارا ہی وہ بیچارہ میری گود میں گرا تھا۔ نہ معلوم وہ مجھے کہوں نہیں پہچانتے شاید یہ اس وجہ سے کہ میرے چہرہ پر خون کے جو قطرے پڑے تھے ان کا اثر اب کچھ باقی نہیں رہا۔

زراہرہ - آہ تبتول جان سے جاتا ہی۔ غلام اپنے گناہ حاف کر لیتا ہی لیکن یہ مجھ سے انتقام لینے سے باز نہیں آتا۔ میری آہ و زاری، فریاد و ندامت سے کچھ فائدہ نہیں۔ عادل مطلق جان کے بدلے جان کے سوا کوئی اور چیز قبول نہیں کرتا۔

سلمان (غیث سے) آپ میرے چہرہ کو غور سے ملاحظہ کیجئے۔ امید ہے آپ کو یاد آگیا ہوگا۔ اگر میرا خیال صحیح ہے تو حضور کو یہ بھی یاد آگیا ہوگا کہ میں جھوٹے لوگوں میں سے نہیں ہوں جس وقت آپ نے ملک نصرت کو زخمی کیا تھا تو آپ نے یہ خیال کر کے کہ اس زخم سے وہ نہ مرے گا۔ اُس پر خنجر کا ایک وار اور کرنا چاہا تھا۔ اُس وقت میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ یہ بیچارہ دو گھنٹہ سے زیادہ نہ جیے گا۔ اس کی جان غزرائیل کے پنجہ میں ہی خنجر کی ضرورت نہیں میری بات پورے طور پر ٹھیک نکلی تھی یا نہیں۔ اے میرے رحیم و کریم شاہزادے !

غیاث الدین۔ ملعون کیا میں اپنی سرگزشت تجھ سے پوچھتا ہوں۔
میں نے یہاں کب لوگوں کو حکم دیا کہ حاجب کی جان کا قصد کریں۔
سلمان۔ کل شام جس وقت کہ موزن منارہ سے اللہ کے بندوں کو
عبادت کے لئے بلارہا تھا۔

غیاث الدین۔ چپ خنزیر۔
براق حاجب (غیاث سے) اگر خاموشی میں کوئی فائدہ تھا تو اس کا
حکم اپنے تابعین کو دنیا زیادہ آسان اور زیادہ کارگر ہوتا۔ اے میرے شاہنشاہ
غیاث الدین۔ آہ یقین کرتا ہوں! اس وقت برسر حکومت ہے۔
صاحب تجربہ ہوں۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ کانوں سے سن رہا ہوں کہ یہ
مرد و دمچ سے ملک نصرت کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ پھر بھی اپنی آنکھ اور کان
پر اعتبار نہیں کرتا اور اس گتے پر اعتبار کرتا ہے۔

سلمان۔ فرمائیے کہ یہ خاکسار مغزی اور جھوٹا ہے مگر کیا حضور کے
نوکر بھی جھوٹے ہیں۔ اُن میں سے کوئی مجھے نہیں جھٹلاتا۔ امیر جابر کھڑے ہیں
براق حاجب (جابر سے) عجیب۔ حضور کے نوکروں سے
تو نے اس قدر دوستی پیدا کر لی تھی کہ ایسے ہم اسرار سے واقفیت

مائل کر لی۔

جابر۔ مجھے جس وقت سلمان نے خبر دی میں نے اُن سب کو گرفتار کر لیا۔ کچھ کا نام سننے ہی سب نے قبول دیا۔ حتیٰ کہ اُس میں سے کوئی ایسا سورا بھی نہ نکلا کہ جو اُس کی ایک ہلکی سی تکلیف کو بھی برداشت کر سکتا۔

براق حاجب۔ جان چھوڑانے کے بدلے اپنے اوپر مصیبت مول لینے سے کیا حاصل۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بہادری ہو گی کہ اپنا ایک بال بیکاکے بغیر موت کے پنجے سے اپنی جان چھڑائی۔

غیاث الدین (جابر سے) اُنھوں نے کہا کہا کیا کیا ہدیان بکا۔ جابر۔ اگر اُن سب کے بیانات کو بالتفصیل عرض کروں تو شام تک بھی ختم نہ ہو۔ اُس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔ سب نے اس بات کو بیان کیا کہ وہ حاجب صاحب کو مار ڈالنے کا قصد رکھتے تھے اور بطور معذرت کے یہ کہتے تھے کہ ہم حکم کے بندے ہیں کیا کریں۔

غیاث الدین۔ آہ مروودو۔ آہ ملعونوں۔ آہ کمینوں! اس کام کا اُنھوں نے خود ہی ارادہ کیا اور خود ہی پورا کرنا چاہا۔ مجھ سے اجازت نہ ملی۔ اس لئے ہمت نہ کر سکے۔ اب کہتے ہیں کہ حکم کے بندے ہیں مجھ پر

تمت لگانے کی سوائے کوئی راہ نجات نہیں پاتے۔

زاہدہ (اپنے دل سے) تجھ جیسے آقا کے نوکر اور کیسے ہوں گے۔

سانپ کی ڈالی ہوئی لکیر پر پولیہ کے سوا اور کون جاسکتا ہے؟

براق حاجب (جابر سے) بہادری اور مردانگی کی حقیقت (وہ)

بھی شاہی بہادری اور شاہی مردانگی) تم نے دیکھ لی۔ ہمارے آقا

ظل اللہ کھائے جارہے تھے۔ مگر جب بلائیں آئیں تو خدا کی بندگی پر غلام

کی خدمتگاری کو ترجیح دی۔ اور چنبلے مایہ آدمیوں کے سائے حمایت کے

نیچے آگئے۔ اُن بیچاروں نے بھی اپنی جان جب خطرہ میں دیکھی تو اپنے

ولی نعمت اپنے شہزادہ کو اپنا سپر بنانا چاہا۔ یہ بالکل قدرتی بات ہے۔

غیاث الدین۔ اے شخص تم جیسی کہو میں ویسی قسم کھانے کے لڑ

طیار ہوں۔

براق حاجب۔ حضورؐ میں اپنے اخلاق کی کمزوری بیان

کر کے معافی کا خواستگار ہونا چاہتا ہوں۔ مجھ میں یہ عادت ہے کہ جھوٹ

کہتے وقت لوگوں کو یقین دلانے کے لئے بیچ میں کہیں کہیں قسم بھی کھالیا

کرتا ہوں اس لئے میری نظر میں جھوٹ اور سچ میں تفریق کرنے کے لئے

قسم کوئی برہان قاطع نہیں ہے۔

غیاث الدین - میں کیا کہوں۔ تیری جان لینے کا انھوں نے آپس میں اقرار کیا تھا مجھ سے بھی اس کا ذکر کیا تھا۔

براق حاجب (بات کاٹ کر) لیکن آپ نے انھیں روک دیا۔ سنا؟
پھر مجھے اُس کی خبر نہ کی۔ یہ غالباً اسی وجہ سے تھا کہ مجھ جیسے بڑھے غلام کو فکر و تکلیف نہ ہو۔ لیکن آپ کے نوکر جنھوں نے اس بڑھے غلام کے چند روزہ عمر کو بھی زیادہ سمجھا اور اُسے ختم کرنا چاہا انھیں بھی حضور نے کوئی سزا نہ دی
حضور کا رحم وسیع ہے حضور کے زمانہ سلطنت میں کوئی کسی کو تکلیف نہیں پہنچا سکتا
اور نہ پھینچانا چاہتا ہے۔ ہونا میرے شانہ و آبرو؟

زادہ (اپنی طبیعت کچھ بحال کر کے اور براق کے قریب پھینکر) مجھ سے کہو جو کتنا چلتے ہو، مجھ سے کہو جو پوچھنا چاہتے ہو۔ مجھ سے جواب لو۔

براق حاجب - آؤ۔ آپ سے جواب لوں یہ بات ہے بے شک
ہر ایک ماں اپنے بچے کے پوڑے دھونا اپنا فرض سمجھتی ہے لیکن دوتین
مہینے یا حد سے حدتین چار برس کے بچے کے۔ لیکن شاید خوارزم شاہی محلہ سرا
میں مائیں اس کام کو اُس وقت بھی کرتی ہیں جب کہ ان کے بچوں کی

داڑھیاں نکل آتی ہیں۔ خیر حضرت ملکہ کا جو حکم اس کے بعد حضور ہی سے گفتگو کروں گا۔ مگر تھوڑی سی بس دو منٹ مہلت دیجئے۔ زرا یہ بھی سٹر چھٹ جائے۔ جابر!

جابر۔ حضور

براق حاجب۔ قلم میں کس قدر فوج ہے۔

جابر۔ کوئی تین سو کے قریب۔

براق حاجب۔ بہت خوب سو آدمیوں کو بھیجوان نوکروں کو

لائیں اور سامنے کے میدان کے درختوں میں اُنھیں لٹکائیں۔

جابر۔ جو حکم دجاتا ہے

براق حاجب۔ مرحوم خوارزم شاہ کسی کو قتل کا حکم دیتا تھا تو اُس کی

گردن ماری جاتی تھی۔ حجاج اور ابوسلم کو بھی یہی شوق تھا۔ اصل یہ ہے

کہ گردن مارے جانے سے انسان کا خون فوارہ کی طرح خوب نکلتا ہے اور

ادھر ادھر گر کر عجیب شکلیں بناتا ہے لیکن پچانسی اور یہی چیز ہے۔ پچانسی پر

لٹکائے ہوئے آدمی کا ہر عضو ہر گزرنے والے کی نظریں۔ موت کی دہشت

کی پوری طور پر تعریف کرتا ہے۔ انسان جب انسان کو پچانسی پر چڑھاتا ہے

تو اُسے مارتا بھی ہے۔ اور سکرات موت کے تصور کو سامنے رکھ کر مارتا ہے۔
لیکن باوجود اس کے خون کا ایک قطرہ نظر نہیں آتا۔ اس خاکسار کو خون سے
نہایت درجہ نفرت ہے۔ دیکھئے وہ آرہے ہیں۔ آپ سیر کر رہے ہیں؟

غیاث الدین۔ آہ میں خنزیروں کو دیکھ رہا ہوں۔
براق حاجب (بات کاٹ کر سلمان سے) اپنے ساتھ چند آدمیوں
کو لے اور حضرت شاہزادہ کو اُن درختوں تک پھینچا۔ وہ اپنے پروردہ
خنزیروں کی سیر کرنا چاہتے ہیں (غیاث سے) سو رکھانے والی قوم۔
سو رکس طرح مارتی ہے میں نہیں جانتا۔ اور نہ جاننے کا مجھے شوق۔ ان
مرد و دودوں کو اگر پھانسی دینے میں میں نے غلطی کی تو حضور معاف فرمائیں
رسمان سے چنگیز خاں کو جب یہ ضرورت پیش آتی تھی کہ کسی بادشاہزادہ
کو قتل کرے یا جان لے۔ خود اُس کی کمان کے چلہ سے اُس کا گلا گھونٹے
جانے کا حکم دیتا تھا۔ اس ولی نعمت زادہ کا بھی اسی طرح گلا گھونٹو۔ دیکھو
کمان یہ موجود ہے دیوار میں لٹک رہی ہے۔ اُس پر غیاث الدین لکھا ہوا ہے۔
نبرد ار حضرت شاہزادہ کو تکلیف نہ پہونچے۔ اگر تم میں سے کسی نے آداب
ملوکانہ کا خیال نہ رکھا تو میں سخت سزا دوں گا۔ اگر ایسے جہیثوں کی ہزار

جانبیں بھی ہونگی تو مجھ سے نہ بچ سکیں گی (زاہدہ سے) فرمائیے ملکہ اب ہم آرام سے باتیں کر سکتے ہیں۔

زاہدہ۔ آہ جس دن قابیل دنیا سے گیا اُس دن حوا کے جسم کو اُس سانپ نے بھی جو شیطان کے قلب میں جا چھپا تھا زہر آلود کرنے کی کوشش نہیں کی تھی مگر اے میرے اللہ انسانوں میں شیطان سے زیادہ ملعون۔ سانپ سے زیادہ دنی مخلوق بھی ہے۔ یہ شخص میرے جگر پارہ کی جان بھی لیتا ہے اور مجھ سے بے پروا یا نہ طریقہ سے باتیں بھی کرنا چاہتا ہے ہنس ہنس کر مجھے اپنے خون آلود دانت بھی دکھانا چاہتا ہے۔ ایک بیچاری ماں کے وہ آنسو جو اپنی اولاد کے لئے آنکھ سے گرتے ہوں۔ اُنہیں الیسا خوش خوش ہو کر دکھتا ہے۔ گویا وہ بارانِ رحمت کے قطرے ہیں۔

• عیث الدین۔ اب تک تو میرے خاندان کے نمک سے پلا، اب میری ہی جان لینا چاہتا ہے۔ کیا تیرے لئے حقوق، عہد، امان، سب بے معنی الفاظ ہیں۔ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ وحشی خونخوار شیر بھی اُس آدمی سے تعرض نہیں کرتے جس نے اُن کے ساتھ بھلائی کی ہو۔

براق حاجب۔ پھر وہی حق نعمت کا ذکر! یہ بحث میری سمجھ میں

نہیں آتی (مسلمان سے) مسلمان، تو حکم کی تعمیل یوں کرتا ہے؟ بس جا، بس جا۔
اس شخص کی آواز سنتا ہوں تو مجھے خیال ہوتا ہے کہ دوسری دنیا سے کوئی
بول رہا ہے اور میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

مسلمان اشارہ کر کے چندہ سپاہیوں کو بلاتا ہے جو ایک دم غیاث کی طرف
جھپٹتے ہیں)

غیاث الدین (اٹک اٹک کر) آہ جلال .. جلال .. جلال ..
خنزیر - .. آہ

(غیاث الدین کو گھسیٹ لے جاتے ہیں)

زاہدہ (تیزی سے اوزنڈر ہو کر براق کی طرف دوڑ کر) نہیں!
ہاتھ نہ ڈال، میری اولاد پر ہاتھ نہ ڈال۔ میں باقی ہر بات کے لئے
راضی ہوں، ہر بات کے لئے۔

براق حاجب - میرے اس قدر قریب نہ آئے۔ میں پسینے میں
تر ہوں، اُس کی بوسے آپ کو تکلیف ہوگی۔

زاہدہ - آہ چھوڑ دے، خدا کے واسطے اس استہزا کو، چیتے کی
طرح جان لینے کے لئے کیسین نکالنی چھوڑ دے تو میرے

بیٹے کو مار رہا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی جان کو تو لینا چاہتا ہے۔ ایک عورت کے ہاتھ سے خدا کی دی ہوئی نعمت کو چھیننا چاہتا ہے تو خدا سے خوف نہیں کھاتا۔ براق حاجب - حین خاتون ! میری جان بھی تو خدا نے ہی مجھے عطا کی تھی۔ آپ کے صاحبزادے بلند اقبال نے اُس عطائے الہی کو مجھ سے چھیننا چاہا۔

زیادہ - تو تو زندہ ہے۔ اسے مار ڈالیں گے۔ اگر اُس نے تیرے خلاف کچھ بڑا ارادہ کیا بھی، تو اُس پر وہ قادر نہیں ہوا کیا زندہ آدمی کا اُس کے دشمن سے قصاص لیا جاتا ہے۔ آہ ! ملک نصرت نے مرتے دم، غیاث کو معاف کیا تھا تو زندہ ہی۔ لیکن اُسے معاف نہیں کرتا۔

براق حاجب - تو معلوم ہوا کہ آپ نے جب اُس مبارک اولاد کو بنا تو یہ کہہ کر جبا کہ وہ جسے چاہے مار ڈالے اور جسے مارے وہ نفس واپس میں اُسے معاف بھی کرے۔ ان باتوں پر یقین کرنا ماؤں کا ہی کام ہے۔ معلوم نہیں آپ نے اس پر بھی غور کیا ہے یا نہیں کہ عورتوں میں نفاس کے زمانے میں تھوڑی سی دیوانگی آ جاتی ہے اور ہر عورت جو بچہ بنتی ہے آئندہ کو اس دیوانگی سے متاثر رہتی ہے۔ اس دیوانگی کا نام بعض حضرات

نے حسن تاویل سے ماں کی شفقت رکھا ہے۔ اس دیوانگی کی وجہ سے ہر عورت اپنے بچے کو دنیا کے لئے ایک رحمت خیال کرتی ہے۔ میں نے ایک وقت ہندوستان میں ایک کالی نوڈی سے اُس کے بچے کی تاریخ ولادت پوچھی تھی۔ اُس نے جواب دیا۔ جس وقت میرا بچہ پیدا ہوا۔ آفتاب فوراً غروب ہو گیا تھا۔ اس قدر افتخار اس قدر غور سے اُس نے یہ جواب دیا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی نظریں اُس کا کالا لڑکا آفتاب کا بدل ہے۔ بلکہ اُس کی بات سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ وہ اپنے بچے کو اس قدر علوی، نورانی سمجھتی تھی جس سے شرما کر آفتاب نے اپنا منہ چھپا لیا۔ یہ دیوانگی ہے نا، مگر پوشیدہ دیوانگی سب سے زیادہ مضر ہوتی ہے اس کی مضرت ماں اور اولاد دونوں کو ہوتی ہے۔ ایک فیلسوف کا قول ہے کہ بلاؤ اپنے بچوں کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ خوبصورت ہیں اور اس لئے سب سے زیادہ پرلذت ہونگے۔

ترجمہ - آہ! اللہ نے جو صفت خاص اپنی مرحمت سے پیدا کی ہے یعنی ماں کی ممتا، تو اس کی منہسی۔ اڑا رہا ہے۔ ماں کی محبت کو تو فضول خیال کرتا ہے۔ تجھے قدرت نہیں کہ جنین کو رحم سے نکال ڈالے،

تو قلب کے ہزار، ہر گ کو پارہ پارہ کر رہا ہے اور اُس میں سے جو محبت
اولاد اُبل رہی ہے اُسے اپنے خنجر کی نوک سے نکال نکال کے پھینکنا چاہتا
ہے۔ کیا تجھے ماں نے نہیں جنا؟ کیا تو شیطان کی طرح آگ سے پیدا ہوا ہے؟
یراق حاجب۔ اگر میں آگ سے پیدا ہوتا تو دکھائی نہ دیتا۔ لوگوں
کی آنکھوں سے پنہاں ہو کر، جو چاہتا کرنا، انسان کے لئے کیسی خوش بختی
ہے۔ چھ سو برس سے حاجی شیطان پر پتھر پھینک رہے ہیں، مگر اب تک اُن کا
ایک پتھر اس کی ایک کافی آنکھ، یا انگڑی ٹانگ پر نہ لگا۔ حضرت شیطان ہیں
کہ برابر فرشتوں اور انسانوں کو ناچ بچا رہے ہیں؛ ایسا ناچ بچا رہے ہیں کہ
ہم عیسیٰ مخلوق بعض اوقات خالق کو بھی بھلا دیتی ہے۔ آپ کے صاحبزادہ
بلند اقبال نے اپنا سارا زور مجھ پر ہی صرف کرنا چاہا اپنے خدمتگاروں تک
پر حکم نہ چلا سکے چوبیس گھنٹے سے جس قدر بارش شگفتے فضا کی اس پر
ہو رہی ہے اُس نے اُس کے لئے ایک پردہ بنا دیا ہے۔ نہ دکھائی دینا علیحدہ
چیز ہے اور قوت علیحدہ چیز۔ فکر شیطانی، سایہ تشریف میں نشوونما پاتا ہے۔
زاہدہ۔ انسان جن حیات کو مقدس خیال کرتا ہے وہ کافی نہ ہوئے تو اب
تو نے خدا پر زبان کھولی۔ اب تک جو تو نے ڈھایا وہ کافی نہ تھا کہ اب تو

کعبہ کو ڈھانا چاہتا ہے۔

براق حاجب - خوب مجھے معلوم نہ تھا کہ عاجز عورتوں میں بھی قدرتِ کاملہ کے حامی موجود ہیں۔ غصہ نہ فرمائیے۔ آپ کے چہرہ کو میں نے دیکھا عدت اور غضب سے اُس میں کوئی رونق نہیں آتی۔ ادھر تشریف لائے۔ حضرت شہزادہ کو اس دنیا کے آخری منزل کو لے جا رہے ہیں۔ آپ اپنی آنکھوں سے اُن کا آخری جمال دیکھنا چاہتی ہیں؟

زاہدہ - جلدی سے (کھڑکی کی طرف دوڑ کر) لے گئے۔ ہائے
لے گئے۔ اب اُسے مار ڈالیں گے۔ شاید اس وقت اس کی جان لے رہے
ہوئے۔ کیا تجھ میں اتنا انصاف بھی نہیں کہ اُس سے پہلے میری جان لے۔
میرے دل میں خنجر مار دے اور میرے جنازہ کو اُس کے جنازہ کے پاس
جا کر ڈال دے (براق کے ایک نوکر سے خنجر چھین کر اُس پر حملہ کرتی ہی)
آہ ملعون تجھے نہ چھوڑوں گی کہ تو غیثات کی موت دیکھے۔ کتنے تجھے نہ چھوڑی
کہ میری اولاد کا گوشت کھائے۔

براق حاجب (بہت اطمینان سے زاہدہ کے ہاتھ سے خنجر چھین لیتی ہے)
اور اُس کے سینہ میں گھسا دیتا ہے (زاہدہ ہیوش ہو کر گر پڑتی ہے) کیا تو نے

آدمی کو مار ڈالنا بچہ بننے کے برابر آسان سمجھا رہی ؟

مجلس ہفتم

اشخاص سابق - جابر

جابر (گھبرایا ہوا اندر داخل ہو کر) سلطان جلال الدین قلعہ کی دیوار پر سے گھس آیا اور ہماری آدھی قوم تلف ہو گئی۔ آدھا ملک ہاتھ سے نکل گیا۔

براق حاجب - کیسے دیوار پر سے آگیا ؟

جابر - حضور بن آگیا۔ کیسے آگیا۔ اس کی تفصیل کا وقت نہیں۔ وہ سامنے سے اُن کے نیزوں کا سایہ پڑتا چلا آ رہا ہے۔ نیچے حضور کا گھوڑا طیار ہے۔ ایک ہزار کے قریب فدائی میرے ماتحت موجود ہیں۔ اس وقت اگر ایک منٹ بھی ہم نے ضائع کیا تو ایک عمر ایک دولت ضائع کرنے کے برابر ہوگا۔

براق حاجب - اس قدر گھبراؤ مت۔ چلو چلتا ہوں وہ دہنی

جانب سے آ رہا ہے؟

جابر۔ ہاں

براق حاجب۔ اس طرف کو، بغداد دروازہ سے (سب جاتے ہیں)
 زاہدہ اپنے زخم کی بیہوشی سے ہوش میں آنے کی کوشش کر کے
 غیث! بد بخت، غیث! آہ! جلال! جلال!
 (پردہ گرتا ہے)

پردہ یازدہم

{ ایک وسیع میدان کے کنارہ ایک محل۔ محل کے دریمچ کے نیچے غیاث الدین کا جنازہ۔ کچھ فاصلہ پر اور جنازے بھی دکھائی دیتے ہیں }

مجلس اول

جلال الدین۔ اور خاں نور الدین

جلال الدین (اور خاں سے) کیسے بھاگ گیا؟ کدھر کو چلا گیا؟
اور خاں۔ ہمارے سامنے سے بھاگ گیا۔ سیاہ نیم آستین پہنے ہوئے
تھا اور ایک مشکلی گھوڑے پر سوار تھا اور جس طرح تاریکی نور کے سامنے گزیرا
ہوتی ہے، ایسی سرعت سے وہ بھاگا۔ ابتداءے آفرینش سے جس طرح دن
رات کا تعاقب کر رہا ہے اور آسے نہیں پکڑ سکتا ہم بھی اس کے پیچھے بھاگے
مگر اس کو پکڑ نہ سکے۔ ایک منٹ ایک سیکنڈ میں وہ غائب ہو گیا، اے

میرے بادشاہ !

جلال الدین - اسفل السافلین میں جائے ! وہ کہاں ہے ؟ وہ
یادگار کہاں ہے ؟

سلمان (ہاتھ سے عیناث کے جوازہ کو دکھا کر) وہ ہے میرے بادشاہ !
اپنی جلی ذلت کے ساتھ انفی کی طرح زمین میں پڑا ہوا ہے
جلال الدین (سلمان سے) آئیں ! کیا تو حاجب کے جلا دوں میں
سے ہے ؟

سلمان - نہیں میرے بادشاہ ! میں ملک نصرت مرحوم کے نمک پرورد
میں سے ہوں -

جلال الدین - الہی ! تیری حکمت بھی کس قدر عجیب ہے ؟ میرے
نزدیک کیا بیچارہ نصرت کا خون ، اتنے مسلمانوں کے خون سے زیادہ قیمتی تھا
کہ اس کے خون کا انتقام لے لیا گیا (سلمان سے) تو اس ملک کے راستوں
سے واقف ہے - ہماری فوج کے ساتھ جا ، تو کم سے کم راتہ تبنے کے کام
ہی آئے گا (اپنے دل سے) انتقام سے زیادہ کرمیہ کوئی چیز میری نظر
میں نہ تھی ، اور واسطہ انتقام کو میں اس سے بھی زیادہ کرمیہ خیال کرتا تھا -

جب کہ وہ دشمن اپنے ہی خون سے ہوا اپنا ہی بھائی ہو۔

جلال الدین (غمنگین آواز سے) ہاں اگر میں اس بات سے مکدر ہوں
کہ میرے بھائی کی دین و دنیا ایک ساتھ خراب ہو گئی۔ تو کیا مجھے قابل الزام
قرار دو گے؟

اور خاں۔ نہیں، ہرگز نہیں، اے میرے بادشاہ! کہتے ہیں اللہ
تعالیٰ اپنی دنیا کو دیکھنے سے شرماتا ہے۔ اسی طرح آپ کا گریہ تاثر آپ کی
آنکھوں میں پوشیدہ رہنے کی کوشش کر رہا ہے مگر مجھے یقین ہے کہ اس کا
چھوٹا سا قطرہ بھی، اس رحم الراحمین کے نزدیک اتنا ہی مقبول ہوگا جتنا اس
شہید کا خون جو راہ حق میں گرے۔ میں جس طرح دنیاوی جنگوں میں حضور سے
کبھی علیحدہ نہیں ہوا اسی طرح میں اس وقت یہ ظاہر کرنے کی جرات کرتا ہوں
کہ اس وقت حضور کے حیاتِ قلب کی جنگ میں میں حضور کا تابع ہوں۔

جلال الدین (مترددانہ) اور تمہارا برادر زادہ؟

اور خاں۔ ہاں، اے میرے بادشاہ! میں نے اپنے برادر زادہ
کو حضور کی آنکھوں کے سامنے قتل کیا۔ مگر جس نیزے سے میں نے اس کا
جگر چھیدا، اس کا عکس روحانی میرے قلب کے بھی پار ہو گیا تھا، آپ

قطب الدین کو راہ حق میں قربان کرتے وقت متاثر ہوئے تھے، میں بھی ظاہر
 کو راہ حق سے جدا ہونے دیکھ کر اسے محو و لطف کرتے وقت متاثر ہوا تھا
 یہ تیرہ خاک، دنیا میں جس قدر تفاوت، جتنا امتیاز ہے اس سب پر پردہ
 ڈال دیتی ہے۔ انسان اگر اختیار و قربانی
 سے متاثر نہ ہو تو اختیار و قربانی میں کیا فریت و فضیلت رہ جاتی ہے۔

مجلس دوم

زاہدہ محل کی کھڑکی میں سے دکھائی دیتی ہے جلال! جلال!
 آہ! نور خدا نے جلال کی شکل اختیار کر لی ہے اور وہ یہاں خراماں ہے مگر
 افسوس کہ تاریکی میری آنکھوں پر چھا جائے گی اور میں اس کے چہرہ منور
 کو نہ دیکھ سکوں گی۔ جلال! مجھے اپنے پاس بٹالے، جلال حکم دے کہ
 مجھے تجھ تک پہنچا دیں۔

جلال الدین (گھبرا کر) اس بیچاری کو کیا ہو گیا ہے؟

نور الدین - کھڑکی میں بے جان سی ہو کر گر پڑی ہو، نہ معلوم حاجب ملعون نے اسے زخمی تو نہیں کیا؟ یا اس کا گلا تو نہیں گھونٹا، گرتے وقت اس کے جسم میں کوئی حرکت ایسی نہ تھی جس سے کہا جائے کہ اس کا جسم اس کی روح کے قابو میں تھا۔

جلال - جاؤ، جلدی اس تک پہنچو، اور اسے یہاں لے آؤ (نور الدین دوڑتا ہوا جاتا ہے)

اور خاں - ابھی لائے اے میرے بادشاہ! مگر کیا زیادہ مناسب نہ ہوگا، اگر حضور ہی اوپر تشریف لے چلیں۔

جلال - مجھ میں کہاں اس کی قوت رہی۔ کیا خوب فتح کا وقت، کیا عجیب روز مسرت ہو! (دروتا ہوا، زمین پر گرتا ہے) یا اللہ! یا اللہ! تو عالم و شاہد ہو کہ مجھے اب اپنے جسم دل اور آنکھوں پر قابو نہیں رہا۔ اپنی معشوقہ اپنے جگر پارے کو جس وقت میں نے اپنے ہاتھ سے ڈبویا، تو نے مجھے اس کی قوت عطا کی، تو نے دریاے سنت کے پار چھپایا۔ اس سیلاب میں، میری آنکھ سے ایک قطرہ آنسو تو نے نکلنے نہ دیا۔ میرے جگر پر جو گزری، گزری، میرے قلب کو چہرہ انسان نہ دیکھ سکی۔ اپنے ضعف و عجز کو میں چھپا سکا، تیری راہ

میں تیرے لئے میں نے جو کچھ برداشت کیا، اُسے تو ہی جانتا تھا، اگر میرے تاثرات، تیری باب عدالت میں جرم قرار دیئے گئے۔ تو تو معاف کرے گا، اگر معاف نہ بھی کرے گا تو میرے راز کا راز داں تو ہی ہے اور اس لئے وہ فاش نہ ہوگا، اس کا مجھے یقین تھا، لیکن اب میرا قلب میرے جسم کو قابو میں رکھنے سے عاجز ہے، الہی! اپنے عزیزوں میں سے ایک خائن کے جنازہ کو دیکھ کر، ایک بیچاری کی فریادوں کو سن کر، تیرے بندوں کے سائبیاب و ناتواں ہوا جا رہا ہوں۔ رو رہا ہوں۔ اللہ تو شاہد ہے کہ اب مجھے اپنے اوپر قدرت نہیں رہی۔

اور خال (اپنے دل سے) کیسا شاندار وجدان ہے وہ بائین جن کا شمار بہترین محاسن اور معانی میں ہوتا ہے اور اگر کسی سے نسبت بھی دی جائے تو وہ فخر کرے۔ انھیں بھی کس نفسی سے اپنے اوپر عیب و قباحت کا رنگ دیتا ہے (جلال سے) میرے ولی نعمت، دنیا کے ایک گوشے میں بادشاہ نہیں، آپ عرش اعلیٰ پر مقرب ترین فرشتے بھی ہوتے، تو بھی آپ کا یہ حق تھا کہ اُن آئسوہائیں، اور خدائے برتر آپ سے ناراض نہ ہوتا۔

جلال۔ عبودیت کے لئے اپنے تئیں مسکین و ذلیل سمجھنا جتنا لازم ہے،

اس سے واقف ہو؟

اور خاں - خوب واقف ہوں، ہر لمحہ میں خود اپنے میں اس کا تجربہ کرتا ہوں۔ مگر اپنی مسکنت و ذلت کو وہ درجہ دیا ہے کہ غت الہی جس قدر عالی ہے، اپنی ذلت اپنے اس نسبت سے زیادہ نیچی قرار دی ہے۔ خالقیت و مخلوقیت کے بُعد نامتناہی کی منزل کے درمیان اگر بندے کے چند قطرات نظر آجائیں تو آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ یہ اخلاق الہیہ کی پیروی کے مانع ہیں؟ جلال الدین - ہم سب بندے ہیں، بندہ کو کب یہ اختیار ہے اپنے خالق کی خدمت کرنے میں ایک آنسو کے قطرے برابر کمی کرے۔

اور خاں - حضور کو معلوم ہے کہ اگر بندے اس پر مقتدر ہوتے کہ اپنے خالق کی بندگی کو پوری طور پر بجا لائیں تو اس کی صفت عبث ہو جاتی (نور الدین زاہدہ کو گود میں اٹھاتے ہوئے لاتا ہے)

جلال الدین - آہ والدہ! آپ کو کیا ہو گیا، پیدا ہوتے وقت اُن کے رٹکے نے اُنھیں ٹکڑے ٹکڑے نہ کیا تو کیا اب کرے گا؟

زاہدہ (جلال کے جھنجھوڑنے سے ہوش میں آ کر) آہ کہئے اس لفظ کو ایک مرتبہ اور کہئے۔ آپ کے منہ سے والدہ کا نام سنتی ہوں تو میں یہ

خیال کرتی ہوں کہ آپ میرے لہن سے دنیا میں آئے ہیں۔ میں یہ تصور کرتی ہوں کہ یہ مہر نیم وز میرے جسم سے طلوع ہوا ہو اور اس خیال سے مجھے ایسی مسرت و سعادت حاصل ہوتی ہے کہ گویا مجھے ایک روح تازہ مل رہی ہے۔

جلال الدین۔ میری پیاری والدہ !

زادہ۔ میرے ہر سانس میں آہستہ آہستہ میری روح نکل رہی ہے مگر آپ کی زبان سے والدہ لفظ سن کر مجھے وہ لذت حاصل ہوتی ہے گویا ہر سانس میں مجھے اک نئی روح مل رہی ہے، اے میرے جلال ! میرا دل اس وقت زندہ رہنے سے زیادہ یہ چاہتا ہے کہ مجھے اتنی مہلت ملے کہ میں آپ سے کچھ بات کروں، مگر یہ کم بخت زخم اس کی مجھے اجازت نہیں دیتا، اے میرے بادشاہ ! میں مر رہی ہوں اگر خدا نے مجھے وہاں بچھپایا، آپ کے والد اور والدہ کی خدمت میں آپ کی طرف سے سلام بھینچاؤں گی۔ آہ ! آپ کو معلوم نہیں کہ یہاں مجھ پر کیا کیا گزر گئی۔ اگر آپ کو معلوم ہوتا تو آپ ضرور یہ خیال کرتے مجھے میرے کئے کی ہزار درجہ زیادہ سزا مل گئی، ماں کی مامتا ہی ایسی ہوتی ہے، کوئی ماں ہے جو اپنے بچے کو ہار کی چوٹی سے گرا دیکھے گی اور

اس کے پیچھے خود نہ گرجائے گی، آپ دیکھئے کہ میں نے اُس بد بخت کے لئے کیا کچھ نہ برداشت کیا، جسے اس دنیا میں کتے بھی شایانِ مرحمت نہیں سمجھتے اولاد کی محبت کا اندازہ آپ کو اُس سے ہوگا بیٹے! جب آپ مجھے والدہ کہتے ہیں، تو میرا کیا حال ہوتا ہوگا، اس سے قیاس کیجئے، میری جان! میرے جلال! اس سگ ملعون حاجب نے تو یہ چاہا کہ آپ مجھے والدہ بھی نہ کہیں اُس خنزیر نے، بستر کے بستر پر نظر ہوس ڈالی تھی۔ آپ کا اتنا یک ہونا چاہتا تھا، مجھے... مجھے... آہ! میں نہیں کہہ سکتی، میری زبان سے اگر وہ لفظ نکلیں تو میں ڈرتی ہوں کہ خدا کے غضب کی تلوار میری زبان کاٹ دے گی۔

جلال۔ نمک حرام ملعون!

زاہدہ۔ ملعون سامعون! انتہا سے زیادہ نمک حرام، میرے سامنے میری آنکھوں کے سامنے غیث کی جان لینا چاہتا تھا، وہ چاہتا تھا کہ میں آپ کے والد سے آخرت میں یہ بھی نہ کہہ سکوں کہ لے میرے بادشاہ! میرا بیٹا، میرا ولی نعمت زادہ دنیا میں ہی، میرا دل اس شرف کو زیادہ تصور کرتا تھا کہ میں آپ کو بٹیا کہہ کر بچاروں۔ ملعون نے کس بہانے سے فساد کی باتیں شروع

کیں اور نہ معلوم کیا ہوا کہ مجھ پر بھی اور اس پر بھی طعنے کسے اور آخر میں اُسے قتل ہی کر کے چھوڑا، اُسے قتل کرنے کے بعد مجھے نہ قتل کرنا، اس کا سب سے بڑا ظلم تھا، غنیمت ہے کہ اس ظلم سے وہ باز نہ رہا۔

جلال - اماں جان ! ہر زخم موت کا سبب نہیں ہوتا، انشاء اللہ آپ اچھی ہو جائیں گی اور یہی خوشی اس دنیا میں زندگی بسر کریں گی۔

زاہدہ - میرے جلال ! انسان کو بہت اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ اب موت اس کے جسم پر مستولی ہو رہی ہے مجھے اس کا پہلے تجربہ نہیں ہوا تھا مگر میں خوب محسوس کر رہی ہوں اور زندہ رہ کر بھی میں کیا کروں گی؟ جب میرا بیٹا زندہ تھا، تو اس کا حال دیکھ دیکھ کر زندگی مجھے عذاب معلوم ہوتی تھی اب جب کہ اسے میرے ہاتھوں سے چھین لیا، اب زندگی کی کس طرح متحمل ہو سکتی ہوں؟ دنیا میں میرے لئے اب رہ کیا گیا ہے؟ خدا نے ہم جیسے بدنصیبوں کے لئے اک بہت بڑی نعمت پیدا کر دی ہے اور وہ دنیا کے عذاب سے خلاصی پانا ہے۔ میرے جلال ! مجھے مرنے دو! مجھے نیست نابود ہونے دو! میرا زخم جگر مجھے ہلاک کئے دے رہا ہے۔ میرے جسم کا رواں رواں اس وقت علیحدہ علیحدہ عذاب میں ہے لیکن اس عذاب کو اُس

تکلیف کی طرح جو غیث کو دنیا میں لاتے وقت مجھے ہوئی تھی، میں خوشی خوشی برداشت کر رہی ہوں، آہ ! اے میرے ولی نعمت زادے ! اس ماں کے لئے جو اپنی اولاد کو ضائع کر چکی ہو، دنیا میں موت کے سوا اور کون سی لذت باقی رہ جاتی ہے ؟

جلال - والدہ صاحبہ ! آپ کیوں اس قدر مایوس ہو رہی ہیں ؟ کیا میں آپ کی اولاد نہیں ہوں ؟ وہ چلا گیا، تو کیا آپ اس کی جگہ مجھے قبول نہ فرمائیں گی ؟

زادہ - آپ کو ؟ آہ ! اگر خدا جلال کو میرے بطن سے پیدا کرتا تو میں سمجھتی کہ میں اس کی طرف سے اس بات پر موکل ہوں کہ دنیا کو زندگی دنیا کو نور مجھ سے حاصل ہو۔ آپ نے جو مجھے والدہ کے لقب سے یاد کیا تو میرے دل میں ایسا احساس غور پیدا ہوا کہ گویا وہ آسمان جو ہر روز آفتاب عالم تاب کو پیدا کرتا ہے، میرے سامنے سر جھکا رہا ہے، آپ غیث کے بدل ہوں گے ؟ کیسا دل افروز خیال ہے، اے میرے جلال ! میں نے اس بات کو جو اک مرنے والے کی موت کو شادی مرگ میں بدل دے، نہایت فخر و مسرت سے قبول کیا۔ جھوٹ ہی سہی، لیکن اک چند منٹ کے لئے

یہ تصور کہ میں آپ کی والدہ ہوں، میری عمر بھر کی مصیبتوں کو بھلا دینے کے لئے کافی ہے، آپ ڈریے مت! آپ کی مرحوم والدہ رشک نہ کریں گی! کیوں رشک کریں، انھیں اک حقیقی دولت حاصل تھی اور میں اس دولت کے خیال پر قناعت کرتی ہوں، قسمت نے ان کی آغوش میں اک آفتاب دیا تھا، میں اس آفتاب کے سائے کی مالک ہونے کی آرزو کرتی ہوں! آہ! عیناث کے بدل، جلال، آپ بدل ہوں گے؟ آئیے، میرے سامنے بیٹھئے۔ اچھی طرح آپ کے چہرہ کو تو دیکھوں اور آپ کے چہرے کو دیکھتے دیکھتے تسلیم روح کروں (مجنونانہ حالت سے اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش کر کے) آہ! آپ کے چہرہ کے ہر طرف نور برس رہا تھا۔ مجھے کیوں نظر نہیں آتا؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟ زمین و آسمان کیوں مل رہے ہیں؟ آہ دنیا میں کس قدر حلاوت، کس قدر روحانیت ہے، مجھے اب معلوم ہوا، زمین سے بھی آفتاب کی طرح نور نکل رہا ہے۔۔۔ آہ! اب میں سمجھی، اب میں سمجھی۔۔۔ جسے زندگی کہتے ہیں، وہ زندگی نہیں، وہ ایک طویل خواب ہے۔ اک خوف ناک خواب۔۔۔ انسان مرنا نہیں، بلکہ اس نیند سے جسے زندگی کہتے ہیں اور جس میں وہ خوف ناک خواب دیکھتا ہے، مرتے وقت بیدار ہوتا

ہے اے میرے اللہ ! (جان بحق تسلیم ہوتی ہے)
 جلال الدین - یاربئی ! یاربئی ! کب تک شہید نور مسرت میں منتظر
 ہو کر رہتے ہوئے تری بارگاہ کے قریب ٹھہریں گے اور جلال اس زندانِ بلا
 میں دنیا کے آلام تنہا اپنے سر پر لا کر کشاں کشاں پھرنے کے لئے مجبور ہو گا؟
 (روتا ہوا اک طرف کو جاتا ہے)

نور الدین - میں دیکھتا ہوں کہ بادشاہ پر اس وقت بہت زیادہ
 قلب اور رقت طاری ہے۔

اور خاں - کیا کرے بچارہ؟ اس کے سامنے جو مصیبت کے دریا
 بہ رہے ہیں وہ اس کا دل تو کیا، پتھر کا پہاڑ ہو، اُسے بہا لے جانے
 کے لئے کافی ہیں۔

(پروردہ گرتا ہے)

پرودہ دوازدم مجلس اول

جلال الدین - مہر جاں

(جلال الدین کا چہرہ نہایت درجہ متاثر نظر آتا ہے۔ وہ ایک گوشے میں بیٹھا ہوا ہے۔ سامنے مہر جاں ہے)

مہر جاں - آپ اپنے اوپر اپنے جسم کے اوپر زرا تو رس کھائیے، اپنے اوپر نہیں، تو ہم پر، ملت پر رحم کھائیے! تھوڑا سا آرام کیجئے! دو گھنٹے استراحت فرمائیے! (نہایت رنجیدہ شکل سے) تین دن رات ہوئے ایک لمحہ کے لئے آپ کی آنکھیں بند نہیں ہوئیں۔ میں آپ کے قریب سب سے زیادہ ہو کر جس طرح آپ سے ملنے کی حسرت رکھتی ہوں آپ کی پلکیں بھی ایک دوسرے سے ملنے کے لئے مشتاق ہیں۔ اک تکیہ دوں؟ نہیں تو آپ میرے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمائیے، اک بیچاری عورت کے زانو پر سر رکھ کر سونا، اے

میرے بادشاہ! آپ کے لئے ایسی کوئی ذلت نہیں کہ آپ اس سے نفرت کریں۔ مجھے عرض کرنے کے لئے بات بھی تو نہیں ملتی، جس طرح ماہتاب آفتاب سے کسب ضیاء کرتا ہے۔ میرے ذہن میں اگر کبھی کچھ روشنی آتی تھی، تو آپ کے چہرے کے نور سے ہی آتی تھی۔ لیکن اب میں جب آپ کے مقابل ہوتی ہوں تو ایک دنیا کا الم، اک دنیا کی کدورت اس میں دکھتی ہوں۔ میرا ذہن بھی بالکل پریشان و تاریک ہو کر رہ جاتا ہے ہلکیہ دوں؟ بیجان، بے حس و روئی کے تھکے کو آپ میرے زانو پر ترجیح دیتے ہیں!

جلال الدین - جاؤ، جاؤ! سوؤ اپنے آرام کا فکر کرو!
مہر جہاں - اے میرے بادشاہ! میں نیند اور آرام کی محتاج نہیں
جلال الدین - تو جاؤ، یہاں سے جاؤ تاکہ مجھے آرام ملے۔

مہر جہاں - آں اپنے محبوب سے جدا ہونے کا خوف وہ عذاب ہے کہ محبوب کی تحارنوں کے سہنے پر انسان کو راضی کر دیتا ہے، آپ سے چھوٹنا پڑے گا۔ اس خیال سے میں اپنے تئیں تلف بھی تو نہیں کر سکتی۔ اے میرے بادشاہ اگر آپ مجھ سے اس قدر بیزار ہیں تو بجائے ایسے برودت آمیز سلوک سے مار ڈالنے کے میرے سینے میں خنجر کھبو کے مجھے کیوں نہیں مار ڈالتے؟

جلال الدین (نہایت غیظ و غضب) اُسے دیکھو! مجھے اس نے ایک جانور تصور کر رکھا ہے کہ عورت کو مار ڈالنا میرے نزدیک ایک کھیل ہے۔ مہر جہاں (جلال کے گلے سے لپٹ کر) اے میرے بادشاہ! خدا کے واسطے، خدا کے لئے، کہتے تو آپ کو کیا ہو رہا ہے؟ آپ کی طبیعت اپنے قابو میں نہیں ہے۔ آپ کے سامنے وہ آدمی جسے آپ قتل کا حکم دے چکے ہوں کھڑا ہو۔ آپ اس کے ساتھ بھی یہ سخت کلامی نہیں فرماتے۔ لیکن یہ کیوں؟ یہ کیا ہوا؟ آپ کے چہرے میں اک پارچہ یا قوت کے برابر بھی رنگ حدت نہیں رہا۔ آہ! اب میں سمجھی، اب میں سمجھی! (اس کے گلے سے اپنے ہاتھ ہٹا کر اس کے پاؤں پر گرتی ہے) اے میرے بادشاہ! معاف کیجئے۔ معاف کیجئے، میرے جلال! خنجر سے میرے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالئے، آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ برائے خدا مجھے خنجر سے مار ڈالئے ہیں نے جو کچھ عرض کیا، وہ گزشتہ واقعات کی طرف اشارہ نہ تھا۔ میں کیسے عرض کروں؟ میرا مقصد یہ نہ تھا کہ میں آپ کو مرحومہ کی، نیرہ کی یاد دلاؤں۔ آپ کو وہ خیال کس طرح آیا کہ آپ نے مجھے اس قدر غصے سے دیکھا؟ میں نے جس وقت آپ کو چاہا، اس وقت میری ہر گز یہ خواہش

نہ تھی کہ اس بیچاری کی، اس شہید کی سرگزشت کا کبھی آپ کو خیال ملا؟
 کیا میں نے پھر کوئی غیر مناسب بات شروع کر دی؟ مجھے آپ کے چہرہ
 میں اگر نہایت خفیف (اس قدر خفیف جسے آنکھ نہ دیکھ سکے، مگر روح
 محسوس کر سکے) نشان التفات نظر نہیں آتا، تو میں اپنے حواس میں نہیں
 رہتی، میں خیال کرتی تھی کہ آپ کی یہ جانیں بھی محبت کی نہایت لذیذ چیزوں
 میں سے ہیں۔ مگر جس طرح آنکھ پورے طور پر نور کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اسی
 طرح دل بھی حیاتِ عشق کو پورے طور پر برداشت کرنے کی قابلیت نہیں
 رکھتا، میرے جلال! مجھے معاف کیجئے، مجھے اک مرتبہ نظرِ رحمت سے
 دیکھئے۔ مجھ پر جو کچھ گزری ہے، اس کو کاہے سے تسبیح دوں؟

جلال (اپنی طبیعت قابو میں لا کر، مگر متاثرانہ طریقے سے) نہیں
 رومت۔ دنیا میں جس قدر رعنائی ہے، وہ ان حسین آنکھوں کے لئے
 زیبا ہے مگر رونا زیبا نہیں ہے! اپنے چہرہ کو اس طرح میرے
 سینے پر رکھو! آہ! میرا دل وہ جمال آفتابِ مثال کے بھی قریب ہو کر
 کسی طرح ظلمت سے تجات نہیں پاتا، کیا کوئی انسان تجھے چاہ کر بھی
 جو کیسر مہر و محبت ہے، محوالم رہ سکتا ہے؟ لیکن میں کن عذابوں کو جھیل

رہا ہوں، اگر تم کو اس کی خبر ہوئی تو تم میری مجبوری کا آسانی سے اندازہ کر سکتیں۔

مہر جہاں۔ میرے جلال! آپ کے منہ سے جو کچھ نکل رہا ہے، وہ میرے لئے نعمتِ روح ہے ان چند فقروں نے مجھے جان تازہ بخشی، آپ کے زراعتِ التفات سے مجھے وہ خوشی ہوئی ہے، گویا مجھے از سر نو زندگی عطا ہوئی، لیکن کبھی نہیں، میرے بادشاہ! آپ کا ہر ارشاد میرے لئے اک التفات ہے۔ مجھ دیوانی عورت کو دیکھو، اک فردوسِ سعادت میں زندگی بسر کر رہی ہوں اور چاہتی ہوں کہ زندگی کا ہر لمحہ محبت سے بھرا ہوا ہو، لیکن یہ نہیں سوچتی کہ ذائقہ محبت تلخی کے بعد ہی روح آور ہوتا ہے، اسے کس قدر تجربہ کیا، پھر بھی نہیں سمجھتی۔ جلال! خدائے تعالیٰ نے اس مخلوق کے جسے انسان کی شکل دی ہے۔ سینے میں دل پیدا کیا ہے۔ وہ دل تناسکِ بشر، آرزوئے روح کو پھڑک پھڑک کے ہر چیز میں ڈھونڈتا ہے اس کی نظر جب کسی ایسے شخص پر پڑتی ہے جو ان متناؤں، ان آرزوؤں کا مجسمہ نظر آتا ہے، یا وہ ان کارناموں کو سنتا ہے جو تاریخِ عالم میں ہزار ہا سال کے مفاخرِ انسانی کا خلاصہ ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ وہ ان کا اسیر نہ ہو جائے؟

کس طرح ممکن ہو کہ اس کا حلقہ بگوش ہونا۔ وہ اپنا سب سے بڑا مقصد
 نہ خیال کرے؟ آپ کے چہرہ کا پھر وہی حال ہو گیا !

جلال - ہو گیا گیا؟ کلام عالم میرے دل میں سما نہیں سکتا۔ دیکھ رہا
 ہوں کہ نقطہ بہ نقطہ، ساعت بہ ساعت دنیا کی مصیبتیں میرے چاروں طرف
 خوف ناک طریقے سے بڑھ رہی ہیں، تاریکی پھیل رہی ہے، تمہارا محبت بھرا
 دل سوائے عالم علوی کے اور کسی چیز پر نظر نہیں ڈالتا، وہ صرف آفتاب
 کو دیکھتا ہے، تمہاری نظریں دنیا کے حال پر نہیں پڑتیں، وہ صرف منور
 خیالات و افکار میں ڈوبی رہتی ہیں۔ انسانوں کے حالوں کے سوچنے کا
 وقت تمہیں نہیں ملتا، خدا کم بختوں سے سمجھے ! میرے ہی ساتھیوں میں سے
 چند خائن ایسے پیدا ہوئے جنہوں نے دوست و دشمن، موحد و مشرک
 کا فرق اٹھا دیا اور وہ لوگ جو میدانِ حمیت میں کفن پہنے اپنی جانوں کو
 اپنی مٹھی میں لئے، مصروفِ مجاہدہ تھے، ان میں اپنا زہر پھیلایا۔ سوچو
 تو جلال الدین کی فوج میں خلل واقع ہو گیا ! جلال الدین کی فوج جو بمنزلہ
 شمشیرِ اسلام تھی وہ اپنے ہی بھائیوں کا خون گرا رہی ہے۔ آہ ! اس
 خون کا ہر قطرہ میرے لئے اک آتش پارہ ہے جو میری روح کو، میرے جسم کو

جلارہا ہی، (مہر جہاں کا ہاتھ پکڑ کے) دیکھو میری جلیں کو محسوس کرو، میری سوزش کو دیکھو! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کی طرح، میں بھی آگ سے بنایا گیا ہوں، ان پر کیا بلائیں نازل ہونے والی ہیں، اس کو جتانے کے لئے میں نے نور الدین کو حضرت ناصر کے پاس، چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کے پاس بھیجا ہے، آج یا کل وہ آجائیں گے، نہ معلوم کیا کیا عجیب خبریں لائیں گے، کیا ملعون خواہشیں اُن کی طرف سے مجھ تک پہنچائیں گے، مجھے تو ایسا نظر آ رہا ہے کہ اسلام کا ماضی خرابہ عدم، حال طوفانِ آتش، اور استقبالِ مقبرہ فنا و ضحلال سے عبارت ہے، کیا انسان ان مصائب کا خیال کرے، پھر بھی اس کے چہرہ میں رنگ باقی رہ سکتا ہے؟ تم سچ کہتی ہو سچ کہتی ہو، میں متواتر کئی راتوں سے نہیں سویا ہوں، مجھ میں بات کرنے کی بھی طاقت نہیں ہے، آؤ میں تمہارے زانو پر سر رکھ کر تھوڑی دیر آرام کروں، تم میری روح ہو، شاید تم سے مل کر میری روح کو کچھ راحت ملے، شاید میں چند منٹ آرام سے سو سکوں۔

مہر جہاں۔ اے میرے بادشاہ! آپ کے چند منٹ کے آرام پر میری تمام زندگی قربان ہو۔۔۔ (جلال، مہر جہاں کے زانو پر سر رکھ کر لیٹا ہے)

منظر بدلتا ہے، تبریز کے محل کا اک دوسرا کمرہ نظر آتا ہے)

مجلس دوم

جلال الدین، نور الدین، اور خاں

جلال الدین - آئیے، مولانا! امید ہے کہ آپ اپنے سفر سے خبر خیر
ساتھ لائے ہوں گے۔

نور الدین - حضور کے وجود کے علاوہ، اس زمانہ میں خیر سے مشا
کوئی چیز کہاں نظر آتی ہے کہ اُس امید کا محل ہو۔ اے میرے بادشاہ؟
جلال الدین - کچھ پروا نہیں۔ فرمائیے، خبر شر ہی سہی، بُری خبریں
سننے کے تو ہم عادی ہی ہو گئے ہیں۔ ناصر سے آپ کی ملاقات ہوئی؟
نور الدین - بھلا ممکن تھا، میرے بادشاہ؟ ایک وقت آپ نے
فرمایا تھا کہ شیطان، ناصر کی تاریکی کا سایہ ہے۔ حق یہ ہے کہ آپ نے جو اس کی
تعریف فرمائی، اسے کرامت کہا جائے تو بے جا نہیں، کیونکہ اگرچہ آپ نے
اُسے نہیں دیکھا، لیکن ناصر کی تعریف اس سے زیادہ صحیح نہیں ہو سکتی

تختِ بغداد پر اس وقت جو شخص ممکن ہو یعنی مستنصر، اُس میں اور اس میں
 ذرا بھی فرق نہیں۔ تدریجاً اُس میں ایک غرابت دکھائی دیتی ہے۔ نہ معلوم
 وہ مٹتا ہو یا کیا ہو یا اُس کے چہرے میں کچھ عیب ہو کہ اُسے نقاب سے
 ڈھکے رکھتا ہو۔ وہ جس وقت باہر نکلتا ہو تو بازاروں میں دروازے،
 کھڑکیاں اس طرح بند ہو جاتے ہیں جیسے غضب الہی سے یا طاعونِ مجسم سے
 کوئی بھاگے۔ ہر شخص اُس کے سامنے سے فرار کرتا ہو، گویا جہنمی آتش سے
 ایک بت بنایا گیا ہو جس سے ڈر کر ہر شخص اُسے سجدہ کرنے کو اوندھا کر پڑتا
 ہو۔ اس عظمت و دمہشت کی مخلوق بھلا ہم جیسے عاجزوں کو اپنی حضوری
 میں کب قبول کر سکتی تھی۔ اُس کے وزراء سے، اُس کے علماء اُس کے
 امراءے عسکر و غیرہ سے تو ہم ملاقات کر سکے، وہ بھی بہ ہزار دقت و خرابی۔
 جلال الدین۔ ہاں، اُن کی حکومت کا دائرہ بغداد سے باہر نہیں جاتا،
 لیکن اپنے خیال میں اُنھوں نے کئی ہزار دنیا میں پیدا کر لی ہیں اور اُن میں
 محض بادشاہی نہیں، بلکہ خالق کی صفت سے وہ حکومت کرنا چاہتے ہیں
 صفحاتِ تاریخ آپ کی نظروں کے سامنے ہیں۔ بانیِ خاندان سلجوقی ایک
 جہانگیر بادشاہ تھا۔ اُس نے قائم بامر اللہ کو اُس کے قید کرنے والوں سے

چھڑایا تھا۔ یہ تھی اُس کی سطوت، لیکن جب وہ بغداد آیا تو قائم کے نزدیک ایسے ہا اقدار بادشاہ کو اپنا ہاتھ چومنے کے لئے دنیا با عث ذلت معلوم ہوا اور اُس نے اپنی انگوٹھی اتار کر اُسے دی کہ اُسے بوسہ دے! ظاہر ہے کہ قائم کی یادگار، جلال الدین کے سیفر کے ساتھ اُس عنایت و رعایت سے کس طرح پیش آسکتا تھا جو ظفر کو قائم کے ہاتھوں نصیب نہ ہوئی۔ خیر مقصد ہمارا اسلام کو اُس ورطہ بلا سے نکالنا تھا جس میں آج کل وہ مبتلا ہے۔ باپا نے اسلام کو جس بلا میں ڈالا ہے کیا یہ ہم اُمید کر سکتے ہیں کہ بیٹا اُسے اُس نکال سکے گا؟ عبا سیوں سے اس کی اُمید رکھنا کہ وہ ہمارے درد کی دوا ہونگے، اس کے مساوی ہے کہ شمشیر کو مرہم تصور کیا جائے۔ مجھے اُس سے پہلے ہی کب اُمید تھی؟ صرف یہ خیال تھا کہ اُس تخت سے جسے وہ ملوث کر رہا ہے، اگر ناصر علیؒ کو دیا گیا، وہ ناصر جو چنگیز کا نفس امارہ ہے تو شاید اُس کے وزرائیں، اُس کے اہل دیوان ہیں، اُس کے امراءے فوج میں، کوئی اثرِ حمیت ظاہر ہو۔ ایک عظیم الشان ملک کے سقوط کی آواز اُٹانے آدمیوں کی فریادیں جو پوری دنیا کو بھر دیں۔ شاید انہیں خواب غفلت سے بیدار کریں، اس اُمید و خیال سے میں نے تمہیں بغداد تک کے سفر

اختیار کرنے کی مشقت میں مبتلا کیا۔ کیا ہیں اُن کے خیالات، کیا ہیں اُن کے حالات ؟

نور الدین - عرض کرتا ہوں، اے میرے بادشاہ! مستنصر کے جملۃ الملک علقمی نے حضور کے غلام کو بے پایاں التفات و عنایات سے قبول کیا اور اُس نے یہ کہا کہ خوارزم شاہ کے خلاف ناصر کی بعض جز کا کی وجہ سے، جو خیالات پیدا ہو گئے تھے، اب وہ رفع ہو گئے ہیں، اور اب وہ زمانہ آ گیا ہے کہ ہم اپنی تدبیروں میں کامیاب ہونگے۔ میں نے اُس کی بات کو جدیت و حقیقت پر محمول کیا اور ایک مجنوں کی طرح میں نے بہت سی اُمیدوں کا سلسلہ قائم کر لیا۔ میں نے اُس سے کہا کہ ہمارے بادشاہ کا او کوئی خیال نہیں سوائے اس کے کہ دنیا کو تار یوں کے تسلط سے نجات دے، خلیفہ کو غلبہ سطوت حاصل ہو اور اصحاب توحید کا صائب الرا سے اتحاد ہو۔ مگر ان کم بختوں کے خیال میں تدبیر کے رواج پانے کے زمانے سے عبارت محض یہ تھی کہ مستنصر کی طرف سے حضور کو براتِ سلطنت عطا کرنے کا موقع و امکان ہو گیا تھا۔ مجھ سے پوچھنے لگے کہ براتِ حاصل کرنے کے لئے حضور نے کیا کیا تحفے بھیجے ہیں۔ دیوں کے علاوہ یہ شرط

بھی پیش کی کہ برأت اس وقت عطا کی جائے گی جب کہ حضور تانا ریوں سے جنگ ترک کرنے کا وعدہ فرمائیں اس پر میں ضبط نہ کر سکا اور میں نے کہا کہ ہمارے ہاتھ میں جو گرز ہیں، ہمارے کمروں میں جو تلواریں لٹک رہی ہیں، ہماری رانوں کے نیچے جو گھوڑے ہیں، وہ ہمارے مال ہیں، وہ ہمارے ہدیے ہیں، ہم تحفہ و رشوت سے سلطنت کے طالب نہیں۔ اتنے برسوں سے اپنی راحت و اقبال، اپنے ملک و مال، اپنی اولاد و عیال کو چھوڑ کر جو لوگ اپنے بادشاہ کے پیچھے پھر رہے ہیں اور اپنی جانیں اپنی ہتھیلیوں پر رکھے ہوئے ہیں، انھوں نے ہم سے یہ نہیں پوچھا کہ بادشاہ کو ناصر کی، طاہر کی، مستنصر کی برأت مل چکی ہو یا نہیں۔ بغداد میں اس کی دعوت دیتا ہوں کہ ہم تاناریوں سے لڑائی بند کر دیں۔ ادھر لاکھوں اخوان دین بھوکے، ننگے، زخمی، قیدی ہیں مدد کے لئے بٹا رہے ہیں۔ کس آواز کے طرف دوڑنا مقتضائے مسلمان ہو؟ تم یہ زرائع سوچتے کہ اگر ہم لڑائی سے ہاتھ اٹھالیں، تو تاناریوں کے گھوڑوں کا نسخ فوراً بغداد کی طرف ہو جائے گا، تاناری ایک اشرفی کے لئے ایک ملک کو برباد کر دیتے سے نہیں دکتے۔ ادھر ساری دنیا کی آدھی دولت اس شہر میں سمٹ کر جمع ہو گئی ہو۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ وہ

صلح و معاہدہ کی رعایت کر کے اس بات کی مہلت دیں گے کہ تم یہاں بیٹھے ہوئے سفاہت و رذالت میں وقت گزارو، اور اس شہر میں جسے تم نے جنت شاد و نبار کھا ہی، عیش کرو؟ افسوس! اجل تمہارے گریبان کو کپڑے ہوئے ہی اور تم اب بھی تخیلات میں زندگی بسر کر رہے ہو۔ تمہیں معلوم ہو کہ تمہاری زندگی جلال الدین کی زندگی سے قائم ہے۔ موت کی تلوار، عذاب کی آگ تم تک پہنچنا چاہتی ہے، ایک جلال الدین ہی جو سید محافطت بنا کھڑا ہے، مگر تم ہو کہ اس سید محافطت کو ڈھانا چاہتے ہو۔ یقیناً مانو کہ جلال الدین یہ کہہ کر کہ اہل بغداد خود مصیبت میں پڑنا چاہتے ہیں، لڑائی سے ہاتھ اٹھا بھی لے، پھر بھی لوگوں کو مشرکوں کے گھوڑوں کے نعلوں کے نیچے نہ پسے دیگا۔ میں نے اسی قبیل کی تقریریں کیں، وہ لوگ بہت زیادہ شرمندہ ہوئے۔ مجھے علقمی سے ملنے نہ دیا۔ اگر کسی اور بادشاہ کا سفیر ایسی حقارت آمیز تقریر ان کے سامنے کرتا، تو غالباً موت کا منہ دکھتا، مگر مظفر الدین کا واقعہ ان کے حافظہ سے ابھی باہر نہیں نکلا تھا، حضور کی صفت شکن شبیہ کے سامنے میں حضور کے غلام نے خلق ظاہری کے سوا ان سے اور کچھ نہ دیکھا۔

جلال الدین - خدا انھیں غارت کرے! کیئے! یہ سیکڑوں ملک جو صل کر رکھ ہو رہے ہیں کیا ان کا دھواں بھی ان کو نظر نہیں آتا؟ یہ کروڑوں قیدیوں کے دلوں سے جو فریادیں نکل رہی ہیں، کیا انھیں نہیں سنائی دیتیں، کہ اہل اسلام سے ہدیے کے نام سے وہ خزیہ لینا چاہ رہے ہیں۔ جسے دنیا میں تاتاریوں کو اور آخرت میں مالکِ دوزخ کو دینگے؟ مگر وہ کیسے دیکھ سکتے ہیں، کس طرح سن سکتے ہیں؟ بغداد کی چار دیواری میں انھوں نے اپنے تئیں بند کر رکھا ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ جہاں وہ زندگی گزار رہے ہیں دنیا اُس سے، جس سفاہت میں وہ بسر کر رہے ہیں مال دنیا اُس سے عبارت ہے۔ اگر خدا بزرگ و برتر نے ہم کو نصرت و فتح احسان و عنایت نہ فرمائی تو بہت جلد وہ دیکھیں گے اور سنیں گے کہ تاتاریوں کے ہتھیار کس قدر خوں ریز، ان کی زنجیروں کی آواز کتنی مہیب ہے۔ یہ اپنا مذہب بھی تبدیل کر ڈالیں گے جس طرح شیطان کی لغت کا سب سے بڑا حصہ اُس کو ملتا ہے جو اُس کے دعوے میں آجائے، اسی طرح وہ مصیبت جو ان کے خنزیرین کی وجہ سے پڑے گی، اس کا سب سے زیادہ حصہ ان عاجز و رماندہ لوگوں کو ملے گا جو ان کے حلقۂ انقیاد میں ہیں۔ مولانا! علماء بغداد سے بھی آپ کی

کچھ صحبتیں ہوئیں؟ کیا وہ بھی یہی خیالات رکھتے ہیں؟
 نور الدین - نہیں، میرے بادشاہ! وہ یہ خیالات نہیں رکھتے، لیکن
 میرے نزدیک اُن کے افکار اس سے بھی زیادہ شنیع ہیں۔ حضور کو معلوم ہو
 علمائے بغداد میں ایک گروہ شیعہ ہے، دوسرا سنی۔ شیعہ گروہ حضور کے متعلق
 یہ کہتا ہے کہ چونکہ حضور نے مذہب شیعہ کو ترک کر دیا ہے اس لئے حضور کی اُمت
 کرنا جائز نہیں۔ سنیوں کا یہ خیال ہے کہ شیعہ کسی وقت سنی نہیں ہوتا اور جو
 مسلک کہ جلال الدین نے اختیار کیا ہے وہ محض لوگوں کے بھانے کے لئے
 تقیہ ہے۔ اُس کے سنی پن پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا اور اس لئے اس کی امداد
 جائز نہیں۔

جلال الدین - یعنی اُن کی نظروں میں میرا سنی ہونا یا تقیہ کرنا چنگیز
 کے شرک سے زیادہ شنیع ہے کہ مجھے امداد سے محروم رکھنا اس سے زیادہ
 ضروری سمجھا گیا کہ تاتاریوں کے مقابل میں لاکھوں اصحابِ توحید کی
 معاونت کی جائے۔ مولانا، مولانا! یہ لوگ اپنے ان خیالات و حرکات
 کے لئے محکمہ کبریٰ میں کیا جواب دیں گے۔

نور الدین - واللہ، اے میرے بادشاہ! علمائے بغداد میں سے

اکثر تو اس بات کو سوچتے بھی نہیں کہ آخرت میں کسی محکمہ کبریٰ میں سوال و جواب ہوگا بھی یا نہیں۔ ابو نو اس نے اپنے قصیدے میں جس جونی کی تعریف کی ہے، اس کی طرح ان کا اعتقاد بھی لا الہ الا الرعیف پر ہے۔ اپنے ولی نعمت علمی کو اپنے نزدیک رزاق سمجھتے ہیں۔ اُس کی جس طرف مرضی ہوتی ہے، اُن کا اعتقاد بھی اُسی جانب پھر جاتا ہے۔ اُن کا اعتقاد جہل و تعصب سے مرکب ہے اور اُن قزاقوں کی طرح جو لوٹ کے مال میں سے فقیروں کو صدقہ دے کر اپنے خیال میں ثواب کماتے ہیں، یہ بھی آخرت میں ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

جلال الدین۔ یہ کیسے عالم ہیں، یہ کیسے مسلمان ہیں !
نور الدین۔ حضور کو معلوم ہے کہ ایک صدی قبل شمال کی طرف سے ایک قوم جو اپنی کثرت میں تاتاریوں سے مشابہ تھی، موصل میں اتابک کے پاس آئی اور کہا کہ ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں لیکن ہمارا ملک نہایت درجہ سرد ہے۔ اگر ہم بطور دو اسسکرات استعمال نہ کریں تو ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس مطالبہ پر وہاں کے علماء ایک مصلحت و عشرت میں جمع ہوئے اور اس قدر شراب پی کر زمین و آسمان میں فرق نہ کر سکے اور اس بہستی کے

عالم میں گویا عالم استغراق میں اُن کی زبان سے یہ نکلا :-
 ”نہیں، جائز نہیں ہو سکتا!“

غرض کہ یہ اس قسم کے مسلمان ہیں۔ میں نے اُن میں ایسے آدمی دیکھے جنہیں دیکھ کر میں یہ کہنے کو ہوا کہ شیطان نے اللہ کے بندوں کو ستانے کے لئے انسان کی شکل میں مجر د مرکب پیدا کر دیا ہے۔

جلال الدین - اُن کے نازنین ادبا و شعرا کا کیا حال ہے؟
 نور الدین - اُن کا دوسرا ہی عالم ہے۔ اُنہیں جس وقت یہ خبر ہوئی کہ حضور کا سفیر آرہا ہے، تو حضور کے اوصاف میں اُنہوں نے قصیدے ترتیب دیئے اور حضور کی خدماتِ اسلامیہ کو ایسی فصاحت و بلاغت سے بیان کیا جس سے فرضِ حق، بختِ رسی کی یاد تازہ ہو گئی۔

جلال الدین - تو اُمید ہے کہ اُن میں محبتِ حقیقت، شوقِ حیمت، عشقِ صداقت ہوگا۔

نور الدین - استغفر اللہ، میرے بادشاہ! اُن میں صرف محبتِ شوقِ نعم ہے، اور اس درجہ ہے کہ وہ اپنے اشعار میں فرماتے ہیں کہ خضر ہدایت حضور کے گھوڑے کی گھاس کا بار بردار ہے، اسکندر حضور کا چاؤش بہرام

رکاب دار، ملائکہ علیین حضور پر ہر وقت سورۃ فتح پڑھ کر دم کرتے ہیں۔
 جلال الدین - میں تو یہ خیال کرتا تھا کہ اس قسم کے مبالغہ آمیز ہدیائیں
 صرف فارسی زبان کے لئے مخصوص ہیں۔

نور الدین - عباسیوں نے جب سے کہ غرود کی تعلید شروع کی، دنیا
 میں کون سا عیب ہو جسے بغداد میں منتقل کر کے انھوں نے درجہ کمال کو
 نہیں پہنچایا؟

جلال الدین - اُن کے اصحاب سیف بھی کیا انھیں کی طرح ہیں؟
 نور الدین - وہ سپاہی نہیں، جلاد ہیں، اے میرے بادشاہ! اُن میں
 سے کسی کے خیال میں اُن مصیبتوں کا گزر نہیں ہوتا جو امت محمدیہ کے سر پر تیار ہو
 کے ہاتوں نازل ہو رہی ہیں۔ جلال الدین کا نام سنتے ہی اُن کے دماغ
 میں مظفر الدین کے واقعہ کے انتقام کے علاوہ اور کوئی خیال نہیں آتا۔

جلال الدین - کیسے دیوانے ہیں! یہ اُن دو منیڈھوں کی طرح
 ہیں جو قصاب کی رسی میں بندھے ہوئے ایک دوسرے سے لڑ رہے ہوں۔
 چنگیز کے دائرہ تعینق میں ہیں، لیکن اسلام ہی پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ الہی!
 اور کیا زبان سے نکالوں، تو قمار ہو، میں نے ان سب کو تیرے صفتِ قہاری

کے حوالے کیا، لیکن الہی، ضعیفوں پر رحم کر، اُن پر تاتاریوں کو مسلط نہ کر۔
تو بغداد سے کوئی اُمید نہیں؟

نور الدین۔ ذرّہ برابر اُمید نہیں، اے میرے بادشاہ !
جلال الدین۔ یقیناً آپ نے بغداد پر ہی اکتفا نہیں کیا۔
نور الدین۔ بغداد میں کیا ملاکہ میں اس پر اکتفا کرتا۔ فرمانِ ہمایوں کے
مطابق، میں جب بغداد سے مایوس ہوا، تو سیدھا شام گیا۔ ملک اشرف،
مستنصر کی طرح نہیں ہے۔ نفیس طبع متواضع، اُس کی رفتار افعی کی نمائش
رفتار سے بالکل مشابہ ہے۔ غلام کو اُس نے چند مرتبہ اپنے حضوری میں بلایا
جس قدر میری زبان نے یاری دی، میں نے متعدد دلائل سے اُس پر
ثابت کیا کہ اگر ایک اتحاد کی بنیاد ڈالی جائے گی، تو اسلام کے لئے جو خطرہ
اُس کی وجہ سے ہم سب جلد مٹو ہو جائیں گے اس پر سوائے اس کے، مجھے
اور کوئی جواب نہ ملا کہ کیمتباد کے ساتھ اس کا جارحانہ و مدافحانہ مجاہدہ
ہے اور بغیر اُس کی رائے و اتفاق کے وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے ہزار گوش
کی، مگر اُس میں کوئی نشانِ تاثر نہ دیکھا۔ اُس کے کندھوں پر چہرہ تیس بیل
کا سر ہے، رنجیدہ ہو، خوش ہو، فراج میں حدت آئے، شگفتگی پیدا ہو،

کچھ ہو، اُس چہرے میں اس کے علام و آثار دیکھنے کی توقع کرنا فضول ہو۔
 مجبوراً اُس سے ایک خط لے کر میں فون گیا، کیمباد سے ملا، وہ حضور کے
 غلام سے نہایت بُری طرح پیش آیا۔ اُس نے حضور کی اور حضور کی دولت
 شاہانہ کے بارے میں نہایت بے ادبانہ زبان استعمال کی۔ اُس کی تفصیلاً
 سے حضور کا وقت ضائع نہ کروں گا، کیونکہ اس غلام نے جواب میں کوئی کسر
 نہیں رکھی۔

جلال الدین - اپنے ملاقات کے نتیجے کو بیان کیجئے۔

نور الدین - نتیجہ کیا ہوتا؟ کیمباد اور اشرف میں اتفاق و معاہدہ
 ہو اور وہ حضور پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔

جلال الدین - اللہ اللہ! تاتاری جو اسلام پر اک بلائے مہرم
 کی طرح چھلے ہوئے ہیں، کافی نہ تھے، غیث کافی نہ تھا، سیف الدین کافی
 نہ تھا؟ کیا اب سلجوقی، ایوبی پیدا ہونگے؟ صلاح الدین نے ان اہل صلیب کا
 سر نچا کیا تھا جو عیسائی دنیا کے سب سے زیادہ متعصب، سب سے زیادہ
 خدا کا رنج جو یوں سے مرکب تھے، الب ارسلان نے روم کی اس
 شہنشاہی کو اپنا باج گزار بنایا تھا جو باج سو سال سے دنیا پر حکمرانی کر رہا

تھی؛ مگر اُن کی اولاد کو فتح کرنے کے لئے سوائے اس اسلامی ملک کے اور کچھ نہ ملا جسے میں نے چنگیز کے پنجے سے چھڑایا ہی اور مالِ نغمانہ ملا، تو شہیدوں کے فراروں میں سے کھن ہی نکالنے کی آرزو کرنے لگے! اُن حیدر یادگار نفوس کو لے کر جو اخوانِ مسلمین کہلائے جاسکتے ہیں اور جو ہمارے آبا و اجداد کے فراروں، ہماری اولاد کے گہواروں کی محافظت کے لئے مشرکین کے اسلحہ کے مقابلے میں سینہ سپر ہیں، ان مجاہدین کے اوپر پچھتے تیر چلانا، کیا یہ مردانگی ہے، کیا یہ حمیت ہے، کیا یہ دین داری ہے؟

نور الدین - اپنی اصل پر جا رہے ہیں۔ اخلاط کا انتقام چاہتے ہیں۔
جلال الدین - آہ۔ میرے ذہن میں پھر سیکڑوں قسم کے خیالات آنا شروع ہو گئے ہیں، مظلوموں کے خون سے داغدار مقامات میری آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے۔ مجھے خود اپنے سے نفرت ہونے لگی۔ نہ معلوم کتنی بلائیں اور ہمارے سر پر نازل ہوں گی۔ وہ جو کریں حق بجانب ہیں۔ میرے خلاف جو کچھ بھی اظہارِ دشمنی کریں، اس میں میں انھیں مورد الزام نہیں ٹھہراتا۔ کیا! ہم جیسے قاتلوں کو انسان کہا جاسکتا ہے؟

نور الدین - اے میرے بادشاہ، آپ کا عالیٰ قلب، آپ کے ذہن

کو غلط توجیہ کرنے پر مجبور کرتا ہے وہ اس بات کو نہیں سوچتے کہ محاربہ اخلاط میں ہمارے کتنے آدمی مارے گئے۔ جنگ اخلاط کے مقتولوں سے زیادہ اُن کے وصول کنندگان محاصل، اُن کے جلاد، ہر روز آدمیوں کو تلف کرتے ہیں۔ اس کا خیال اُن کے دل میں نہیں گزرتا، اُن کا مقصد مقتولین اخلاط کا انتقام نہیں ہے بلکہ قلعہ کی اینٹ پتھر ہے۔

جلال الدین - مولانا! مولانا! اس قسم کے تصورات سے میں اپنے دل کو قوت دینا چاہتا ہوں۔ لیکن نہیں دے سکتا۔ اشرف اور کیقباد کو چنگیز سے کیا تعلق، وہ اسلام کی کیوں بیخ کنی کر رہے ہیں۔ مجھ سے انتقام اخلاط چاہتے ہیں، بہت اچھا! مبارک ہو، لڑائی ختم ہو جائے گی۔ بہت ممکن ہے کہ اتحاد بھی ہو جائے۔ اُن کے فوج خصوصاً سوارانِ عرب تاتاریوں کے مقابلہ میں خوب کام دیں گے۔

نور الدین - اے میرے بادشاہ، افسوس کہ انسان تجربات کی بنا پر یہ اُمید بھی نہیں کر سکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو آج کی بیماری پر تین دن بعد آنے والی بلا کو ترجیح دیتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ حضور کو چنگیز کے مقابلہ میں جو پوری کامیابی نہیں ہوئی، وہ صرف اس وجہ سے تھی کہ حضور کے

پاس آدمی کم، اور امرا خائف تھے۔ وہ اس خیال میں ہیں کہ اُن کے پاس سپاہی، حضور کے سپاہیوں سے زیادہ، افسران فوج حضور کے افسروں سے زیادہ، تمک حلال ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ جلال الدین کے سوا یہ کارہائے عظیم کسی اور کے دست و بازو سے مترتب نہیں ہو سکتے۔ انھیں تاتاریوں کی زرا پر دانی نہیں۔ انھیں جس چیز کا خوف ہے وہ حضور کی سطوتِ شاہانہ، خاص کر عالم اسلام میں حضور کی شہرت ہے۔ انھیں اس بات پر ایک حقیقت مبرہن کی طرح اعتماد ہے کہ حضور کی سلطنت نے اور قوت پکڑ لی، تو تاتاریوں کے بعد اُن کی نوبت آئے گی۔ حضور کو معلوم رہے کہ اخلاط کے لئے حضور نے جو چند ہزار سوارانِ کرد مہیا کئے ہیں اس سے اُن کے حسد و رشک میں او اضافہ ہو گیا ہے۔

جلال الدین۔ سبحان اللہ! وہ میری زندگی کی تاریخ سے واقف ہیں۔ میری کون سی حرکت سے وہ استدلال کر سکتے ہیں کہ میں سلطنت حاصل کرنے کے لئے قتالِ بین المسلمین کے وبال کو اپنے سر پر لے سکتا ہوں میں مسلمانوں کا خون گرا کر اگر تو سبع ملک کرنا چاہتا، تو کیا میرے لئے ممکن نہ تھا کہ بغداد کو فتح کر کے ایک عاجز، ناقابلِ شخص کو تختِ عباسی پر بٹھا کر اس کے

نام سے تمام دنیا اسلام میں حکومت کرتا؟ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ سالہا سال سے لوگوں کی نظروں کے سامنے ہے۔ کیا ان آدمیوں نے اب بھی میرے مقصد کو نہیں پہچانا۔

نور الدین۔ لوگ اکثر کسی کے متعلق رائے اس کی اہلیت اور قابلیت سے قائم نہیں کرتے بلکہ اپنی ذاتی خواہش کی بنا پر اس کے بارے میں ایک خیال دل میں بٹھالیتے ہیں۔ حضور کے متعلق اُن کے جو کچھ خیالات ہیں وہ حضور کے شاہانہ کاموں پر مبنی نہیں بلکہ وہ اُن کی ذاتی حیات کا خلاصہ ہیں۔

جلال الدین۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔

نور الدین۔ اگرچہ سوائے ادب ہے مگر میں عرض کرتا ہوں اے مرے بادشاہ! حضور نے خدمت دین و طرفداری ملت کی راہ میں جو کچھ کیا اُسے جب وہ اپنے خواہشات و افعال پر منطبق کر کے دیکھتے ہیں تو کسی طرح انسانی فطرت کے مطابق نہیں پاتے اس لئے وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ ایک نقاب ہے جو اہلی مقصد یعنی حصول سلطنت کو چھپانے کے لئے ڈالا گیا ہے۔ انہیں کمزور یا کی اس قدر عادت ہے کہ اُن کے اعتقاد میں کوئی کام دائرہ

ریا سے باہر ہونیں سکتا۔ اُن کے کچھ ندیمان خاص سے میری ملاقات ہوئی حضور نے جو غیرتِ اسلامیہ کا اظہار فرمایا ہے اُسے وہ طرزِ عوامِ فریبانہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کے نزدیک لوگوں پر حضور کی بہادری سے زیادہ اس عوامِ فریبانہ طرز کا اثر ہے۔

جلال الدین۔ الہی ! اگر تیری محکمہ عدالت میں ثبوتِ ایمان لوگوں کی گواہی پر منحصر ہوتا تو ہم جیسے عاجز کیا کر سکتے۔ خیر یہ لوگ جو چاہیں سمجھیں جو چاہیں باور کریں میں ہر شخص کے خیالات کو بدل دینے پر قادر نہیں ہیں جو کچھ خدمتِ دین کی ہے وہ اس لئے تو نہیں کی کہ ان حضرات کی تحسین و تصنیف کا متمتع حاصل کروں یا اُن کی رائے کو اہمیت دوں۔ دیکھو وہ جو چاہیں شرط پیش کریں۔ اخلاط کیسا گرجستان کے بھی طالب ہوں اور مجھے کمزور اور ذلیل سمجھیں پھر بھی میں مسلمانوں پر تو تلوار کھینچوں گا نہیں۔ مجھے معلوم ہے آپ کا جسم تھک جائے مگر آپ کی ہمت میں فتور نہیں آتا یہ بھی اللہ کی راہ میں ایک خدمت ہے۔ لیجئے، تیاری کیجئے۔ قونیہ، شام، جہاں ضرورت ہو وہاں جائیے اور فوجِ اسلام سے اس اختلاف کے دور کرنے کی کوشش کیجئے۔ لڑائی نہونی چاہیے۔ صلح کے لئے جو شرائط پیش کئے جائیں میں سب

کے لئے راضی ہوں۔

اور خاں۔ مجبوراً میں بھی حضور کی سمع خراشی کروں گا۔ اے میرے بادشاہ! اعادہ صلح کا امکان باقی نہیں رہا۔

جلال الدین۔ کیا کہا۔ صلح میں کس وقت خلل آیا کہ اعادہ صلح کا امکان باقی نہ رہے۔

اور خاں۔ اے میرے بادشاہ! صلح میں خلل پڑے چوبیس گھنٹے ہو گئے۔ چونکہ حضور کی طبیعت نصیب اعدا کچھ ناساز تھی میں نے خبر نہ دی۔ جلال الدین۔ یہ کیا فضول بات ہے کیا تمہیں میرا مجھ سے زیادہ خیال ہے۔ بادشاہ کی طبیعت ناساز بھی ہو تو کیا اُسے ملک کے حالات سے بے خبر رکھا جاسکتا ہے۔ میرے ماتحت جس قدر مسلمان ہیں اگر انہیں کوئی گزند پہنچے تو اس کا ذمہ دار میں ہوں۔ تم نے کس جبارت سے مجھے خبر کئے بغیر لڑائی شروع کر دی میں دیکھتا ہوں کہ آج کل تمہارا طرز عمل عجیب ہے۔ میں تمہاری وفاداری سے بھی شبہ کرنے لگوں گا۔

اور خاں۔ ہاں اے میرے بادشاہ! بیشک ہیں حضور کا خیال حضور سے ہزار مرتبہ زیادہ ہے۔ ہزار مرتبہ کہنا بھی کم ہے۔ ہم نے کبھی حضور

کو اپنے نفس ہمایوں کا خیال کرتے نہیں دیکھا کہ ہم اس بات کا اندازہ کریں
 کہ حضور اپنی ذات پر کس قدر رحم فرماتے ہیں اور کس قدر شفقت۔ ہاں میرے
 بادشاہ، اگر کوئی بادشاہ بیمار ہوتا ہی تو طبیعوں کا یہ حکم ہوتا ہی کہ اُس کے
 اعادۂ صحت کے لئے یہ لازم ہو کہ وہ فکر و اندیشہ و اشتعال سے بچا یا جائے
 اور اس سے مجبوراً اُسے ملک کے حال سے بے خبر رکھا جاتا ہو۔ ہم حضور کے
 غلام ہیں۔ حضور کے سپاہی ہیں جلا د نہیں ہیں کہ اپنی آنکھوں سے یہ دیکھیں
 کہ حضور کس اضطرابِ روحانی میں مبتلا ہیں اور پھر ایسی خبر بد حضور کو سنائیں
 جو قلبِ شامانہ پر شدید اثر کرنے والی ہو۔ ہمارا دل اس بات کو قبول نہیں
 کرتا کہ اپنے ولی نعمت کو شبکچہ میں ڈالیں۔ ہم نے ذاتِ ہمایوں کو اطلاع
 دیے بغیر جو کام کیا اُس کی ذمہ داری خدا کے نزدیک حضور پر نہیں۔ یقیناً
 خدا کے نزدیک اور حضور کے نزدیک بھی ہم غلاموں پر ہی جو لڑائی چھڑ گئی
 ہو۔ اُس کی مسئولیت تمام تر مجھ پر ہو۔ اے میرے بادشاہ! لڑائی ہم نے
 شروع نہیں کی۔ کیتباد اور اشرف اچانک راہِ زون کی طرح آپڑے
 اور اُن مسلمانوں پر اور اُس ملکِ اسلام پر جو حضور کے زیرِ فرمان تھا
 مسلط ہو گئے۔ نہ معلوم اُن کے جسموں میں اُن تانہ کیوں کی ارواحِ خبیثہ

گھس گئی تھیں جنہیں ہم نے یہ تیغ کیا تھا یا کیا جو گاؤں، قصبہ اُن کے
 راستہ میں پڑتے ہیں جس طرح سانپ اپنے بچوں کو کھا جاتا ہے یہ لوگ وہاں
 عورتوں اور بچوں تک کو نہیں چھوڑتے۔ میں نے پے درپے دو ایلی اُن کے
 پاس بھیجے۔ صلح کی طرف مائل ہونا کیسا وہ یہ بھی نہیں بتاتے کہ وہ چاہتے
 کیا ہیں؛ اُن کے منہ میں انتقام کے سوا دوسرا کوئی کلمہ نہیں، اُن کی تلواروں
 سے خون۔ تیروں سے زہر برس رہا ہے۔ ہم نے چند ہزار آدمیوں کی جمعیت
 اُن کے مقابلے کے لئے بھیجی مگر اُن کو تنبیہ کر دی کہ صرف مدافعت لڑائی لڑیں۔
 جلال الدین - آہ ! اخلاط - اخلاط ! یہ ساری مصیبت ہم پر
 اُس حرکت سے آئی جو اخلاط میں کی گئی۔

اور خاں - اے میرے بادشاہ ! اخلاط پر ضرب فوج کی طرف
 سے پڑی تھی۔ عورتوں سے جو اپنی زندگی تمام لڑائیوں سے علیحدہ بسر
 کرتی ہیں اور بچوں سے جو خدا کی نظر میں بھی معصوم ہیں کیا ان سے انتقام
 لیا جاسکتا ہے؟

تورالدین - اے میرے بادشاہ ! حکم دیجئے کہ ایک مکمل فوج
 ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کی جائے تاکہ مسلمانوں کے سر سے ان کا

کو اپنے نفس ہمایوں کا خیال کرتے نہیں دیکھا کہ ہم اس بات کا اندازہ کریں
 کہ حضور اپنی ذات پر کس قدر رحم فرماتے ہیں اور کس قدر شفقت۔ ہاں میرے
 بادشاہ، اگر کوئی بادشاہ بیمار ہوتا ہے تو طبیعوں کا یہ حکم ہوتا ہے کہ اُس کے
 اعادۂ صحت کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ فکر و اندیشہ و اشتغال سے بچا جائے
 اور اس سے مجبوراً اسے ملک کے حال سے بے خبر رکھا جاتا ہے۔ ہم حضور کے
 غلام ہیں۔ حضور کے سپاہی ہیں جلا نہیں ہیں کہ اپنی آنکھوں سے یہ دیکھیں
 کہ حضور کس اضطرابِ روحانی میں مبتلا ہیں اور پھر ایسی خبر بد حضور کو سنائیں
 جو قلبِ شامانہ پر شدید اثر کرنے والی ہو۔ ہمارا دل اس بات کو قبول نہیں
 کرتا کہ اپنے ولی نعمت کو شبکھ میں ڈالیں۔ ہم نے ذاتِ ہمایوں کو اطلاع
 دیے بغیر جو کام کیا اُس کی ذمہ داری خدا کے نزدیک حضور پر نہیں۔ یقیناً
 خدا کے نزدیک اور حضور کے نزدیک بھی ہم غلاموں پر ہے جو لڑائی چھڑ گئی
 ہے۔ اُس کی مسئولیت تمام تر مجھ پر ہے۔ اسے میرے بادشاہ! لڑائی ہم نے
 شروع نہیں کی۔ کیتباد اور اشرف اچانک راہِ زون کی طرح آپڑے
 اور اُن مسلمانوں پر اور اُس ملکِ اسلام پر جو حضور کے زیرِ فرمان تھا
 مسلط ہو گئے۔ نہ معلوم اُن کے جسموں میں اُن تاتاریوں کی ارواحِ خبیثہ

گھس گئی تھیں جنہیں ہم نے ریتیں کیا تھا یا کیا جو گاؤں، قصبہ اُن کے
 راستہ میں پڑتے ہیں جس طرح سانپ اپنے بچوں کو کھا جاتا ہے یہ لوگ وہاں
 عورتوں اور بچوں تک کو نہیں چھوڑتے۔ میں نے پے درپے دو ایٹھی اُن کے
 پاس بھیجے۔ صلح کی طرف مائل ہونا کیسا وہ یہ بھی نہیں بتاتے کہ وہ چاہتے
 کیا ہیں؛ اُن کے منہ میں انتقام کے سوا دوسرا کوئی کلمہ نہیں، اُن کی تلواروں
 سے خون۔ تیروں سے زہر برس رہا ہے۔ ہم نے چند ہزار آدمیوں کی جمعیت
 اُن کے مقابلے کے لئے بھیجی مگر اُن کو تنبیہ کر دی کہ صرف مدافعت لڑانی لڑیں۔

جلال الدین - آہ ! اخلاط - اخلاط ! یہ ساری مصیبت ہم پر
 اُس حرکت سے آئی جو اخلاط میں کی گئی۔

اور خاں - اے میرے بادشاہ ! اخلاط پر ضرب فوج کی طرف
 سے پڑی تھی۔ عورتوں سے جو اپنی زندگی تمام لڑائیوں سے علیحدہ بسر
 کرتی ہیں اور بچوں سے جو خدا کی نظر میں بھی معصوم ہیں کیا ان سے انتقام
 لیا جاسکتا ہے؟

نور الدین - اے میرے بادشاہ ! حکم دیجئے کہ ایک مکمل فوج
 ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کی جائے تاکہ مسلمانوں کے سر سے ان کا

شرع ہو۔

جلال الدین - مولانا ! وہ بھی مسلمان ہیں۔ ہم ان کا شرع مسلمانوں پر سے ہٹائیں گے یا تاتاری مشرک ہمارا شران کے سر سے دفع کرینگے۔
نور الدین - میں چاہتا ہوں کہ بات مختصر ہو، مگر بات میں سے بات نکلتی ہو۔ مجبور ہوں حضور کی سمع خراشی کروں۔ حضور یہ اسلام نہیں۔ مسلمان اپنے بھائیوں کے مذہب و دعویٰ و جان پر ضرب نہیں لگاتا۔ حضور مجھے معاف فرمائیں، مگر کیا حضور کا مقصد یہ نہیں کہ مسلمانوں کو اس تاتاری بلا سے نجات دی جائے۔

جلال الدین - تو کیا آپ بھی میرے مقصد سے شبہ کرنے لگے۔
نور الدین - استغفر اللہ اے میرے بادشاہ ! شبہ نہیں بلکہ ایک مسئلہ کو نتیجہ تک پہنچانے کے لئے بطور مقدمہ کے عرض کیا تھا۔ اب چونکہ مقصد یہ ہے کہ عالم اسلام کو تاتاری پنجے سے چھڑایا جائے، تو سب سے اول کیا یہ لازم نہیں کہ جس چیز سے تاتاریوں کو قوت اور مسلمانوں کو ضعف حاصل ہوتا ہے، اُسے شکست دی جائے۔

جلال الدین - بیشک لازم ہے، اچھا دیکھیں آپ اس مسئلہ کو کس

نتیجہ پر پہنچاتے ہیں۔

نور الدین - اس نتیجہ پر لے بادشاہ ! تاتاریوں کو جو چیز قوت دے رہی ہے وہ ان کا اتفاق ہے ہیں جس چیز سے ضعف پہنچ رہا ہے وہ ہمارا آپس کا اختلاف ہے۔ اس اختلاف کے ہوتے تاتاریوں کا مقابلہ کرنا، ایک ٹوٹی ہوئی تلوار سے لڑائی کو کھلنا ہے۔

جلال الدین - مگر کیا کروں۔ اختلاف کا سبب میں نہیں۔ تم ان کا حال نہیں دیکھتے۔

نور الدین - نہیں میرے بادشاہ ! حضور اختلاف کا سبب نہیں مگر اس میں شبہ نہیں کہ حضور اُن تدابیر سے استغنا فرماتے ہیں جو اتحاد کے لئے لازم ہیں۔

جلال الدین - وہ کونسی تدبیر ہے جس سے میں نے استغنا ظاہر کیا ہے۔
نور الدین - میری عرض یہ ہے کہ اگر عالم اسلام لطف و عنایت سے متحد نہیں ہوتا، تو جبر و قہر سے اُسے متحد کرنے کی تدبیر نہیں کی گئی۔

جلال الدین - مولانا ! کیا آپ واقف نہیں کہ تلوار جدا کرتی ہے ملاتی نہیں۔

نور الدین - جانتا ہوں اے میرے بادشاہ ! مگر زخموں سے جو خون بہے گا وہ ملا دے گا۔

جلال الدین - اللہ اللہ ! دنیا میں ہر شخص کی آرزو مسلمانوں کے خون سے ہی حاصل ہوتی معلوم ہوتی ہے۔ تاتاری مسلمانوں کے خون کے خواہاں، خلیفہ اسلام مسلمانوں کے خون کا خواہاں، سلاطین اسلام مسلمانوں کے خون کے خواہاں، یہاں تک کہ نجات اسلام حبیباً مقصد مقصد بھی مسلمانوں کے خون کا خواہاں معلوم ہوتا ہے۔ کیوں؟

نور الدین - ہاں میرے بادشاہ ! ہم ایسے بد بخت زمانے میں ہیں کہ وہ مقصد مقصد بھی بغیر مسلمانوں کے خون کے حاصل ہوتا نظر نہیں آتا۔

جلال الدین - مولانا آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا میرا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ تاتاریوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ تیغ آزمائی کروں۔

نور الدین - اگر حضور مسئلہ کو اس طرح ہر قسم کی شرائط سے علیحدہ اور مجرد کر کے ملاحظہ فرمائیں گے تو البتہ میرے معروضات ہدایہ معلوم ہونگی۔ غلام یہ عرض نہیں کرتا کہ مسلمانوں سے لڑائی مطلقاً، مشرکوں سے غنا کرنے کے مقابلہ میں کار ثواب ہے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ تاتاریوں سے

جنگ آزمائی کرنے کے بجائے جن پر غلبہ پانے کے لئے ہزار میں ایک احتمال بھی نہیں کیونکہ ہمارے پاس اتنی جردی قوت ہے ہمارا یہ فرض ہے کہ مسلمانوں کو ایک رایت حمیت کے ماتحت لانے کے غرض سے انھیں اُن خائون کے پنجہ تسلط سے آزاد کرنے کی کوشش کریں۔ حضور آپ خیال فرماتے ہیں کہ یہ مسلمان ہیں۔ خدا شاہد ہے کہ اہانتِ اسلام میں سب کے سب تاتاریوں سے بھی بدتر ہیں، اس کو ان آنکھوں نے دیکھا ہے۔

جلال الدین (بات کاٹ کر) جانتا ہوں، جانتا ہوں۔ اگر لڑائی میں دہی آدمی مارے جاتے جنھیں آپ نے خائن کے لقب سے یاد کیا ہے تو اُن سے لڑنا تاتاریوں سے مقابلہ کرنے کی نسبت ہر قسم کے فرض سے بالاتر تصور کرتا، مگر آپ یہ نہیں سوچتے کہ اُن سے لڑائی لڑنے میں کتنے بے قصور مارے جائیں گے۔ وہ خائن ہیں، مگر اُن کے سپاہیوں کا کیا قصور وہ بیچارے کیا جانیں کہ کون خائن ہے۔

نور الدین۔ اے میرے بادشاہ! اگر چند سادہ دل سپاہیوں کو یہ خائن اُن غازیوں اسلام کے مقابلہ میں کشاکش لے آئیں جو حضور کے تابع ہیں تو اس کا وبال حضور کی گردن پر نہیں، اگر ہم اس خیال سے

اصحابِ عقلت کو اُن کے حال پر چھوڑ دیں کہ اپنے کئے کی سزا وہ خود بھگتیں گے
تو شیطان سے بڑھ کر خدِ ملعون، ممالکِ اسلام میں جس قدر احرارِ مسلمین ہیں اُن
سب کو مشرکوں کی زنجیرِ تعذب میں پابند کر کے رگت سے غزاں اور کاشغر
سے غناطہ تک ساری اقلیم کو ایسروں کا بازار کر دینگے۔

(راستہ کے کپڑے پٹے ہوئے ایک سپاہی کمرے میں داخل ہوتا ہے اور اورخاں
کو ایک خط دیتا ہے)

جلال الدین (اورخاں سے جو خط کھول کر پڑھتا ہے) یہ کیا ہے؟
اورخاں - اے میرے بادشاہ! یہ امیرِ ابراہیم کا جسے ہم نے
دشمن کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا خط ہے۔

جلال الدین - پڑھو۔

اورخاں (خط پر نظر ڈال کر اُسے نور الدین کو دیتا ہے اور حدت و
تاثر سے بھری ہوئی آوازیں کہتا ہے) آپ پڑھیے۔

جلال الدین - مولانا آپ ہی پڑھئے، اورخاں ایسی متانتِ قلب
کا مالک ہے کہ اُس نے اپنے حقیقی بھائی کو جو فوجِ اسلام سے علیحدہ ہو گیا
تھا، اپنے ہاتھ سے نہ تیغ کیا، مگر اس کا غد کے ٹکڑے نے اُس کو زلا دیا

ہی، کون سی مصیبت اس میں درج ہے۔

نور الدین (پڑھتا ہے) حضور کے تعین ارشاد میں ہم از بنجان کی طرف بخط مستقیم جا رہے تھے کہ دو منزل بعد ہیں دشمن کا ہراول ملا، یہ ممکن تھا کہ ایک حملہ میں میں اُن کو روک دیتا مگر چونکہ حضور کا حکم نہ تھا اس لئے میں نے صرف اُن راستوں کی ناکہ بندی کر دی جدھر سے وہ گزرتے دو ایک قیدی جو ہاتھ آئے اُن کے بیان سے معلوم ہوا کہ دشمن پچیس ہزار کی قوت سے ہماری طرف آرہا ہے، گاؤں والے اُس کی قوت کو اور بھی زیادہ بیان کر گئے ہیں۔ اگر اُن کے بیان پر اعتبار کیا جائے تو ایک لاکھ سپاہیوں کی فوج آرہی ہے، مگر بغا ہریہ عوام کا دامنہ ہے۔“

جلال الدین (اُس کے پڑھنے کو روک کر) ممکن ہے ایک لاکھ سواً مبالغہ ہو۔ لیکن حضرات ہلک اتنے ہمت والے نہیں کہ محض پچیس ہزار کی جمعیت سے مجھ پر حملہ آور ہوں۔ بہر حال آگے پڑھئے۔

نور الدین (پڑھتا ہے) ہیبت اللہ قزوینی جس سے آپ واقف ہیں صبح شریف سے واپسی کے وقت ادھر سے گزرا تھا۔ حضور واقف ہیں کہ وہ باہوش ہے اور صاحب تدقیق ہے اور حضور کے وفادار بندوں میں سے ہے

کہتا تھا کہ جب میں شام میں تھا تو وہاں جن اشراف و امراء سے ملاقات ہوئی اُن کا خیال یہ پایا کہ جب تک دولتِ خوارزم شاہ بالکل نیست و نابود نہ کر دی جائے باقی حکومت کو آرام نصیب نہ ہوگا۔ اس غرض کے لئے آپس میں متحد ہونے کے علاوہ انھوں نے عیسائیوں اور تاتاریوں کے پاس ایچی بھیجے ہیں اور اُن کے بیان سے یہ بھی مترشح ہوتا تھا کہ انھیں حسبِ مراد جواب بھی ملے ہیں اُن کا یہ خیال ہے کہ اس تاتاری ہلاکی وجہ سے دولتِ خوارزم شاہی کا منہور ہوا اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سلطنت مٹے تو فتنہ تاتاری کو بھی سکون ہو۔

جلال الدین - کیا خوب عاقبت بینی ہو۔ کیا یہ لوگ چمکا ڈل کی طرح روشنی نہیں دیکھ سکتے۔

نور الدین - یہ خیال کیا جائے گا کہ مسلمان بادشاہ اپنے ہم مذہبوں سے لڑنے کے لئے کفار سے مراجعت نہ کریں گے مگر میں نے ان لوگوں میں کوئی اثرِ اسلام نہیں دیکھا اور اس لئے اُن کے متعلق جو خبریں نے سنی وہ صحیح ہوگی۔ اُن مردوں کو جو اپنی عورتوں کو بچانا چاہتے ہیں اور اُن ماؤں کو جو اپنے بچوں کی جان بچانے کی کوشش کرتی ہیں یہ لوگ خاندان

کو عورتوں سے سینہ بہ سینہ اور بازو بہ بازو کر کے اور اسی طرح ماؤں کو بچوں کے ساتھ ملا کر ان کے جسموں میں مسخ ٹھوک دیئے ہیں۔ میں نے ایک ہزار سے زیادہ اس طرح کے جوڑے تڑپتے دیکھے آدھے نو مرچکے تھے اور آدھے اس تنگنہ میں مبتلا ہزار اذیتوں سے جان دے رہے تھے۔

جلال الدین - بس نور الدین بس۔ یہ ملعون چنگیز سے بھی بڑھ گئے حجاج ابن زیاد سے بھی! نہیں نہیں، نہ یہ مسلمان نہ ان کے سپاہی مسلمان تاتاری کیسے، شیطان سے بھی اول ان سے مقابلہ کرنا ہمارا فرض ہے اور خاں ہماری فوج کس قدر ہڑاگر ہم آج ہیں سے فوج بھیجیں تو کتنے آدمی بھیج سکتے ہیں؟

اور خاں - آٹھ دس ہزار کے قریب،

جلال الدین - انشاء اللہ ہمارے دس ہزار ان کے ایک لاکھ پر بھاری ہونگے جاؤ افسروں کو حکم دو۔ آج کو بجی ہو۔

نور الدین - اے میرے بادشاہ! خدا آپ کا مصیبت دہ دگا ہو کام لب شروع ہوا ہو۔

جلال الدین - اپنا ہاتھ آنکھوں پر لے جا کر مایوسانہ انداز سے

مجھے خوف ہو کہ شاید ہم اس کام کی انتہا تک نہ پہنچیں گے۔ مولانا تیار ہی کیجئے نوکروں سے کہئے کہ ملکہ سے جا کر کہیں کہ یہاں آئیں (اپنے ہاتھ سے اپنے سر کو ٹکراتا ہو اور کمرہ میں ادھر ادھر ٹھکتا ہو) نہیں یہ ابتداء کار نہیں ہے۔ انتہائے کار ہے۔ یہ آگ کیا ہے جو میرے جسم کو جلا رہی ہے۔ یہ توہمات یہ خیالات جو مشابہت کو حقیقت بتا رہی ہیں، جو مہر جہاں کو نیرہ، تیار ہے ہیں کہاں سے آرہے ہیں۔ یہ آگ تپ محرق ہے۔ یہ مقدمہ موت ہے۔ میں نے نیرہ کو اپنے ہاتھ سے دریاے سنت میں چھوڑ دیا تھا اور اپنے ہاتھ سے اُسے نکال کر دریا کے ساحل پر دفن کیے۔ مہر جہاں دیکھتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیرہ زندہ ہو گئی۔ یہ خیال مجھے کبھی کبھی عین حقیقت معلوم ہونے لگتا ہے۔ اُف! ... ملت ... باب ... رکن الدین ... نیرہ ... قطب الدین ... یہ سب فدا ہو گئے۔ ہاتھ سے گئے ... ناصر ... غیاث کیتباو ... اشرف ... خیانت، خیانت، خیانت! بیہوش ہو کر ایک طرف کو روتا ہوا گرتا ہو (دنیا جسے کہتے ہیں وہ دائرہ امتحان ہے، انسان وہ مخلوق ہے جو قرب الہی سے مردود ہو کر یہاں صحت کی گئی ہے (کوشش سے ہوش میں آکر) سکرات موت، سکرات موت! آہ،

خدا نے مجھے کیسا بد بخت پیدا کیا کہ جس قدر شہید ہونے کی آرزو کی اس قدر
 ہی زیادہ زندہ رہ گیا۔ شدید تپ میں مبتلا ہوں۔ سکراتِ موت کی کیفیت ہے۔
 لیکن وہ بھی میری زندگی کو بڑھا رہی ہے۔ اے فلک، اے فلک، کیا اس لئے
 کہ مجھے اپنے پر بھروسہ ہے تو مجھے مصیبتوں میں ڈالتا ہے! یار بتی! یار بتی!
 ان مصیبتوں سے، ان غموں سے، تو میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ میرے قلب پر
 ہزاروں شکنجے اپنا کام کر رہے ہیں۔ ہزاروں دوزخیں بھڑک رہی ہیں
 اے میرے اللہ! اے میرے اللہ! میں اس زندگی سے بیزار ہو گیا،
 اگر میرے جسم اور میرے ذہن پر ضعف آنے کو ہے، اگر میں خدمتِ اسلام
 سے عاجز ہونے کو ہوں تو تیری عزت کا واسطہ میری جان قوراً لے لے۔
 مجھے اسلام کو بالکل ذلیل ہوتا ہوا نہ دکھلا۔ غیرت! غیرت! کہیں یہ نہ ہو
 کہ میری وجہ سے اسلام چند ملعونوں کی لسانِ استہزا کا ہدف بن جائے۔

مجلس سوم

جلال الدین - مہر جہاں

مہر جہاں در مسرت و اشتیاق کے ساتھ کمرے میں داخل ہوتی ہے

اے میرے بادشاہ! آپ نے مجھے بتلایا؟ ایک مدت سے یہ لطف و عنایت
آپ نے میرے حال پر نہیں کی، اس عنایت سے آپ نے مجھے ایک زندگی
تازہ بخشی، مجھے کیا حکم ہو میرے جلال؟

جلال الدین - میری جان! اس قدر خوش نہ ہو، زرا ادھر کو
آؤ، میں لڑائی پر جا رہا ہوں، ایک دور کا رشتہ دار ہی.... مگر دیکھو، تم
بگڑنا مت۔ ہاں۔ تو بات یہ ہے کہ تونیہ کا کیتبا و مسلمانوں سے تیج آزمائی
کرنے کے لئے چنگیز کا جانشین ہونا چاہتا ہے۔ ایوبیہ طائفے کے اشرف
نے اس کے ساتھ اتفاق کیا ہے کہ بیت المقدس اہل صلیب کو ہدیہ پیش
کریں گے۔ دونوں مل کر میرے اوپر چڑھائی کر رہے ہیں اور اس غرض
کو حاصل کرنے کے لئے تاتاریوں اور عیسائیوں کے ساتھ متحد ہونے کی
کوشش کر رہے ہیں۔

مہر جہاں - کیتبا و جو نہ کرے تھوڑا ہے۔ رہے تونیہ والے سلجوقی وہ
ہم ہیں سے نہیں آپ کو معلوم ہو کہ یہ لوگ ہمارے ہمیشہ مخالف رہے ہیں
اور آپ کے لڑائی پر جانے سے ہیں کیوں بگڑوں۔ آپ کی شان شاہانہ
میں یہ فتح و ظفر اور شامل ہو جائے گی۔

جلال الدین - یہ تو خدا کے سوا اور کون جان سکتا ہے کہ غلبہ کس کو رہے گا۔ لیکن تمہارے کہنے ہی کے مطابق ایک نئی فتح حاصل کرنے کے لئے اگر جاؤں تو چند دنوں تک مجھ سے علیحدہ رہنے پر راضی ہو جاؤ گی ؟
 مہر جہاں - اے میرے بادشاہ ! میں آپ سے کیوں علیحدہ رہوں ؟
 کیا سفرِ گرجستان میں میں نے آپ کے ساتھ رہ کر آپ کی خدمت میں کوئی کمی کی ؟

جلال الدین - نہیں، نہیں، بات یہ ہے کہ سفر میں میرے آرام کے لئے اس قدر مشقت و تکلیف اٹھاتی ہو کہ میں تمہیں اپنے ساتھ لے چلنے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہو سکتا۔

مہر جہاں - اے میرے بادشاہ ! میں جنت میں رہوں اور وہاں کے عیش و آرام حاصل ہوں لیکن اگر آپ سے علیحدہ رہوں تو وہ دنیا کی ہر قسم کی مشقت کے مقابلہ میں جو آپ کے ساتھ رہ کر ملے زیادہ تکلیف دہ ہے۔
 جلال الدین - اسے میں جانتا ہوں۔ مگر تمہیں تکلیف میں دیکھ کر مجھے اضطراب ہوتا ہے۔

مہر جہاں - اے میرے جلال - آپ کے دل سے جو بات نہیں نکلتی

اُسے زبان پر لانا آپ کے لئے مناسب نہیں آپ کی باتوں کو مجبوراً میں دوسرے
معنی پہناؤں گی۔

جلال الدین - آؤ۔ میرے پاس آؤ۔۔۔ مہر جہاں کے سر کو اپنے
کندھے پر رکھتا ہوں دو ایک منٹ حیران حیران، آنکھوں سے اُس کے چہرہ پر
نظر ڈالتا ہوں اس کے بعد کمال شفقت سے کہتا ہوں مجھ پر رحم کھاؤ اور اس
مرتبہ میرے ساتھ مت چلو میرے حال کو نہیں دیکھتیں اور تمہیں نہیں معلوم کہ
میرا یہ حال تمہاری ہی وجہ سے ہے۔

مہر جہاں - میرے جلال! میں نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ آپ کی
کون سی حالت میری وجہ سے ہوئی؟

جلال الدین (چند منٹ اُس کے چہرہ پر پھر اُسی طرح نظر ڈال کر)
نہیں، ساتھ نہیں لے جاؤں گا اور اگر ساتھ لے بھی گیا تو اپنے تئیں سببِ حال
نہ سکوں گا۔ مجھ پر رحم کرو۔

مہر جہاں - اے میرے بادشاہ! خدا کے لئے کہئے تو آپ کو کیا ہوا
ہے۔ مجھے مار ڈالئے۔ مگر مجھے خزیں لگا ہوں سے تو نہ دیکھئے۔

جلال الدین - مہر جہاں! اگر تم میرے دل کو چیر کر دیکھو تو اُس کے

اندر تم کو ایک عجیب راز ملے گا۔ تم اُس کی دہشت کا مقابلہ نہ کر سکو گی۔
 مہر جہاں - مجھے متعلق آپ کے دل میں کیوں کوئی راز چھپا بیٹھا ہے
 میں ہر بلا، ہر مصیبت کے مقابلہ کی طاقت رکھتی ہوں۔ اگر کسی مصیبت کی
 طاقت نہیں رکھتی تو یہ کہ آپ کے دل سے بیگانہ رہوں۔

جلال الدین - میں سوتے میں جو باتیں کہتا ہوں اُس سے کوئی راز
 نہیں رہتا۔ مگر مجھے تیندہ ہی کب آتی ہے کہ نیند میں باتیں کروں مگر جب میں
 بہوش ہو جاتا ہوں اور اس وقت باتیں کرتا ہوں کیا اُن سے بھی تم
 کچھ نہیں سمجھیں۔

مہر جہاں - اے میرے بادشاہ ! میں تو کچھ نہیں سمجھی۔ خدا کے لئے
 اپنے در و دل کو مجھ سے کہئے۔ اندیشہ و فکر سے میرا دل دھڑک دھڑک کے
 ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

جلال الدین - آہ ... کس قدر مشابہ ہو !

مہر جہاں - کس سے مشابہ ہوں ؟

جلال الدین - اس قدر مشابہ ہو کہ کسی چیز میں تو ذرہ برابر فرق
 نہیں سواے اس کے کہ تمہارے بالوں میں زردی زرا زیادہ ہے اور کسی

بات میں کسی حال میں بھی تو سر مو فرق نہیں، تمہارے چہرہ کو جب دیکھتا ہوں
تو مجھے یہ خیال آتا ہے کہ خدا نے جب تم میں سے ایک کو پیدا کیا تو خود اس نے
اس قدر پسند کیا کہ ایک تمثال ثانی بھی بنائی۔

مہر جہاں (خوف زدہ لہجہ میں) اے میرے پادشاہ! میں کس سے
مشابہ ہوں۔ میرے اور کس کے درمیان ذرّہ برابر فرق نہیں۔

جلال الدین۔ اور کس سے مشابہ ہوگی؟ میرے دل میں سے
باہر آؤ۔ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں دریاے سنت میں ہوں، اور کس سے
مشابہ ہوگی؟ اس ملکہ سے مشابہ ہو جسے میں نے اپنے ہاتھوں قربان کیا۔
مہر جہاں (دڑکر جلال کے پاس سے ہٹ کر) میرے بادشاہ!

جلال الدین۔ بالکل اُس سے مشابہ ہو۔ میرا ذہن پریشان ہے۔
میرا قلب مضطرب، میں تمہارے چہرہ پر نظر ڈالنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔
جلال پر رحم کھاؤ اور اس سفر میں ساتھ نہ چلو۔۔۔ (جلال تیزی سے
باہر جاتا ہے۔ مہر جہاں روتی ہوئی ایک طرف کو گر پڑتی ہے)

(پردہ گرتا ہے)

پردہ سینہ دہم

مجلس اول

مہر جہاں، اس کے بعد ایک کنیز

مہر جہاں (صوفے میں آہستہ آہستہ بیٹھ گئی) آہ! چند برس کے
 لطف زندگی کا یوں ایک دم محو ہو جانا بھی کیسی سخت مصیبت ہے۔ روح
 ہر وقت پر لذت تاثرات سے لطف اندوز تھی۔ ہر وقت، ایسے جان پرور
 منظر پیش نظر تھے کہ یکایک اب جدھر نظر ڈالتی ہوں تاریکی عدم کے سوا اور
 کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ عیشِ زندگی کے کس قدر مخالف ہے، روح بیزار ہے۔ دنیا
 میرے لئے مزار ہو گئی۔ دنیا کس قدر بڑا مزار ہے، انسان اسے کس قدر
 دہشت ناک پاتا ہے (ایک لونڈی کمرہ میں داخل ہوتی ہے) لڑکی! باہر
 گڑ بڑ ہے، کیا ہے (لونڈی باہر جاتی ہے۔ مہر جہاں اپنے دل سے باتیں کرتی

ہی) ظالم تو نے مجھے کیسی غفلت میں ڈال رکھا تھا، اس پردہ غفلت کے پیچھے جو شکلیں مجھے نظر آتی تھیں میں انہیں عین حقیقت تصور کرتی تھی۔ اور اُن کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہی تھی اس زندگی کے ہر لمحہ کو فردوسی اور ابدی لمحہ سمجھتی تھی جو کبھی متغیر نہ ہوگا۔ یوں لذت کے ساتھ زندگی بسر کر رہی تھی۔ کیا یہ انصاف ہے کہ ایک غافل بچہ کو ایک عاجز دیوانے کو جو بے ضرر کھیلوں میں مصروف ہو اُسے اُن سے محروم کر کے اُس کی ساری عمر وقف گریہ دالم کر دی جائے! اُف... یہ جو کبھی کبھی التفات کی چھوٹی چھوٹی نشانیاں مجھے نظر آتی تھیں جنہیں میں ہزار جان سے عزیز رکھتی تھی یہ التفات یہ عنایات، میرے لئے نہ تھے۔ میں تو اُس کی نظر میں انسان بھی نہیں۔ میں تو ایک مردہ کی تصویر تھی۔ یہ جو کبھی کبھی عجیب ناقابل فہم حزن و ملال، یہ جو کبھی کبھی جگر دوز بردت نظر آتی تھی۔ یہ سب اُسی کی وجہ سے تھی۔ آہ.... میرے دل کے حیات، میرے دل کے خوف سب صحیح نکلے میں اس سبب نہیں سمجھتی تھی... بھلا کون اس بات کا خیال کر سکتا ہے کہ دو جدا سلطنتوں کے خاندانوں میں دو عورتیں ایسی پیدا ہوں جو ایک دوسرے سے بالکل مشابہ ہوں اور وہ دونوں ایک ہی آدمی پر عاشق ہوں؟

دیوانی ؟ دیوانی ! کاش کہ تو تصویر میت نہ ہوتی تو مصنع تعظیم جھوٹا
 التفات تیرے نصیب میں نہ ہوتا۔ شاید کبھی ایک نظر محبت، ایک نگاہ کشش
 تیرے لئے بھی ہوتی۔ اب محبت اور نظر عاشقانہ کیسی ؟ ساختہ حرمت اور
 تلطفات کذب کا بھی امکان باقی نہیں وہ اب تجھ سے نفرت کرتا ہے۔ تجھ سے
 ڈرتا ہے۔ تجھے جادو خیال کرتا ہے... آہ ! یہ جسم۔ یہ مزار منفور۔ یہ جسم جو حقیقت
 میں ایک جنازہ ہے کیوں بے جان نہیں ہو جاتا۔ کیوں اپنے قفس میں روح
 کوئے ہوئے عذاب جہنم سہ رہا ہے۔ (تھوڑی دیر خاموش رہتی ہے پھر روتی
 ہوئی ایک طرف کو گر پڑتی ہے) یا ربی ! یا ربی ! اگر تیرا ارادہ یہی تھا کہ میں
 اور نیرہ ہم شکل پیدا کی جائیں تو چاہیے تھا کہ اس سے اول تو جلال کو مجھے
 دکھاتا، تیرا کیا بگڑتا جو وہ راحت آرام جو سنت کی موجوں میں ٹونے اُسے
 احسان و عطا کیا وہ میرے نصیب میں ہوتا۔ کیا تیری ترتیب خلقت بگڑ جاتی۔
 کینئر (داخل ہو کر) حضور تشریف لارہے ہیں۔

مہر جہاں (حیرت سے) کیا پادشاہ ؟

(جلال الدین داخل ہوتا ہے۔ چہرہ پر انتہا درجہ کا ضعف، حالت پریشان و
 بگڑی ہوئی ہے)

مجلس دوم

مہر جہاں - جلال الدین

مہر جہاں رگھنائی ہوئی جلال کے پاس جا کر، اے میرے بادشاہ
ایسے اچانک کیسے آئے ؟

جلال الدین - ہر میت خوردہ سپاہی اپنا ہی پیغام بر ہوتا ہے۔ اُس کی
خبر بد خود اُس کے سوا کون لائے گا۔

مہر جہاں - کیسا شکست خوردہ سپاہی ؟

جلال الدین - ہاں شکست خوردہ - ایسا شکست خوردہ جیسا جوار غزۃ
میں ہم نے تاتاریوں کو تلوار کے بجائے محض چٹریوں سے بھگا دیا تھا۔ ذلیل
کینے سپاہی، لڑائی کے زمانہ میں مجھے کچھ تھکن محسوس ہوئی تو میں محض ٹیکا
لگانے کے لئے ایک درخت کے نیچے ہو گیا، وہ سمجھے کہ میں فرار کر رہا ہوں
میں کہ یا میری فوج ساری کی ساری دشمن کی طرف چلی جائے یا بالکل محو
ہو جائے۔ لڑائی سے مٹنے پھرنے والا نہیں۔ انہوں نے جب یہ خیال کیا کہ
میں فرار کر رہا ہوں تو ذرا یہ بھی تو دیکھا ہوتا کہ دشمن کے غلبہ کا کوئی تھوڑا سا

نشان بھی ہر یا نہیں۔ آہ۔ میں اُنھیں سکھاؤں گا۔ انشاء اللہ پھر میدانِ جنگ
 آراستہ ہوگا اور اگر اس وقت میری تلوار کا خوف دشمن کے ہتھیاروں
 سے زیادہ نہ ہو تو وہ بے شک میدانِ جنگ سے اُلٹے پھر آئیں، میں کتابوں
 کہ ہم پھر میدانِ جنگ میں جائیں گے مگر انشاء اللہ تا تاریخوں سے مقابلہ ہوگا
 ان سے نہیں، ملوک طوائف بھی پدر مرحوم کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ ہمارے
 سپاہیوں کے پاؤں اکھڑ گئے پھر بھی ہمارے دشمن بھاگ گئے حالانکہ اُن کی
 قوت ہم سے گنتی تھی۔ عدل الہی بھی کس قدر عظیم الشان ہے، اُس نے میرا
 جسم میرے طالع کے مناسب بنایا ہے میں نئی مصیبت میں مبتلا ہوا۔ لیکن
 اس مصیبت میں پڑتے ہی وہ ناامیدی، وہ خوف آمیز تصورات سب الٰہی
 غائب ہو گئے۔ آپسکوں کے میدان میں مجھے بوطہ پلیمان حاصل تھا جو انگلیں
 وہاں تھیں وہ پھر رونما ہو رہی ہیں مگر مجھے خوف ہے کہ اس آفتاب شوق کا
 طلوع کہیں اُس روشنی کی مانند نہ ہو جو غروب آفتاب کے بعد اُفق میں ہوتی
 ہے مگر شکریہ کہ میرے دل میں ایسی کشادگی و انشراح ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ
 میں اندر سر نو دنیا میں آیا ہوں، مایوسانہ خیالات میں کیوں وقت گزاروں
 میں تو صرف تمہیں دیکھنے یہاں آیا تھا، تمہیں دیکھنے کو میرا اتنا دل چاہا کہ

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پیدائش سے لے کر اس وقت تک میں تمہیں دیکھنے کی آرزو میں تھا۔

مہر جہاں (اپنے دل سے) یہ جانتی ہوں کہ جو کچھ کہہ رہے ہیں دل سے نہیں کہہ رہے ہیں مگر پھر بھی اُن کی باتوں پر یقین کرنے کو میرا دل چاہتا ہے۔
جلال الدین - کیوں ایسی کھنچی ہوئی بچی ہوئی بیٹھی ہو۔ کیا مجھ سے بگڑی ہوئی ہو۔

مہر جہاں - توبہ، توبہ، میرے بادشاہ۔ میں تو خیال کرتی ہوں کہ آپ گھبراہٹیں گے۔

جلال الدین - خدا کے لئے، بلکہ اس قدر غمزدہ ہو کر تو نہ بیٹھو اور میرے انبساط دل کو خراب نہ کرو (کچھ سوچ کر) آہ! تم مجھ سے اس لئے روٹھی ہوئی تھو کہ میں ساتھ نہیں لے گیا۔ پریشانی اور بیماری کی حالت میں جو باتیں میرے مُنہ سے نکلیں اُن سے ناراض نہ ہو، تمہیں خبر نہیں کہ اس وقت میرا کیا حال تھا، میری جان! بخار کے ذہان میں جو باتیں مُنہ سے نکل جائیں کہیں کوئی اُن کا بھی خیال کیا کرتا ہے۔

مہر جہاں - اے میرے بادشاہ! میں بگڑی نہیں ہوں۔

جلال الدین - جانتا ہوں - چھپاؤ مت بنجاریں بھی انسان جو کچھ
 کہتا اور سنتا ہے اس کے ذہن میں خواب کی طرح باقی رہتا ہے۔ میں نے جو کچھ
 کہا وہ مجھے سب یاد ہے۔ میری جان ملک! تمہارے چہرہ کی بناوٹی مسرت بھی
 صبح کا زب کی طرح خوب صورت معلوم ہو رہی ہے۔ مہر جہاں! تمہیں مغموم دکھتا
 ہوں تو سوچتا ہوں کہ یہ جو دنیا کے آلام و غم میرے دل میں جمع ہو گئے ہیں
 انہیں کون تسلی دے گا۔

مہر جہاں - آہ! آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں اسے اگر ہزار میں سے ایک
 کو بھی صحیح سمجھوں تو مجھے وہ مسرت نصیب ہو جو جنت میں حوروں کو ازل سے
 ابد تک بھی نصیب نہ ہوگی۔

جلال الدین - اگر میں حقیقت میں محبت نہیں کرتا تو مجھے کون سی
 ضرورت ہے کہ محبت کا سوانگ بھروں۔ ایک دن میں نے اپنا حال بیجاری
 زاہدہ سے کہا تھا تو وہ بولی کہ خدا تمہیں اس قدر دوست رکھتا ہے کہ چونکہ
 تم نے اپنی محبوبہ کو اس کی راہ میں فدا کیا اس نے تمہارے لئے تمہاری محبوبہ
 کی ایک ہم شکل تمہیں اور عنایت کی۔ اس عنایت کو وسیلہ محبت سمجھتا ہوں
 حقیقت میں خدا نے اپنے کسی بندے پر جو کرم نہیں کیا وہ تجھ پر کیا۔ کیا میں

ایسا حق ہوں کہ اس عنایت کو ایک وسیلہ الم قرار دوں۔

مہر جہاں (اپنے دل سے) شاید صحیح کہہ رہے ہیں (جلال سے) آپ اُسے چاہیں یا نہ چاہیں، مگر مہر جہاں تو آپ کی اسیر، آپ کی فدائی ہی، ہر شخص اپنی جان سے زندہ رہتا ہو۔ میں آپ کے وجود سے زندہ ہوں۔ ہر شخص اپنے محبوب کے وصل کا تصور باندھتا ہو میں آپ کی راہ میں قربان ہونے کے سوا اور کچھ نہیں سوچتی (دروازہ سے ایک کینز داخل ہوتی ہو اُس سے) کیا ہو؟

کینز۔ پادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے مجھے یہ دیا گیا ہو اور مجھ سے کہا ہو کہ فوراً پیش کروں۔

جلال الدین۔ لاؤ (کینز جلال کو دوا طلس کے خریطے پیش کرتی ہو) جلال انھیں کھول کر پڑھتا ہو کینز باہر جاتی ہو)

جلال الدین۔ کس قدر فضول القابوں کا تار باندھ دیا ہو مقصد کیا ہو۔ صلح چاہتے ہیں، مخصوص ایچی بھی بھیجے ہیں؟

مہر جہاں۔ کس نے میرے پادشاہ!

جلال الدین۔ (نظر کا غڈ پر) کعبا د اور اشرف (نظر اٹھا کے)

بہت خوب، مسلمانوں میں خوں ریزی حرام ہے، مصالحت سید الاحکام ہے،
 خوب، اسے جانتے تھے تو میرے اوپر چڑھائی کیوں کی۔ کیا میں نے تمہیں
 لڑائی کے لئے بلایا (کچھ سوچ کر) ان کا اصل مقصد کیا ہے۔ میرے ہر اول
 کے کسی سو آدمیوں کے دھاوے کو اُنھوں نے دیکھا اور اپنی نہریت کو
 از قبیل قضا سمجھا، اب ڈر کر پھر تنہا اپنے نصیب کو آزمانا نہیں چاہتے اپنے
 دوستانِ خالص تا تار یوں اور عسائیوں کا انتظار کرنا چاہتے ہیں۔
 بہتر ہے انتظار کریں۔ میرا فرض تو یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے مسلمانوں میں
 تلوار نہ چلنے دوں۔ صلح چاہتے ہیں تو صلح کروں، نتیجہ کی نگرانی کا میں ہی
 ذمہ دار ہوں گا۔ اگر وہ عمدہ شکیں کر نیگے تو عدالت الہی میں اس کا نتیجہ بھگتیں گے
 (ملکہ سے) آج شام کھانا ہم تم ساتھ کھائیں گے۔

مہر جہاں (نہایت خوش ہو کر) کیسی عنایت، اے میرے بادشاہ!
 جلال الدین۔ اب بھی تمہارا روٹھنا نہیں گیا، لو۔ قسم لو، اب
 جہاں جاؤں گا تمہیں ساتھ لے جاؤں گا۔ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں
 رہ سکتا۔

مہر جہاں۔ اے میرے بادشاہ! خدا کی توفیق و عنایت ہر وقت

آپ کے ساتھ ہو (جلال الدین باہر جاتا ہے) یا اللہ کیا جلال کی
 باتیں صحیح ہیں، کیا میں اُس کی نظریں نیرہ کا بھوت نہیں، بلکہ نیرہ
 کی ہم شکل محبوبہ ہوں؟

پردہ چہار دہم

ایک کمرہ جس میں ایک کنیز ہو ایک طرف کو جلال سوتا ہو۔
 دوسری طرف ایک چھوٹی چوکی پر اک تنہا موم بتی جل رہی ہے۔
 نور الدین زمین پر ایک نمسے پر بیٹھا ہو۔ سامنے دواؤں کے بڑے
 بڑے شیشے رکھے ہیں انھیں دیکھتا ہو۔ اس کے پاس نوکروں کا سفرار
 سوتا ہو کمرے کے بائیں جانب ایک اور کمرہ ہو جس کے دروازہ
 پر پردہ پڑا ہو۔ اس کے مقابل میں ایک بند دروازہ نظر آتا ہو

مجلس اول

جلال الدین سوتا ہوا۔ نوکروں کا سردار سوتا ہوا

نور الدین اور اس کے بعد مہر جہاں

نور الدین دواؤں کے شیشوں پر نظر ڈال کر اپنے دل سے کچھ نہیں
 یہ حکیم خاک بھی حکیم نہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ طب و حکمت ابک چیز ہو وہ کس قدر
 غلط کہتے ہیں۔ دو تین مٹھی معدے میں ایک دو گھنٹہ کے اندر تین چار سیر

پانی بھر دینا یہی حکمت ہے؟ شاید ایک زمانہ ایسا آئے گا جب کہ جو فائدہ اس
 تین چار سیر پانی سے حاصل ہوتا ہے وہ دو قطروں سے حاصل ہوگا۔ مگر
 نتیجہ کیا؟ رازی، فارابی، ابن سینا نے کیا کیا حقائق کشف کئے سب
 اپنے ساتھ مزاروں میں لے گئے۔ ممکن ہے کہ بقراط اپنی حکمت کے زور سے
 مردوں کے بدن میں حرکت لے آئے، مگر یہ اس کے اختیار میں نہ تھا کہ اپنے
 بیماریوں کو جنس اہل نے اپنے پنجے میں پکڑ لیا تھا اس سے روک لے
 کہ وہ انسان سے مٹی کا ڈھیر بن جائیں۔ اُف! ہر چیز مجہول اور نامعلوم
 ہے، اور زمانہ آئندہ اس سے زیادہ نامعلوم۔ ازل سے تاریکی میں دنیا
 میں آئے، کچھ آنکھیں کھلیں، کچھ روشنی نظر آئی اور اس کے بعد سیدھے
 ابد کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابد کی پہلی منزل موت ہے۔ یہاں آنکھیں پھر
 بند کر دی جاتی ہیں۔ اک وقت آئے گا کہ پھر کھلیں گی؟ مگر کب کھلیں گی؟
 کیا زمانہ مزار بھی اتنا لمبا ہے جتنا ازل سے دنیا میں آنے کا زمانہ؟ مگر
 یہ خیالات کے گھوڑے دوڑنے کا وقت نہیں۔ بادشاہ بیمار پڑا ہے اور
 کیسا بیمار؟ کیسی مصیبت ہے؟ چہرے کا رنگ ایسا زرد پڑ گیا ہے جیسے
 آفتاب غروب کے وقت ہوتا ہے۔ اس کا جسم ایسا ہو گیا ہے جیسے قبر سے

کوئی مردہ اٹھ کھڑا ہوا ہو۔ جسم میں وہ آگ بچک رہی ہو گویا اندر ایک جہنم بند ہے۔ یہ حال دیکھنے سے تو ہر ہی کہ انسان دنیا ہی میں نہ آئے۔ پیدا ہونے سے پہلے مزار میں چلا جائے۔ مگر ارادہ الہی سے لڑائی نہیں لڑی جاسکتی۔ سوائے اس کے چارہ نہیں کہ اپنی بساط بھر کوشش کی جائے (پاس کے شیشوں کو اٹھا کر) اس میں سے ایک ایک گھنٹہ بعد اک قح، اس میں سے دو دو گھنٹے بعد اک قح پلانے کی ہدایت ہے۔ بہت اچھا طبیب صاحب! مگر آسے جگائے کون؟ اس بیمار کو، جسے اک دو گھنٹے کی نیند اب نصیب ہوئی ہے۔ اس بیمار کو جو حیات، سلامیت، انسانیت کا نو طلوع آفتاب ہے، جو ہم سب کی امید نجات ہے، کس کا ایسا پتھر کا دل ہے کہ اس غریب بیمار کو اس کی آرام کی نیند سے بیدار کرے۔ قسم ہے خدا کی، اگر ہمارے اطباء کا اپنے بیماروں کے ساتھ یہ سلوک ہے تو ان کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ جنگیز کی فوج میں سپاہی ہو جائیں۔

مہر جہاں (دروازے میں سے نظر آتی ہے) مبارک! مبارک!
 مبارک (سوتے سے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے) حضور
 نور الدین (جس دروازے سے مہر جہاں داخل ہو رہی ہے)

اس کے سامنے جا کر، ملکہ! کچھ حکم ہے!
 مہر جہاں - مولانا! کیا آپ بادشاہ کی نگرانی کر رہے ہیں۔
 نور الدین - میری اور مبارک کی نوبت ساتھ ساتھ تھی۔ اس
 بیچارے کی آنکھ لگ گئی۔ معاف یہ کیجئے۔

مہر جہاں - میں اس مہینے بھر میں جس قدر سوئی ہوں اُسے جمع
 کیا جائے تو چار گھنٹے نہ ہوں۔

مبارک (اٹھ کر) حضور کیا حکم ہے۔

مہر جہاں - ٹھہر نہیں ٹھہر، تو غیر تھوڑا ہی ہے۔ (نور الدین سے)
 مولانا! طبیب بادشاہ کی بیماری کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ کچھ آپ کے بھی
 سمجھ میں آیا۔

نور الدین - حضور نے بڑا مشکل سوال کیا ہے۔ ہمارے ملک میں طبیب
 ہی ہی کون؟ میرا خیال تو یہ ہے کہ بادشاہ کی بیماری تفکرات کی وجہ سے
 ہے۔ باقی اس مصیبت کی تشخیص میرے بس کی نہیں لیکن خدا کی درگاہ سے
 مجھے یہ امید ہے کہ وہ ملت اسلامیہ پر رحم فرمائے گا اور میرا خوف از سر تا پا
 غلط ثابت ہوگا۔

مہر جہاں - سمجھتی ہوں سمجھتی ہوں - آپ کو جس بات کا اندیشہ ہو
اُسے میں بھی سمجھتی ہوں، بادشاہ کی تپ، تپ محرقہ سے مشابہت رکھتی
ہی! اب معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے اس دنیائے دنی سے اپنے تئیں
بالا تر پایا اور اُسے اپنے رہنے کے قابل نہیں سمجھا۔ دنیا کو دشمن کے پنجے
سے چھڑانہ سکا، خود اپنے تئیں دنیا کے پنجے سے چھڑانا چاہتا ہے۔ اگر خود کشی
ممنوع نہ ہوتی، تو میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ وہ کب کا خود کشی کر چکا ہوتا۔
(اپنے دل سے) آہ! اگر خود کشی کر لیتا، تو مجھے یہیں چھوڑ جاتا اور اپنی
چھتھی نیرہ کے پاس چلا جاتا (بہ آواز) اس کی روح، اجل سے اس عنایت
کی خواستگار ہے کہ اُسے علانیہ دنیا سے آزاد کر دے، جس طرح وہ دولت
ملت کی سطوت و شان کو زیادہ کرنے کی کوشش کرتا تھا، اسی طرح اپنی بیماری
بڑھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کے دل کی نا اُمیدی کو کس طرح رفع کریں۔
مبارک - میں اگرچہ ایک چھوٹا آدمی ہوں مگر میرے دل میں روشنی
کی ایک تھوڑی سی جھلک کے مانند ایک خیال ہے اُسے عرض کرتا ہوں،
میری تاجپز راتے میں بادشاہ کو اس نا اُمیدی اور اس حالتِ یاس
سے نجات دینے کا ایک ہی چارہ کار ہے اور وہ یہ کہ تانا دیوں کے ساتھ

لڑائی کی جائے۔

نور الدین - ہمارے بادشاہ کو جس چیز نے سب سے زیادہ مایوس کیا وہ مسلمان بادشاہوں کا تانا بویوں سے اتفاق کرنا تھا۔ اپنے بھائی غیاث الدین کی خیانت نے بھی اس کے دل پر اتنی چوٹ نہ لگائی تھی اُس کی ساری کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق ہو اس لئے جو محض ذاتی کاوشوں کی وجہ سے لوگوں نے خیانتیں کیں۔ بغاوتیں کیں۔ اس کو اس نے کچھ زیادہ اہمیت نہ دی، اس کا ہر ایک کام نجات اسلام کے لئے تھا اور مسلمانوں سے بھی وہ اسی کی توقع کرتا تھا لیکن اُس نے سب سے بڑی خیانت سب سے بڑی بے وفائی مسلمانوں ہی سے دکھی۔ اس کے بھائی اس کے ہم مست مسلمان ہی تو تھے، میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت آدم جنت سے نکلے وقت جس قدر مایوس ہوئے ہونگے۔ ہمارا بادشاہ بھی جس فردوس دنیا کا تصور اپنے ذہن میں کئے ہوئے تھا اُس سے محروم ہو کر اتنا ہی نا اُمید ہوا ہو گا۔

مہر جہاں - آہ بے شک ایسا ہی ہے اور جس طرح حضرت آدم دوبارہ جنت کو گئے۔ یہ بھی جنت کو جانا چاہتا ہے۔ وہاں اس کے لئے

ایک قصر اور اس قصر میں ایک حور اس کی منتظر ہے۔

جلال الدین (بستر میں کروٹ بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے) اپنے بالوں کو مٹی سے صاف کر۔ کیا تو بھوت بن گئی ہے، کیا قبر سے نکل کر مجھے ستانے کے لئے آئی ہے۔ میں نے تجھے اللہ کی راہ میں قربان کیا تھا دنیا میں تیرا کیا کام ؟

مہر جہاں۔ الہی ! الہی ! میں ہی اُس کے نظروں کے سامنے ہوں، تپ کی حالت میں بھی آنکھیں بند ہیں مگر میں ہی اس کے سامنے پھر رہی ہوں۔ میں دنیا سے اُٹھ بھی جاؤں تو بھی اُس کے ذہن میں یہی خیالات رہیں گے۔

جلال الدین (بستر میں حرکت کرتے ہوئے) بچہ کہاں ہے، قطب الدین کو کیا کیا۔ اُسے مٹی میں دبا کے یہ زندہ کا بوس کیا ہے جو تیرے ساتھ پھڑپھڑا ہے۔ مبارک مہر جہاں کا ہے۔ اس کا غلام ہے تیرے پاس کیوں ہے۔ سنت کی ندی تمہیں نظر نہیں آتی۔ بالکل خاک مزار کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ اس کے اندر مردوں کی ہڈیاں ہیں، ہڈیوں کے ٹکڑے ہیں، غیاث ! اپنے کئے کی سزا پائی ملعون ! دیکھا تو نے۔ اسلام کی نہرِ حیات کا باعث ہونا کس

عاقبت کو چھو نچاتا ہے۔ بیچاری زاہدہ اب بھی مٹی اس مجرم کے سرہانے
 رو رہی ہے جو اللہ کی رحمت سے محروم ہو گیا ہے، مگر کیا کرے بیچاری عورت
 یہ ماں کی مانتا ہے، کاش کہ اس خنزیر کو بھنے کے بجائے ایک سانپ
 جنتی تو اس کا ضرر بہت ٹھنچتا بہت ٹھنچتا تو چند آدمیوں تک ٹھنچتا چنگیز
 مرگیا مردود چنگیز جس کی خواہشوں کے لئے دنیا تنگ تھی وہ چار گز زمین
 میں دبا پڑا ہے۔ ملعون تو اس دنیا کو اپنے لئے اور خدا کے لئے ایک جگہ کم
 سمجھتا تھا۔ جو لوگ خدا کے بندوں کے لئے زندگی بسر کرتے تھے انھیں کہتا
 تھا کہ جائیں اور دوسری دنیا تلاش کریں۔ آج مرا پڑا ہے قبر میں دفن
 پڑا ہے۔ دیکھو بلند ہوتا ہے۔ پھول رہا ہے۔ پھول پھول کر بغداد بھونچا عباسیوں
 کے تخت کو خاک سے ملا دیا۔ پھر بلند ہوتا ہے۔ آسمان تک بلند ہوتا ہے۔ ملعون
 دور فلک کو ٹوٹا کر کیا پھر دنیا میں آئے گا، الہی ایسا نہ ہو۔ اپنے بندوں
 پر رحم کر۔ ایک بجلی بھیج جو اس ملعون کے مزار کو اس کی طرح تحت الثریٰ
 میں لے جائے۔

مہر جہاں۔ بادشاہ کے اس حال کی میں متحمل نہیں ہو سکتی، میں اسے
 جگاؤں گی خواب میں اسے جو تکلیف پہنچ رہی ہے وہ ناقابل برداشت ہے۔

نور الدین - آپ کو ترس نہیں آتا، اتنے دن ہوئے بادشاہ دو گھنٹہ کی نیند بھی نہیں سوئے۔

جلال الدین (بڑبڑاتے ہوئے) اے میرے اللہ، اے میرے اللہ، تو نے فرعون جیسے، چنگیز جیسے لوگوں کی جو تیری ذات مقدس سے شریک ہونے کا دعویٰ کرتے تھے رسی دراز کی تیری حکمت انسانی عقل سے بالا ہے، اُن کی جزا و سزا بھی.... مگر یہ ظالم جو تیرے دین، تیرے پیغمبر، تیری شریعت کے نام کو چنگیز و فرعون سے بھی بڑھکر دنیا سے اٹھانا چاہتے ہیں اور جن پر اتنی لعنت ہوں کہ چنگیز و فرعون پر بھی کبھی نہیں ہوئیں انھیں کب تک وقت دیا جائے گا۔

مہر جہاں - خدا کی قسم میں بادشاہ کو جگاؤں گی۔ یہ نیند آرام کی نیند ہے؟ جلال الدین (بستر میں حرکت کرتے ہوئے) اُن... جلا جا رہا ہوں۔ میرے معدہ میں، میرے دل میں آگ چھک رہی ہے۔ کوئی نہیں جو مجھے تھوڑا سا پانی، تھوڑی سی دوا دے۔

مہر جہاں - لائی میرے بادشاہ (نقاب اٹھا کر دوا دیتی ہے)
جلال الدین - یہ تمہارے پاس کون کھڑے ہیں؟

مہر جہاں - نور الدین اور مبارک، اسی وجہ سے نقاب ڈالے ہوئے ہوں۔ میرے بادشاہ !

جلال الدین - کیا باتیں کر رہے ہو ؟

مہر جہاں - آپ کے حال کے سوا اور کیا باتیں کر سکتے ہیں۔ خواب میں بھی آپ دنیا کو سنوارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بڑ بڑانے کی حالت میں بھی آپ پُر درد باتیں کرتے ہیں۔

جلال الدین ربات کاٹ کر حدت کے ساتھ خدا کا واسطہ - حریص اسلام کا واسطہ - مجھے مت چھڑو، مجھے میرے حال پر رہنے دو، میں نے چند فہم شہید ہونے کا ارادہ کیا میرا دامن کپڑ لیا۔ مجھ سے کما فرض ہو فرض ہو اور پھر کسی نے بھی اپنا فرض ادا نہ کیا۔ مجھ سے کما غیرت لازم ہو اور پھر سب غائب ہو گئے۔ میں ایک خرقة - ایک لقمہ نان پر قناعت کر سکتا تھا مگر کسی نے دنیا کے بہترین نعمت کو لقمہ اور بہترین خلعت کو خرقة کی نظر سے دیکھنے کی کوشش نہ کی۔ مجھے یہ نہیں سمجھ سکتے، انھیں میں نہیں سمجھ سکتا خدا انھیں جو شہید ہو گئے اپنے جوار رحمت میں جگہ دے جو زندہ ہیں وہ سلامت باقی رہیں۔

مہر جہاں - اے میرے بادشاہ! کیا میں بھی اُس زمرہ میں داخل ہوں جس نے آپ کو نہ سمجھا اور آپ کو سمجھ کر آپ کے مطابق نہ ہوا۔

جلال الدین - نہیں تم نہیں ہو۔ نور الدین بھی نہیں۔ مبارک بھی نہیں! اُن کے علاوہ چند اور لوگ ہیں مگر کیا کریں۔ یہ اُمید کب تک رکھیں کہ دس بارہ آدمی دنیا کو پنجہ فلک سے چھڑا دیں گے۔ آہ، والد مرحوم! والد مرحوم! آپ ہزار درجہ عقل مند تھے۔ بس آپ میں اتنی کمی تھی کہ آپ نے ایسے فرض کی اتنی کوشش نہ کی جتنی میں نے

نور الدین - اے میرے بادشاہ! کہا اب ہم ترکِ فرض کریں گے۔ جلال الدین - دشمن کے مقابلہ میں، دین کی راہ میں آرزو کرنے کے سوا اب ہمارا قرض اور کیا رہ گیا ہے۔ ہم اُسے چھوڑنا بھی چاہیں تو وہ ہمیں نہ چھوڑے گا۔

مہر جہاں - میرے جلال۔ میرے بادشاہ! اپنے اوپر رحم کیجئے کہ آپ کا اپنے پر رحم کرنا عین اسلام پر رحم کرنا ہے۔ مجھے حمیت اور غیرت آپ کی محبت نے سکھائی۔ وہ جلال الدین جو محالی میں دنیا کا استاد تھا کیا اب ایک عورت سے سبق لینے کا محتاج ہو گیا۔

جلال الدین - میرے ساتھ مرنا چاہتی ہو۔

مہر جہاں - اے میرے بادشاہ - آپ کے دو بازو ہیں، مجھے بھی
خدا کی راہ میں فدا کیجئے تاکہ ایک بازو میں نیزہ اور دوسرے بازو میں مہر جہاں
سوے اور اس طرح جو دیوان الہی میں ہم منظر پیش کریں کیا وہ منظر خراب ہوگا۔
جلال الدین افسوس کہ ایک کے جسم سے پانی کے قطرے گرنے
ہوں گے۔

مہر جہاں - انشاء اللہ - میرے بدن سے خون شہادت بہتا ہوگا۔

مجلس دوم

اشخاص سابق - اور خاں

(کمرے کا دروازہ آہستہ آہستہ کھٹکٹایا جاتا ہے)

نور الدین - کون ہے؟

اور خاں (باہر سے) میں ہوں - اور خاں، بادشاہ کو بیدار کیجئے

ایک اہم واقعہ پیش آیا ہے۔

جلال الدین - میں جاگ رہا ہوں۔ کیا کہنا چاہتے ہو ؟
 اور خاں (باہر سے) حضور سے تنہائی میں شرف یاب ہونا چاہتا ہے
 جو بات عرض کرنی ہے وہ بہت اہم ہے۔

جلال الدین - کہو ،
 اور خاں - حضور کے سوا اور کسی سے نہیں کہہ سکتا۔
 جلال الدین (مبارک سے) دروازہ کھول دے آجائے
 اور خاں (داخل ہو کر) حضور سے تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہے
 جلال الدین - یہ نقاب والی عورت میری حرم ہے۔ یہ نور الدین ہے۔
 یہ مبارک ہے۔ تنہائی کی کون سی ضرورت ہے۔

اور خاں - میں نے دیکھ لیا، میرے بادشاہ، آپ لوگ یہاں سے
 جائے۔ میرے ساتھ جو سپاہی ہیں ان میں سے چند نفز کے ساتھ نور الدین
 ملکہ کو لے کر پہاڑوں میں چلے جائیں۔ باقی فوج میرے ساتھ یہیں رہے گی
 مرتے دم تک میں حضور کے حفاظت کی کوشش کروں گا۔

جلال الدین - کس سے محافظت کی کوشش کر دے ؟
 اور خاں - اے میرے بادشاہ، عراق میں ہمارے جتنے آدمی

ہیں خدا ان سب کو برباد کرے اور برباد تو ہو ہی گئے خدا انہیں آخرت میں ان کی غفلت کی سزا دے۔ شمالی ایران محو ہو گیا، ہمارے دشمن کے نیزے ہمیں نظر آرہے ہیں۔ جب تک انہیں نیزے نظر نہ آئے انہوں نے دشمن کے گھوڑوں کے ہنہناہٹ اور ان کے ٹاپوں کی آواز نہ سنی۔ ہمارے پاس پانچ ہزار آدمی بھی نہیں۔ تاتاریوں کے پاس ایک لاکھ سے زیادہ فوج ہے، آدھ گھنٹہ نہ گزرنے پائے گا کہ ہم سب اسیر یا ہلاک ہو جائیں اگر حضور حکم دیں تو میں دشمن کو تین چار گھنٹے روک سکتا ہوں، اس عرصہ میں حضور اپنا کچھ انتظام فرمائیں۔

جلال الدین - جاؤ۔ ہر جہاں اور مبارک، تم اس کمرہ میں جاؤ (وہ جاتے ہیں نور الدین سے) مولانا، میں اور خاں کے ساتھ مقابلے کو نکلوں گا۔ ملکہ کو کس کے سپرد کریں۔

نور الدین - میرے بادشاہ، مسلمان حکمران سب کے سب بے وفا بے غیرت نکلے۔ کوئی نیزہ، کوئی حاکم بامر اللہ کی تقلید کرتا ہی نہیں حضور کو ان کے مقابلہ میں جنگ کرنے کی صلاح دی تھی۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور خاں کا ساتھ دینے میں میں اس وقت حضور سے آگے

رہوں گا۔ حضور اب مجھ سے راس نہ لیں، اس کے بعد میرا مقصد، میری فکر
میری رائے یہ ہے کہ جان و دیوں (نور الدین جاتا ہے)

جلال الدین (اپنے دل سے) سبحان اللہ، اس قدر اصحابِ مہمت
میں سے کسی کو بھی مصائب و نیا کے برداشت کرنے کا اقتدار نہ رہا کریں
بھی کیا بچا رہے۔ اصحابِ تصوف کی تعریف کے مطابق قلب ایک جدا دنیا
ہی۔ مگر اس بھاری بوجھ کے نیچے یہ دنیا بھی پاش پاش ہو جائے گی۔ دل
باندازہ حیات مختصر مگر دنیا کے تکالیف دنیا کی طرح بے پایاں۔ اچھا ٹھرو۔
ملکہ۔ مبارک۔ یہاں آؤر دونوں اندر داخل ہوتے ہیں، مبارک۔ لڑائی
نے دوسری شکل پیدا کر لی ہے۔ ملکہ کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ ان پہاڑوں
کے پیچھے اپنے تئیں جا کر چھپا لو اور میرا خیال مت کرو، میرے متعلق ایک
فرض ہے اسے پورا کروں گا۔

مہر جہاں۔ میرے بادشاہ! میرے بادشاہ! میں آپ سے جدا
ہو کر کہیں نہیں جاؤں گی۔ جس طرح فلک جسم سے سایہ کو جدا نہیں کر سکتا مجھے
بھی آپ سے جدا نہ کر سکے گا۔ آپ جہاں جانا چاہتے ہیں جائیے جو کرنا چاہتے
ہیں کیجئے، میں سایہ کی طرح آپ کے قدموں میں آپ کے ساتھ چلوں گی۔

آپ جہاں رہیں وہاں تھوڑی سی جگہ مجھے بھی دیں، جنت ہو تو وہاں،
 زمین ہو تو وہاں۔ آپ کے بستر میں میرے لئے تھوڑی سی جگہ تھی تو کیا
 آپ فرما میں اُس تھوڑی سی جگہ کو مجھے نہ دیں گے؟

مبارک۔ اے بادشاہ! میں ملکہ کا سایہ ہوں۔ میں اس کی ہر خدمت
 کے لئے حاضر ہوں مگر اُس کے تابوت کا اٹھانا میرے ہاتھوں سے نہ ہو سکے گا۔
 میرے حال کو دیکھئے۔ مصیبتیں اٹھا اٹھا کر جہنم کے خدام کا ہم شکل ہو گیا ہوں
 جہنم کے خدام کے ہم شکل آدمی کا ایک شہید کے مزار میں کیا کام، مجھ پر تو
 رحم ہی کیجئے۔

جلال الدین۔ نکل یہاں سے اونا مبارک دمبارک باہر جاتا ہوں
 جلالی مہر جہاں سے گستاہی اس کے سوا کوئی چارہ نہیں، میں تم سے جدا
 ہو کر جاؤں گا۔ میری بات سنو، نیر، کے واقعہ کو جانتی ہو۔ نیرہ باہل تمہاری
 طرح تھی۔ ہمارے سامنے دریا آیا۔ میں نے اُسے دریا میں ڈبو دیا۔ تم نے
 ابھی کہا تھا کہ میں خون کے دریا میں ڈوبوں گی۔ میں خون کا دریا کہاں سے
 لاؤں کہ اُس میں تمہیں ڈبو دوں اگر کہیں تم تار یوں کے ہاتھ پڑ گئیں تو
 بھٹا راجو حال ہوگا اس کا خیال مجھے مزار میں وہ تکلیف دے گا جس کی

نہ خدام جہنم نہ ملائکہ سوال سے مجھے اُمید ہے۔ کیا تم اصرار کر کے میرے ساتھ جانا چاہتی ہو اور پھر کسی مشرک تائاری کی ہم بستر لونڈی بننا چاہتی ہو؟

مہر جہاں۔ آہ، جلال! جلال! آپ جہاں جائیں گے میں وہاں جاؤں گی۔ آپ جو حکم دیں گے وہ کروں گی۔ آپ کے کسی حکم کی مخالفت نہ کروں گی۔ کسی مشرک کی ہم بستر ہی؟ یا ربی، یا ربی! ایسے وقت انسان کیا کرے۔ کیا موت اُس کے حال پر رحم نہ کرے گی؟ میرے بادشاہ مجھے حکم دیئے کہ میں کیا کروں۔ آہ۔ دیکھو، آپ کی آنکھیں آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں۔ میرا جانا ہو میرا تبریزیں دیکھا ہوا جلال یہ تھا۔ اُس وقت اس چہرہ کے ایک طرف آتش فروزاں کی روشنی اور دوسری طرف دھوئیں کا عکس تھا۔ اس وقت اس مبارک چہرہ کے ایک طرف آتش غیرت اور دوسری طرف دو دیا بوسیت ہی مگر اس وقت کے چہرہ سے یہ چہرہ زیادہ روشن ہے۔ آہ، جلال، بے ہوش ہو جاؤں گی... نہیں بے ہوش نہیں ہوں گی... مشرکوں کی ہم بستر لونڈی نہیں بنوں گی... میں آپ سے جدا نہ ہوں گی، جدا ہوں گی بھی تو دنیا میں موت کے ذریعہ جدا ہوں گی، اور آخرت میں انشاء اللہ پھر ہم ایک جگہ ہوں گے

اللہ منصف ہے، فرمائیے۔ میں کیا کروں۔ حکم دیجئے کہاں جاؤں؟
 جلال الدین (کمال جہد و مسانت سے مہر جہاں کے ہاتھ چومتا ہے)
 میری طرح طبیعت پر قابو رکھو، مبارک کو بلاؤ اس سے کہو کہ اول تمہیں سنا
 کہاڑوں کے پیچھے لے جائے۔ میں دوسری جگہ جاؤں گا۔ اگر فلک نے
 رخصت دی تو انشاء اللہ پھر ملیں گے۔ مبارک کے پاس کچھ سپاہی بھی ہیں
 مبارک لڑائی بھی لڑ سکتا ہے۔

مہر جہاں (بے ہوشی کے عالم میں) جلال، جلال، آپ کی کمریں
 جو خنجر ہو مجھے دیجئے کہ اگر کوئی تاتاری مجھے پکڑنے آئے اور آپ
 میرے پاس نہ ہوں اور لڑائی بھی ایسی بے رحم نکلے کہ میں زندہ رہوں
 (زور سے جلال کے کمر سے خنجر نکال لیتی ہے) اب مہر جہاں پر آپ بھروسہ
 کر سکتے ہیں۔ مجھے ڈبونے کے لئے اگر خون کا دریا آپ کو نہ ملے گا تو میں
 خود پیدا کروں گی۔ جائیے اے میرے بادشاہ، راہ مولا آپ کے لئے
 کشادہ ہو (جلال جاتا ہے) مبارک! مبارک! (مبارک داخل ہوتا
 ہے) ہمارے آقا گئے، کیا تم نے دیکھا؟
 مبارک۔ ہاں میں نے جاتے دیکھا،

مہر جہاں تمہیں کہاں جانے کے لئے حکم دیا؟
 مبارک - پہاڑوں کے پیچھے جانے کے لئے، لیکن
 مہر جہاں - لیکن و لیکن کچھ نہیں، سپاہیوں کو حاضر کرو! میں ابھی
 جاتی ہوں، تمہارے پاس کوئی مردانہ لباس ہے۔
 مبارک - ہر مگر

مہر جہاں (بات کاٹ کر) اگر مگر کچھ نہیں، کہاں ہے لباس؟
 مبارک - اندر کے کمرے میں۔

مہر جہاں - میں جا کر لاتی ہوں، تم دو منٹ میں تیار ہو جاؤ (جاتی ہے)
 مبارک (اپنے دل سے) ملکہ - ملکہ جس قدر بادشاہ سے تمہیں
 محبت ہے اگر اللہ اور دین سے بھی اتنی ہی محبت ہے تو یقیناً تم مقام ولایت
 میں ہو، بادشاہ کہاں گئے، وہ بھی تلاش موت میں گئے ہیں۔ عجیب بات
 ہے ملکہ بھی موت کی عاشق ہو گئی ہے۔ موت میں آن میں اور ہم میں فاصلہ
 رہے گا یا مزار میں یہ کسے معلوم! (مبارک جاتا ہے)

(پردہ گرتا ہے)

پہرہ پانزدہم

(پہاڑ کی چوٹی پر، برف کے درمیان، درختوں کی شاخوں
اور سرکنڈوں سے بنایا ہوا اک جھونپڑا نظر آتا ہے)

مجلس اول

جابر

جابر (گاتا ہے) کوہ و صحرا برفانی
جنگل و حشت ویرانی

سردی سردی موت کی سردی

عسریانی کی بیدردی

کیسے جائے گی؟ پیسے سے

(جیب سے اشرفیوں کی ایک تھیلی نکال کر ہاتھ میں اچھالتا ہے)

ہمارا حاجب بھی کیا خوب آدمی ہے چنگیز کے بیٹے میں اُس نے حلوں

کیا، یہاں تک کہ مجھے بھی برا لگنے لگ کر دیا۔ یہ دیکھو شرفیوں کی تھیلی اور اگر اس کا کما کر ڈالوں تو دس تھیلیاں اور ملیں (تھیلی کھول کر) استغفر اللہ اس کا رنگ ایک بڑی چیز سے کس قدر مشابہ ہے۔ نہ معلوم آدمیوں کو اس کی کون سی بات پسند ہے کہ جسے دیکھو اس کی پرستش کرتا ہے۔ ہاں ناراض نہ ہو پیارے سونے! تو نہایت حسین ہے۔ تیرا رنگ آفتاب سے ملتا ہے۔ دیکھ مجھ سے جدا نہ ہونا۔ تو اس وقت بھی اُس کے مانند ہے اور ہمیشہ اُس کے مانند رہے گا۔ باعظمت و جبروت چنگیز خاں! آج اس کی مسند پر اوکٹائی بیٹھا ہے۔ کل نہ معلوم کون بیٹھے گا (تھیلی کو پھر کھول کر) لیکن تو سر وقت اور ہمیشہ کے لئے بادشاہ ہے۔ اگر حضرت آدم کے زمانے میں تیری قدر قیمت معلوم ہوتی تو ہابیل و قابیل کی لڑائی، مطلقاً تیری ہی وجہ سے ہوتی۔ آج کل تو عینی جنگ و جدل ہے سب کا باعث تو ہی ہے۔ خنزیر سونے! زرد جوڑے۔ پیلے کتے! پھیر پھیر ناراض نہ ہو میرے پیارے زرد پھول جیسے سونے۔ خدا کسی کو تیرا محتاج نہ کرے۔ کم سے کم میرے پاس تیری کمی نہ ہو (تھیلی کو ہوا میں اُچال کر) دیکھ تجھے تھیلی میں رکھتے ہیں تھیلی کو تجھ سے کس لئے بھرتے ہیں؟ اس لئے کہ میرا دین و ایمان

خرید لیں۔ تجھے۔ اُس تھیلی میں کس نے بھرا۔ ایک شخص نے جو ایک دوسرے
 شخص کے قدم بہ قدم چل رہا ہے۔ سونا! سونا! وہ شخص کون ہے؟ تجھے
 خبر ہے؟ وہ میرے ہی طائفہ کا، میرا ہی عزیز چنگیز خاں کا بیٹا، اوکٹائی ہے
 جس نے اسی آدمیوں کو ایک ساتھ آگ میں جلایا۔ سونا! سونا! اور
 اُس کے قدم بہ قدم کون چل رہا ہے؟ اُسے بھی کیا تو نہیں جانتا؟ سن
 وہ براق حاجب ہے جس نے میری تین برس کی ایک بہن کو جس کے بال
 جس کے ابرو، جس کا جسم تجھ ہی جیسا سنہرا تھا، پاؤں تلے روند ڈالا
 مگر اس مبارک آدمی کی حیثیت سے مجھے کچھ غرض نہیں۔

سونا! سونا! براق حاجب قرہ خطا کا رہنے والا ہے۔ اس کا چہرہ
 بھی قرہ خطا کی طرح قرہ، سیاہ ہے۔ میں گوجا د ہوں، مگر بات کو سمجھتا ہوں
 سن تیرا تو بھی اُس سیاہی کو دُور نہیں کر سکتا۔ سونا! سونا! اگر تو کہے کہ
 کیا تیرے چہرے کی سیاہی بھی دُور نہیں ہو سکتی تو میں کیا جواب دوں گا۔
 (تھیلی کو ہاتھ سے چھوڑ کر) مجھے چھوڑ دے۔ لیکن تو مجھے چھوڑے بھی تو میں
 تجھے کب چھوڑوں گا۔ ابھی تو تجھ سے بھری بھری تھیلیاں مجھے اور
 ملنے والی ہیں۔ مگر کس کے خون کے عوض میں؟ اگر حلال کو قتل کر سکوں

تو جلال کا خون کرنے کے انعام میں۔ یہ جلال کون ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر جلال مر جائے، زمین میں دفن ہو جائے تو زمین کے اوپر ایک نئی دنیا آباد ہو جائے حالانکہ وہ میری طرح اک زرا سا آدمی ہے۔ تاتاریوں کے پاس، قدیم اس سے دُگنے ایک لاکھ آدمی ہیں لیکن اُسے نابود نہیں کر سکتے اکیلا جلال دنیا سے اُبھ رہا ہے۔ ہا ہا! کیسا جلال! ایک ڈیڑھ گز کا جلال! کیسی عجیب بات ہے۔ جابر کے برابر جلال! دنیا سے جنگ کر رہا ہے، مگر اس چھوٹی سی تھیلی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ بھی عجیب بات ہے دنیا میں جس قدر مخلوق ہے اس پر سب سے زیادہ حکومت سونے ہی کی ہے۔ سونا! سونا! شاید تجھے آفتاب سے نکال کے دنیا میں لاتے ہیں۔ سونا! سونا! آادھر آ میرے دل میں تو تو ہے ہی، میری نعل میں بھی آ۔ سونا! سونا! تجھے لوگوں نے اس تھیلی میں بھرا اور مجھے دیا۔ تیری قوت سے میں یہاں تک آیا۔ اب اگر میں جلال کو مار ڈالوں، تو تجھے بھری ہوئی چند اور تھیلیاں مجھے ملیں؛ بلکہ تیری قوت سے میں کعبہ تک جا کر وہاں بھی سونا چوری کر سکتا ہوں مگر اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ فی الحال تو اتنا ہی سونا کافی ہے۔ اگر میں نے جلال کو قتل کر لیا تو میرا سونا اور بڑھ جائے گا ... قتل کرو گا۔ (اسلام)

میرے باپ نے مجھے جلاد بنا کے پالا۔ اب تک جتنے آدمی میرے ہاتھ سے قتل ہوئے ان کی تعداد سو سے اوپر ہے ان میں کون ایسا تھا جس کی جان لی جانی چاہیے تھی کس کی نہ لی جانی چاہیے تھی اسے میں نے کبھی نہ سوچا اگر سارے کے سارے انسان ایک جگہ جمع کئے جائیں اور سب کو ملا کر ایک انسان بنایا جائے اور مجھ سے کہا جائے اسے قتل کر ڈال، تو مجھے کچھ تردد ہوگا؟ کہتے ہیں کہ جلال دنیا میں سب سے بڑا انسان ہے۔ دنیا کے انسانوں کے مجموعہ سے بڑا ہے۔ اگر اُسے مار ڈالوں تو کیا ہوگا۔ کیا جو سونا مجھے ملے گا ہے اُس میں کمی آجائے گی۔ کہتے ہیں ممکن ہی جلال مجھے مار ڈالے۔ مگر یہ ممکن نہیں۔ ان پہاڑوں کے ہر پتھر کے پیچھے ایک آدمی چھپا ہوا ہے اور ہر آدمی کے بغل میں، میری طرح اشرافیوں کی ایک تھیلی ہے جس میں پتھر خود بیٹھا ہے، اُس سے نیچے کی طرف دیکھتا ہے، دیکھو، ایک آدمی آ رہا ہے پتھر پل کا لباس پہنے ہوئے ہے یہاں اس وقت اس کا کیا کام ہے۔ زرا میں یہاں سے ہٹ جاؤں۔

مجلس دوم

(جلال درویشوں کے لباس میں آتا ہے عبادت گاہ کے پیچھے ہو بیٹھا ہے)

جلال الدین۔ کہتے ہیں موت ہر وقت انسان کے پیچھے لگی رہتی ہے، مگر آہ! ایسے بھی انسان ہیں کہ مہینوں برسوں موت کے پیچھے دوڑتے ہیں اور وہ اُن سے بھاگتی ہے اور اُن کی آرزو پوری نہیں ہوتی۔ اور خاں نور الدین ضرور شہید ہو چکے ہوں گے۔ مجھے یہاں تک کون لایا۔ تاتاریوں نے تعاقب کیوں چھوڑ دیا۔ میں نے یہ درویشی لباس اس لئے اختیار نہیں کیا کہ مجھے کوئی بادشاہ یا بڑا آدمی نہ سمجھے۔ میں نے یہ لباس اس غرض سے پہنا ہے کہ جس وقت میں شہید ہوں تو میرا لباس، میری ہڈیاں ویسی ہو جیسی کہ قرون اولیٰ کے مجاہدین کی ہوتی تھی میرے ساتھ جتنے سپاہی تھے انھوں نے کفن پہن رکھے تھے وہ کیا ہوتے؟ کہاں گئے؟ آہ! ہوتے کیا، سب شہید ہو گئے۔ ان کے جسم خون آلود خاک میں پڑے ہونگے، مگر ان کی رومی عرش اعلیٰ کی سیر کر رہی ہوں گی۔

جابر (پتھر کے پیچھے، اپنے دل میں) یہ ضرور جلال الدین کے

آدمیوں میں سے ہے۔

جلال الدین - نہیں یہ نہیں ہوا بلکہ سب بھاگ گئے۔ دس میں سے ایک بھی نہیں مرا۔ ذلیل و ذلیل! الہی! میں جب ان کی نظروں کے سامنے تھا اس وقت انہوں نے مجھ سے وفاتہ کی، ساتھ نہ دیا، تو میں جب ان کی آنکھوں سے چھپ جاؤں گا تو بھلا خدمتِ دین میں وہ کیا ثبات قدم رہیں گے۔

جابر (پتھر کے پیچھے سے سر اٹھا کر اپنے دل میں) یہ جلال کا سپاہی نہیں، بلکہ غالباً خود جلال ہی (تھیلی کو ہاتھ میں لے کر) سونا! سونا! بتا کیا کروں؟

جلال الدین - سب سے یہی اُمید رکھتا تھا کہ بھاگ جائیں گے۔ مگر اور خاں سے، نور الدین سے، مبارک سے اور کیا نام لوں، وہ نیزہ کی مثال ثانی، مگر جہاں سے یہ اُمید نہ رکھتا تھا کہ میری تلاش بھی نہ کریں گے۔ شاید مر گئے، اگر مر گئے تو انہیں مجھ سے پہلے نہ مرنا چاہیے تھا۔ آج کے دن، دین محو ہو رہا ہے، وطن محو ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کا خون ایک سیلاب بن کر حجاز کی طرف جا رہا ہے۔ بیت اللہ رخنہ دار ہو گا۔ پیغمبر

کو مزار اقدس میں آرام سے نہ چھوڑا جائے گا کیا میں اپنے تمام ساتھی ،
مجاہدین کو ختم کر کے ختم ہوں گا۔ بے شک ، دے فرض ضروری ہی مگر وہ
مبارک فرض ضرورت سے زیادہ ظالم نکلا (جس پتھر پر بیٹھا ہی اسی پر گر پڑا ہی)
جابر (اپنے پتھر کے پیچھے سے ایک دفعہ پھر ستر نکالتا ہی) ضروریہ جلال
ہی (اس کے پاس جا کر) تم یہاں کیا کر رہے ہو۔

جلال الدین - تو کون ہی، تیرا کیا کام ہی۔
جابر - میرا کچھ کام نہیں۔ مگر چونکہ میں آپ سے واقف ہوں اس لئے
عرض کرتا ہوں، کیا آپ ہمارے بادشاہ نہیں ہیں۔

جلال الدین - ہاں میں تمہارا بادشاہ ہوں، تنہا تمہارا نہیں ساری
دنیا کا بادشاہ ہو سکتا ہوں، اس لئے کہ سچائی کا بادشاہ ہوں، میں نے چونکہ
سچائی کی خدمت کی لازم تھا کہ دنیا مجھے بادشاہ سمجھتی۔

جابر - اگر آپ سچائی کے بادشاہ تھے تو دشمن کے سامنے سے کیوں
بھاگے۔ یہ درویشوں کا لباس کیوں پہن رکھا ہی۔ کیا آپ موت سے
پچھتے پھرتے ہیں۔ اہل و عیال کو تار یوں کے پنجے میں چھوڑ کر تمہاری مدد
کو آنے والے تمہیں کہاں پائیں گے۔ فقیروں کے لباس میں۔ سنسان

جگہوں میں ۔۔۔۔۔

جلال الدین (بات کاٹ کر) خبیث! ادب سے بات کر۔ میں وہ ہوں کہ میں نے دنیا کی تین سمتوں میں ہر جگہ علیحدہ علیحدہ ایک سلطنت قائم کی، عراق عرب میں زبائے بنی امیہ میں جو نفاق مشہور تھا وہ آل عباس کے عہد میں عراقِ عجم میں منتقل ہو گیا۔ عراق کے میرے تمام افسروں اور عمالوں نے مجھ سے بے وفائی کی۔ وہ سلطنت جسے میں نے تیسری دفعہ قائم کیا تھا وہ بھی میرے ہاتھ سے گئی مگر اب میں ایک چوتھی سلطنت قائم کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔ تجھ جیسے کتے کیا سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے درویشی لباس کیوں پسنا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے میں ایک اور سلطنت قائم کروں گا اور تم جسے مسلمان مردوں سے جنھوں نے اپنی عورتیں، اپنے بچے تا تاری مشرکوں کے سپرد کر دیئے ان سے جنگ کروں گا اور شہید ہوں گا۔

جابر (جلال جس وقت عالم جذب میں کہہ رہا تھا جابر آہستہ آہستہ اُس کے پاس آتا ہے۔ جلدی سے اپنی کمر سے ایک خنجر نکال کر جلال کے سینہ میں پھونک دیتا ہے) جنگ کر، اگر موت کے پنجہ سے اپنے تئیں چھڑا سکتا ہو تو جتنی چاہے جنگ کر۔

جلال الدین ربا و جو زخمی ہونے کے جابر کا ہاتھ پکڑ کر غور سے
 اُس کے چہرے کو دیکھتا ہی ضرور میں نے اس کے چہرہ کو کہیں دیکھا ہے۔
 جابر (تھوڑی دیر ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر کے) پہچانا !
 جلال الدین - ہاں پہچانا، حاجب کا جلاّ و خنزیر، تو حاجب کا جلاّ
 نہیں ہے ؟

جابر - ہاں -

جلال الدین - میری جان لینے کا کیوں قصد کیا۔
 جابر - اس لئے کہ مجھے سونا دیا گیا، میرے ہاتھ کو اس قدر نہ دباؤ
 جو سوال کرو گے میں بتاؤں گا۔ براق حاجب کے آدمیوں نے
 مجھے اشرفیاں دیں، اصل میں تاناریوں نے انھیں دی تھیں۔ مجھے چھوڑ
 میں بھی تھیں چھوڑ دوں گا ورنہ اس وقت اگر آواز دوں تو ان تھپروں
 کے پیچھے سے چالیں آدنی کل آئیں گے۔

جلال الدین - الہی تو انصاف کر ! ایک قاتل کے چالیں بددگا
 یا ایک میں مظلوم ہوں کہ اگر میں کہوں میری مدد کو آؤ تو کون آئے گا
 مہر جہاں ربا ہاتھ میں وہ خنجر لئے ہوئے جو اُس نے جلال کی کمر سے

لیا تھا) میں آؤں گی لے میرے بادشاہ! اللہ کے مومن بندے آئیں گے۔
 یہاں سے نیچے نظر ڈالئے دیکھئے کتنی تواریں آپ کے حکم کی منتظر ہیں (جابر
 کے ساتھ جو اُس کے ساتھی جمع ہو گئے تھے۔ آہستہ آہستہ چلے جاتے ہیں)
 جلال الدین۔ میری نیرہ تو فرشتہ ہونے کی قابل تھی۔

مہر جہاں۔ اب بھی نیرہ! (جلال سے) نیرہ نہیں ہے میرے بادشاہ،
 مہر جہاں (اپنے دل میں) میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ (جلال سے)
 وہ جو دوسری نیرہ ہے، وہ مہر جہاں جو دوسری نیرہ بننا چاہتی ہے! آپ اپنے
 جو وعدہ کیا تھا کہ میں خون کے دریا میں ڈبو دی جاؤں گی وہ وقت آپ
 دیکھنا چاہتے ہیں۔

جلال الدین۔ باری! باری! (جابر کے ہاتھ کو پکڑے رکھ کر)
 میں تیرے احسان کا کس طرح شکریہ ادا کروں۔ مجھے قتل ہو کر ہی مرنا تھا
 میں ایک ملعون جلاّد کے ہاتھ سے شہید ہو رہا ہوں جس نے طمع زر سے
 مجھے مارا ہے۔ جو یہ کہہ کے مجھے زخمی نہیں کرتا کہ میں نے اسلام پر ظلم کیا یا
 میں نے اپنے ادائے فرض میں کمی کی۔

مہر جہاں (اپنے دل میں) یہ دیوانہ ہو گیا۔ مرنے لگا ہے اور مرنے کے

خدا کا شکر ادا کرتا ہی۔

جلال الدین (جابر کو زور سے جھٹکا دے کر گراتا ہی) ہٹ یہاں سے اور قاتل۔ دفع ہو، اگر میرے سپاہی تجھے اس وقت دیکھیں تو تیرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جانوروں کا لقمہ بنادیں گے۔ جابہنم میں یہاں سے ملوں، مگر میں نے تجھے معاف کیا، اگر میرے نصیبے میں شہادت ہو تو میں نے حضور باری میں بھی تجھے معاف کیا۔

مہر جہاں (پاس آکر) آپ کا چہرہ خاکستری ہو گیا، کیا ہو گیا (جلال گر پڑتا ہی اور اس کے سینہ سے خون آبل آبل کر باہر نکلتا ہی) یہ خون کیسا، خون کے دریا میں تو میں ڈوبنے والی تھی، آپ ڈوب رہے ہیں اے میرے بادشاہ! میرا نام آپ کی صفات کا منظر تھا۔ کیا وہ آفتابِ خون میں غروب ہو رہا ہی (بیٹے پر چڑھ کر سپاہیوں کو آواز دے کے) اس قاتل کو پکڑو، اس نے پادشاہ کو ہلاک کر دیا۔

جلال الدین۔ چپ رہو۔ میں نے اسے معاف کیا، اس کی ہزار جان بھی ہو تو وہ خون کا عوض تو نہیں ہو سکتی۔

مہر جہاں۔ اے میرے جلال۔ آپ ملک نصرت سے کچھ کم رہنے والے

نہیں۔ آپ قاتل کو معاف کر سکتے ہیں مگر ہم معاف نہیں کریں گے۔ میں آپ ہی کے انصاف پر چھوڑتی ہوں۔ خونِ مقتول کا نہیں ہوتا اس کے وارثوں کا ہوتا ہے، اے میرے بادشاہ، آپ اپنی رعایا، اپنی فوج کے باپ تھے ملعون نے لاکھوں مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ یہ خنزیرِ اُمت محمد کی تائاریوں کے اسیر ہونے کا باعث ہوا۔

جلال الدین - میرے پاس آؤ۔ میری زندگی چند منٹ کی اور ہے میں اللہ کے حضور میں جا رہا ہوں۔ دنیا میں تیرے سوا میرا کوئی رفیق نہیں اگر تمہیں جلال سے محبت ہے۔ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو کہو، نور الدین اور خان - مبارک کہاں ہیں۔

مہر جہاں - اور خان، نور الدین شہید ہو گئے، مبارک میرے ساتھ آیا ہے اور آپ کے حکم کا منتظر ہے۔

جلال الدین - میرے پاس آؤ۔ میرا زخم کاری ہے۔ تمہارے چہرہ کو دیکھوں شاید زخم کی تکلیف میں کچھ کمی آئے۔

مہر جہاں - آئی میرے بادشاہ! انشاء اللہ کوئی بات نہیں۔

جلال الدین - میرے بائیں طرف توجہ کیو۔

مہر جہاں - آہ، خون! خون! الہی! الہی، تو نے ہر شخص کی جان اس کے جسم سے کیوں وابستہ کر دی ہے۔ تو نے کیوں یہ اختیار نہیں دیا کہ ایک شخص اپنی جان دوسرے کو بخش دے۔

جلال الدین - چپ رہو، موت کا وقت ہے، آخرت کی سب سے قریبی منزل میں خدائے تعالیٰ کی حکمتوں کے متعلق نغوذ باللہ جرح و فتح نہیں کی جاسکتی۔ آہ، مر رہا ہوں، دنیا میں کون باقی رہا ہے تمہارے پاس قلم کاغذ نہیں کہ ایک تھوڑی سی وصیت لکھواؤں۔

مہر جہاں - میری چھوٹی انگلی قلم کا کام دے سکتی ہے اور میرے پیراہن کا کپڑا کاغذ بن سکتا ہے۔ اے میرے بادشاہ۔

جلال الدین - سچ کہتی ہو، اپنے پیرہن سے ایک ٹکڑا پھاڑو۔ مہر جہاں - لیجئے۔

جلال الدین - اپنی چھوٹی انگلی اوھراؤ۔ مہر جہاں (نہایت درجہ رنج اور گھبراہٹ کے ساتھ پیچھے ہٹ کر) آپ کے خون میں میرے جلال!

جلال الدین - ہاں۔ میرے خون میں جو وصیت میں کروں گا

وہ اسی قابل ہو کہ جلال کے خون سے لکھی جائے۔ کیوں بچتی ہو، چالیس سال سے اپنے خون کو میں نے خدمت دین کے لئے وقف کیا تھا۔ کیا وہ اس قابل بھی نہیں ہو کہ میرے آخری وقت میں اُمتِ مرحومہ کے لئے روشنائی کا کام دے۔ اپنی چھوٹی انگلی کو ڈبو۔

مہر جہاں - لیجئے ڈبلی، میرے بادشاہ کا دنیا میں اور آخرت میں جو حکم ہو اسے لکھوں گی۔
جلال الدین - لکھو۔

مہر جہاں - فرمائیے میرے بادشاہ !
جلال الدین - تاتاریوں سے جس قدر جنگ کرنا ممکن تھا میں نے جنگ کی مگر منظرِ توفیق نہ ہوا۔ چونکہ ہم توفیقِ الہی کے لائق نہ تھے۔

مہر جہاں - میں نے لکھا اے میرے بادشاہ !
جلال الدین - تمھاری انگلی میں خون نہیں رہا۔
مہر جہاں - ایسی باتیں نہ کہئے۔ میں دیوانی ہو جاؤں گی۔
جلال الدین - خدا کے لئے ضبط سے کام لو، میرا خون شدت سے بہ رہا ہے، موت میرے گرد منڈلا رہی ہے، لاؤ اپنی انگلی بڑھاؤ۔

مہر جہاں - بہت اچھا، میرے بادشاہ
 جلال الدین - ہم میں سے پانچ اگر خدا کی راہ میں جنگ کرتے تھے
 تو پانچ ہزار اپنے نفع کا خیال کرتے تھے۔ اس بے حمیت کی وجہ سے تاتاریوں
 کا مقابلہ کرنا ناممکن ہو گیا تھا؛ دولت عباسیہ جس نے اسلام کے اوپر اس بلا کو
 بلایا میرا یقین ہے کہ خود اسے دشمن بہت جلد محو کر دے گا۔
 مہر جہاں - لکھ لیا میرے بادشاہ۔

جلال الدین - لو اور خون لو۔
 مہر جہاں - اُف، یار بٹی، یار بٹی۔
 جلال الدین - بے فائدہ افسوس سے وقت مت گنواؤ اگر مجھ سے
 محبت کرتی ہو تو لکھو۔

مہر جہاں - فرمائیے، میرے بادشاہ۔
 جلال الدین - تاتاری بھی انسان ہیں، جب ہم سے اُن کا ظلم ہوگا
 تو یقیناً اسلام کے قیض شرف کو دیکھیں گے۔ اُن کا دل اُس کی حقانیت
 کی طرف مائل ہوگا، اس لئے جو مسلمان قوم اُن کی مفتوح نہیں ہوئی ہر
 اُس کا فرض یہ ہے کہ اپنے وطن کی محافظت میں اُن سے آخر دم تک

جنگ کرے جنہیں تاتاریوں نے فتح کر لیا ہے ان کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ
انہیں مسلمان کرنے کی کوشش کریں، لکھ لیا؟

مہر جہاں - لکھ لیا، اے میرے بادشاہ

جلال الدین - اب جاؤ۔ وصیت نامہ مبارک کے حوالہ کر دو پھر
میرے پاس آؤ۔ (مہر جہاں مبارک کے پاس جاتی ہے) مرنے کے بعد
بھی اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ تاتاریوں نے اسلام قبول کر لیا تو محشر تک میں
اپنی قبر میں آرام سے سوؤں گا۔

غیب سے ایک آواز - اطمینان رکھ، ایسا ہی ہوگا۔

جلال الدین (چاروں طرف نظر ڈال کر مگر کسی کو نہ دیکھ کر) الہی -
کیا میں اس قدر بڑے مقبول بندوں میں سے ہوں کہ ہاتھ غیب مجھے
اطمینان دلا رہا ہے، میں مطمئن ہوا اور تیری حضور عزت میں خوش خوش
آ رہا ہوں۔ اس کے بعد اگر حیاتِ جاودانی بھی میرے قدموں پر پڑی ہو
تو اس پر نگاہ نہ ڈالوں (بے ہوش ہو جاتا ہے)

مہر جہاں - مبارک !

مبارک - حضور !

مہر جہاں - بادشاہ کا یہ وصیت نامہ ہر اور تم اس پر مامور ہو کہ اس کی تبلیغ کرو، لو۔

مبارک - فوج کے لئے کیا حکم ہے۔
 مہر جہاں - پڑھو تو۔ مرتے دم تک جنگ کرنے کا حکم ہے۔
 مبارک - بادشاہ کا کیا حال ہے۔

مہر جہاں - بادشاہ کو حلال کر دیا۔ میں چیتے چیتے تھک گئی کسی نے میری آواز بھی نہ سنی، جاؤ میرا وقت مت لو، ہم دونوں آخرت کے مسافر ہیں، اس دنیا دنی سے چھٹکارا پائیں گے۔
 مبارک - میں بادشاہ کے حکم کی تعمیل کے لئے جا رہا ہوں۔ حق نعمت بخش دیجئے۔

مہر جہاں - بخشا۔ انشاء اللہ اب لو اے حمد کے نیچے ملیں گے۔
 مبارک (مہر جہاں کے قدم چومتا ہے تلو از نکال کر) دنیا اور آخرت کے درمیان کی گہرائیوں پر سے سب سے زیادہ بے خوف گزرنے کے لئے پہل ہی ہے، شہادت - شہادت، الہی، میرے دل میں شہادت کے سوا اب اور کوئی آرزو باقی نہیں رہی۔

مہر جہاں (جلال کے پاس جا کر) میرے جلال، میرے بادشاہ !
جلال الدین - آہ، نیرہ، نیرہ -

مہر جہاں - پھر وہی نیرہ، میں نیرہ نہیں ہوں، لے میرے بادشاہ،
مہر جہاں پر بھی تو ایک نگاہ ڈالو -

جلال الدین - تم ہو مہر جہاں ؟ ... میں موت کے عالم میں ہوں جو
شخص پنجہ اجل میں گرفتار ہو اس سے جو کچھ دیکھا جائے کم ہی - میری باتوں سے
ناراض نہ ہو، الہی، الہی، آگے اب سعادت ہی سعادت ہے - اپنے حبیب اکرم
کی حرمت کا واسطہ، اپنے قہر و غضب کو ضعیفوں پر نہ بھیج دیکھو میں
تمہیں ایک فردہ سناتا ہوں، دین و ملت کی اگر تمہیں محبت ہی تو میں جانتا
ہوں بھول گیا - میں کیا چاہتا تھا -

مہر جہاں - میں نے دنیا میں ہر قسم کی محبت آپ سے سیکھی، لے میرے
بادشاہ، میں دین و ملت کو چاہتی ہوں - اس کے چھوٹے سے چھوٹے مقصد
کے لئے میرے ہزار جان ہو تو اس پر فدا کروں، فرمائیے آپ کیا فردہ
دے رہے تھے -

جلال الدین - اک زمانہ آئے گا کہ تاتاری عموماً دین حق کو قبول کر لیں گے

مہر جہاں - آہ ،

جلال الدین (رُک رُک کر) آہ مت کہو.... اس بات پر ایسا
 یقین کرو جیسا تمہیں اللہ کی وعدائیت کا یقین ہی
 جیسا میرے موجود ہونے کا یقین ہی یقین کرو
 جس وقت تم وصیت نامہ مبارک کو دینے کے لئے گئیں ... میں نے
 حضور الہی میں دعا کی کہ تمار یوں کے قبولِ اسلام کی خبر کو آخرت
 میں ہی سہی مجھے سنائی جائے میری دعا قبول ہوئی
 ہاتھ غیب سے ”اطمینان رکھ“ کی آواز آئی میری روح مسرت
 سے بھری عالم بالا کو جاتی ہوئی معلوم ہوتی ہے ہاتھ جھوٹ
 نہیں کہہ سکتا اس قدر خواب اس قدر تپ کے تجربوں کے بعد سکراتِ
 موت میں گزر کر خیال اور حقیقت میں فرق کر سکتا ہوں
 یقین کرو (بے ہوشانہ حالت میں) میں خوش نصیب ہوں ، مہر جہاں
 میں شہید ہوں الحمد للہ الہی ، الہی مجھے تو نے ... وہ سعادت
 ... بخشی ... جس پر دنیا کی ... کل موجودات ... رشک کرے ... تیری
 شانِ عظمت کو تیری مخلوقات تیری بڑائی کو کیا سمجھ سکتی ہے آہ روح

.... ایک جہان معنوی ایک عالم علوی ... سے نیچے گر کر اس زمین پر
 سیکڑوں بلاؤں ہزاروں اذیتوں میں مبتلا ہوئی مگر اس چرکین جسم
 ... کے کون سی بات سے محبت کرتی ہے ... کہ اس سے جدا ہوتے وقت
 ... اس قدر مضطرب ہوتی ہے ... دنیا بھی ... میری زندگی طح نظر سے
 ... غائب ہو گئی ... مہر جہاں تم ... بھی نظر نہیں آتیں ... نہیں نظر آرہی ہو
 ... ہر قسم کے نور و عظمت میں ڈوبی ہوئی نظر آرہی ہو (بے ہوش ہو جاتا ہے
 اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تسلیمِ روح کر دی)

مہر جہاں - استغراق کے عالم میں، تھوڑا سا سوچنے کے بعد، گیا!
 اسلام کا سب سے پہلا سپاہی، اسلام کا سب سے آخری ملجا، گیا، جلال الدین
 جو دنیا میں سب سے بڑا، دنیا پر جس کا اقتدار حاوی جو کل انسانوں پر غالب
 تھا، وہ ان تیغروں سے "اُس زمین سے جس پر وہ پڑا ہے زیادہ عاجز
 ہے" کریں امید دیوانے لوگ، "اس دنیا سے وفا کی" اور اقبال سے
 بقا کی، کریں امید آہ، وہ بادشاہ کہ جس زمین پر اس کے قدم پڑتے
 تھے اور آفتاب کی طح جہاں اُس کا سایہ پڑتا تھا وہ نور اور زندگی میں
 غرق ہو جاتی تھی۔ اُس نے ایک عظیم الشان سلطنت، ایک جہانِ حمیت پیدا

کیا۔ دشمنوں کے ٹڈی دل فوجوں کو چھو کیا، آج، ایک قاتل کے خنجر کا جو کتے کی طرح ذلیل تھا کشتہ پڑا ہی۔ اس کی قوت بازو سے بے بس لوگ اجل سے محفوظ رہتے تھے، بد نصیب لوگ اُس کی درایت سے فائدہ اٹھاتے تھے کہاں ہی وہ استناد گاہ، (نہایت زور سے) آہ، میرے پادشاہ، اس کے بعد کون بال کبھرے ہوئے بیواؤں کے، خون رونے والے یتیموں کے، یتیم خانوں کے، قیدیوں کے، تلواروں کے نیچے ٹرپنے والے بکیوں کی امداد کو پھونچے گا؟ زمین پر آپ ملک العباس تھے، آہ ہم کیسے گنہگار بندے ہیں کہ قاتلِ منتقم نے آپ کو بھی ہم سے چھین لیا، آپ شہید ہو گئے، اب تاتاریوں کی تلواروں اور نیزوں سے ایک موجد بھی زندہ نہ رہے گا۔ آہ قبر میں، وہ صاحبِ حسرت اس غم سے آرام سے نہ سو سکے گا۔ صد حیف، کیا، جلال گیا، اللہ کو یہی منظور ہے کہ نورِ دنیا سے غائب ہو جائے اور تاریکی اُسے گھیرے، یارِ تبی، یارِ تبی، کیا قیامت پورے ہول و وحشت کے ساتھ دنیا میں آگئی۔ تجھے یہ مصیبت کے دن بھی ہمیں دکھانے تھے، میرے سینہ پر ایک شہید کا زخم بھی تو نہیں، ایک جنت کی کھڑکی بھی تو نہیں کہ اُس سے اُس عالم کو دیکھوں اور یہ جاں گزرا سماں بھول جاؤں (جو اس باختہ عالم میں اپنی انگلی پر نظر ڈال کر) آہ، اس کا

خون میری آنکلی میں لگا ہوا ہے اور میں اس طرح پھر رہی ہوں گویا اپنے ہاتھوں
 میں خال لگائی ہے۔ یہ خنجر کیا میرے جلال سے اس لئے لیا تھا کہ میں مزار میں
 عذاب کے فرشتوں سے لڑوں گی؟ الہی، اگر یہ نعل گناہ ہے تو اس کی سزا تو
 دے گا، انسان تو نہ دیں گے رخنہ اپنے مار لیتی ہے، آہ، اس کے بستر پر جو
 میری جگہ تھی کیا اس کے مزار میں خالی رہے گی، رہنمائی گھبراہٹ سے اپنی
 جگہ سے ہٹ کر، دیوانی، دیوانی، وہاں تو اس کی نیرہ موجود ہے۔ اس کی
 عزیز نیرہ، تو تو ایک مردہ کی تصویر تھی جس میں جان ڈال دی گئی تھی اور
 اس کے بستر پر مسلط ہو گئی تھی، تو نیرہ کا ایک خیال خزیں تھی جو اس کی قبر
 میں سے نکلا تھا، تو نیرہ کی بھوت تھی، کہیں جلال حنبت میں اپنے پاس بھوت
 کو بلا کر اپنی جہتی ملکہ، اپنی محبوب حور کو جلائے گا؟ آہ، نہیں، نہیں، یار ربی
 میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں، شیطان نے میرے قلب پر قبضہ کر لیا ہے کہ مجھے
 تیری عدالت سے شبہ کرا رہا ہے۔ کیا اس قدر شدید محبت تو نے میرے دل میں
 اس لئے رکھی کہ میں دنیا اور آخرت میں ہر قسم کی سعادت سے محروم ہو جاؤں
 مگر وہ شہید جسے تو نے دولتِ شہادت عطا کی کیوں تا اب ایک ہی عورت اس کے
 حصہ میں آئے۔ جلال نے نیرہ کو خدا کی راہ میں فدا کیا، میں بھی اپنے تئیں

اسی راہ میں خدا کرتی ہوں۔ نیرہ حسین تھی، میں بھی حسین ہوں گی۔ کیوں کہ جلال کہا کرتا تھا کہ میں بالکل نیرہ سے مشابہ ہوں، میں نیرہ سے رشک نہیں کرتی، وہ مجھ سے کیوں رشک کرے گی، جس دن سے کہ جلال پر میری نظر پڑی اس دن سے میرے دل میں ایک آفتاب کی جگہ تھی، کیا آفتاب سے زیادہ نور کسی چیز میں ہے کہ نیرہ کا عشق میری محبت پر غالب آ جائے۔ آہ، وہ شہید ہوئی اور شہیدوں میں رشک جیسی ذلیل عادت کیوں ہونے لگی؟ عدالت! مرحمت! اللہ کی عدالت اور جلال کی مرحمت میں پناہ لیتی ہوں، جلال سے، میں دنیا میں جدا نہ رہ سکتی تھی، آخرت میں اس سے جدائی کی کیوں کر تحمل ہو سکوں گی، اگر میں اُن بندوں میں سے ہوں جنہیں خدا اپنی جوار رحمت میں جگہ دے گا تو جنت میں اس سے جدائی کا جہنمی عذاب اور اگر اس کے معضوب بندوں میں سے ہوں تو جہنم میں ایک دوسرا عذاب جہنم میرے نصیب میں کرنا۔ اس کی شان سے بغیدہ ہو، آہ، میرے بادشاہ، کیا تو آخرت میں مجھے اپنے پاس سے ہٹا دے گا، آہ جلال ... جلال ...،

جلال الدین (آنکھ کھول کر) آہ ... اس منہموم آواز سے کیا تم مجھے عبتی سے پھر دنیا میں بلانا چاہتی ہو مہر جہاں۔

مہر جہاں - میرے بادشاہ! الحمد للہ آپ عالم حیات میں ہیں۔
جلال الدین - نہیں، عالم حیات کو اب جا رہا ہوں ... تمہیں
کیا ہو گیا۔

مہر جہاں (جلال کے آغوش میں گر کر) کیا میں نے وعدہ نہیں کیا تھا
اے میرے بادشاہ کہ خون میں تیر کر آپ کے پاس پہنچوں گی، بیچے میں نے
وعدہ پورا کیا۔

جلال الدین - آ، تیرہ تو میری داہنی طرف آ ... تو میری
بائیں طرف آ ... عالم بقا کو ... عالم حیات کو ساتھ ساتھ چلیں ...
پنج اہل ... اہل ... اب میری روح کو کھینچ ... رہا ہی ... امنت باللہ
... ورسولہ ... (تسلیم روح کرتا ہی)

مہر جہاں - آہ، ظالم ... مجھے اُمید دلانے کے لئے ... مجھے
زندگی دے کر پھر مار ڈالنے کے لئے ... اس کی روح اس کے بدن میں
... لوٹ آئی تھی ... کیا میری نصیبی جو زندگی بھر ساتھ رہی اب بھی
مجھے نہ چھوڑے گی۔ جلال، گیا اور میں زندہ ہوں (خجرتین چار دفعہ
اپنے سینے میں کھبو کر) الہی، مجھ عاجز پر جو ملت کو مذلت میں دکھانا

اپنے ناموس کو دشمن کے پنجے میں دینے کے لئے دنیا میں زندہ رہنا نہیں
 چاہتی رحم کر... مجھ عاجز پر... جو محبت کی راہ میں شہید... ہو رہی ہے
 رحم کر... (جلال کے سینہ پر گر کر اور اس کے چہرے پر نظر گاڑ کے) اللہ
 جل جلالہ

(تسلیم روح کرتی ہی)
 (رحمۃ اللہ علیہا)

ختم شد

